أُولَـٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ (قرآن مجید۔ سورۃ حجرات)

ایں جماعت ایشانند راہ یافتگان۔ (شاہ ولی اللہ رح)

یہ لوگ وہ ہیں بھلائی پانے والے۔ (شاہ رفیع الدین رح)

مسئلہ اقربا نوازی

ملحق بکتاب

رحماء بینہم حصہ عثمانی

کتاب ہذا میں خلیفہ راشد حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے اقربا نوازی کے طعن کو صاف کرنے کی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان رض کا دامن خلافت اس میں داغدار نہیں اور حضرت عثمان رض حد جواز سے متجاوز نہیں۔ نیز عثمانی خلافت کی ایک گونہ مختصر تاریخ اس میں آگئی ہے اور حضرت عثمان رض کے عہدہ دار، منصب یافتہ رشتہ داروں کی خدمات اور کردار کو صحیح طریقے سے پیش کیا گیا ہے

تالیف حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ
محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)



فہرست مضامین

بحث ثانی

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلقات ۲۲۶

مروان بن الحکم کے متعلقات ۲۴۳



پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

——— جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کا معروف دینی ادارہ ہے اور بفضل خدا بین الملّی شہرت کا حامل ہے۔ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم رکھنے میں کوشاں رہنا اس کی منفرد خصوصیت ہے۔ ملک میں شیعہ و سُنّی حضرات کے درمیان کھچاؤ رہتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دونوں فرقوں کے عوام نے خلفائے راشدین کی زندگیوں کا قریب سے مطالعہ نہیں کیا ورنہ وہ قرآن مجید کی اس صداقت سے کھلی چشم پوشی نہ کرتے کہ اللہ نے ان سب کو "رحماء بینہم" فرمایا ہے یعنی آپس میں محبت اور مودّت کے رشتوں میں منسلک ہیں۔"

——— ضرورت تھی کہ اللہ کا کوئی نیک بندہ جو علم و فضل کی دولت سے مالامال ہو، اس موضوع پر قلم اٹھاتے۔ الحمدللہ کہ مولانا محمد نافع صاحب کو جو دار التصنیف جامعہ محمدی شریف کے سرکردہ رکن ہیں، خدا نے یہ توفیق دی اور انہوں نے فریقین کی مشہور کتابوں کے حوالہ سے منصفانہ اور مصالحانہ انداز میں "رحماء بینہم" کے نام سے جامع تحقیقی کتاب لکھی۔ کتاب تین حصّوں پر مشتمل ہے۔ صدیقی حصّہ، فاروقی حصّہ اور عثمانی حصّہ۔ ہر سہ حصص زیورِ انطباع سے آراستہ ہو کر بفضلہ تعالیٰ پورے ملک میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کہ تعلقات خلفائے ثلاثہ سے نہایت دوستانہ اور برادرانہ تھے۔ تیسرے حصے میں حضرت عثمانؓ پر مخالفین کی طرف سے کیے گئے "اقربا نوازی" کے اعتراضات کا مسئلہ محتاج وضاحت تھا مگر اس اندیشہ سے کہ عثمانی حصہ کا حجم بڑھ جائے گا، یہ سطے پایا تھا کہ مسئلہ اقربا نوازی" کے نام سے جداگانہ کتاب چھاپ دی جائے گی۔ چنانچہ مذکورہ کتاب اب پیش کی جا رہی ہے۔ اُمید ہے احباب کو اس سے استفادہ کرنے میں آسانی رہے گی اور مسائل الجھنے نہیں پائیں گے۔ اس کتاب کے پانچ باب ہیں۔ ہر باب کو بحث کا نام دیا گیا ہے۔ ہر بحث ایک جداگانہ موضوع سے متعلق ہے۔

— بحث اوّل :- اس میں عہدِ عثمانی کے حکّام اور مناصب پھر ان کا باہمی تناسب ذکر کیا گیا ہے۔ سترہ" مقامات میں بیش عدد غیر اموی حکّام تھے۔ اور صرف چار مقامات پر چند اموی حاکم تھے۔

— بحث ثانی :- میں عہدِ عثمانی کے ان حکّام کی صلاحیّت و اہلیّت کا تذکرہ ہے۔ جن پر معترضین نے عثمانی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اعتراض وارد کیا۔ مثلاً ولید بن عقبہ، سعیدؓ بن العاص، عبداللہ بنؓ عامر، امیر معاویہؓ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور مروان بن حکم۔ مؤلف نے ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ پختہ مزاج حکّام، عالم و عامل اور انصاف پسند تھے اور اُمّت کے ممتاز دانشور اور باصلاحیّت منتظم تھے۔

— بحث ثالث :- میں اس چیز کا بیان ہے کہ صرف عہدِ عثمانی میں ہی اقربا کو منصب نہیں دیئے گئے بلکہ عہدِ رسالت میں اور عہدِ فاروقی اور مرتضوی میں بھی اپنے اپنے اقربا کو مناصب دیئے گئے۔ جن کو واقعات کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔

— بحث چہارم :- میں عطیہ جات کے ضمن میں یہ وضاحت معتبر اسناد کے ساتھ کردی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ اپنے اقربا کو ذاتی وسائل سے عطیے دیتے تھے بیت المال سے نہیں دیتے تھے۔

— بحث پنجم :- میں اس اعتراض کی صفائی پیش کی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد کے آخری مراحل میں شرعی احکام کی خلاف ورزی کی تھی اور حدود اللہ کو پامال کیا۔ اس سلسلے میں امام بخاریؒ، علامہ ابن عربی اور شیخ عبدالقادرؒ جیلانی وغیرہم کے صفائی کے بیانات پیش کیے گئے ہیں۔

نیز شہادت عثمانی کے اصل اسباب اور موجبات کو واضح کیا گیا ہے کہ اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ اعداء اسلام کو دشمنی تھی جس کو انہوں نے قتلِ عثمانی کے ذریعہ پورا کیا۔ دورِ عثمانی کے نقائص اور خامیاں موجبِ شہادت نہیں تھیں۔

— "مسئلہ اقربا نوازی" کا طرزِ استدلال اور اندازِ بیان اتنا واضح ہے کہ مؤید اس کے مطالعہ سے مزید انشراح حاصل کرے گا اور معترض یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ میں نے ذوالنورین کے نورانی کردار کو دھندلکے میں ڈالنے کی جسارت کیوں کی۔ وباللہ التوفیق۔

ناشرین



بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاوّلین والاٰخرین امام الرسل وخاتم النبیّین وعلیٰ بناته الاربعة الطاهرات وازواجه المطهرات وعلیٰ آله الطیّبین واصحابه المزکّین المنتخبین الذین اجتهدوا فی دین الله حق اجتهادٖ ونصروه فی هجرته وهاجروا لنصرته وجاهدوا فی سبیل الله حق جهادہٖ وعلیٰ جمیع عباد الله الصالحین وسائر اتباعه باحسان الیٰ یوم الدین -

خطبہ مسنونہ کے بعد بندۂ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ کی جانب سے ناظرین کی خدمت میں گزارش ہے کہ :

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں سے خلیفۂ راشد ہیں اور جمہور امّتِ مسلمہ میں شیخین کریمینؓ کے بعد تیسرے مقام پر فائز ہیں۔ اور اسلام میں لاتعداد فضائل کے حامل ہیں۔ امانت، دیانت، صداقت، سخاوت، حیا، صلہ رحمی وغیرہ صفات میں کامل واکمل ہیں۔ ان کے یہ اوصافِ حمیدہ مسلّمات میں سے ہیں۔

تاہم بعض لوگ حضرت عثمانؓ کے خلاف ہیں اور یہ مخالفت عناد کی بنا پر ہی معلوم ہوتی ہے اور کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ حضرت موصوف پر کئی قسم کے مطاعن مرتب کیے گئے ہیں۔ مخالفینِ عثمانؓ ان کی جو فہرست مرتب کرتے ہیں ان میں سرِ فہرست جو طعن رکھا جاتا ہے وہ " اقربا نوازی کا مسئلہ " ہے۔ طعن قدیمی ہے

اس کے جوابات بھی باقی مطاعن کے ساتھ ہر دور میں علماء دیتے رہے ہیں۔

اس دور میں پھر اس طعن کو جدید زیب و زینت کے ساتھ سجا کر عوام کے سامنے پیش کیا گیا ہے حالانکہ یہ ایک مردہ و فرسودہ بحث تھی، اس کو پھر زندہ کرنے کی امت کو ضرورت نہ تھی اور نہ اس دور کا تقاضا تھا۔

خدا جانے کن مصالح اور کن مقاصد کے تحت اس خوابیدہ بحث کو باحوالہ مرتب کر کے بیدار کیا گیا۔ اس سے عوام و خواص پریشان و مغموم ہوئے اور مخالفین عثمانؓ مسرور و محظوظ ہوئے اور مزید افتراق و انتشار کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ جس دور میں امتِ مُسلمہ کو جوڑنے کی ضرورت ہے اس دور میں قوم کے توڑنے کے سامان فراہم کرنا دین و ملت کی خیر خواہی نہیں ہے۔

"مقام صحابہ" کی حمایت کے لیے اور "خلیفہ راشد" سے سوءظنی رفع کرنے کی خاطر اس مسئلہ کو مناظرانہ انداز میں نہیں بلکہ واقعات و حقائق کی صورت میں تحریر کیا جاتا ہے بس یہی مقصود ہے۔

ان معروضات کو ملاحظہ فرمانے کے بعد مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور طعن مذکور زائل ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

ناظرین کرام صرف دو باتوں کی تکلیف کریں۔ ایک تو مسئلہ ہذا کی پوری بحث پر نظر ڈالیں۔ دوسرا تعصب دور فرما کر تھوڑا سا انصاف ساتھ ملالیں۔ پھر یہ مسئلہ اچھی طرح حل ہو جائے گا۔

(وما توفیقی إلّا باللہ)

ابتدائی معروضات

(۱) کتاب ہذا کے مندرجات پیش کرنے سے پہلے چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں:
دو مسئلہ اقربا نوازی سمجھانے کے لیے ہم یہاں ان شاء اللہ تعالیٰ پانچ بحثیں درج کریں گے۔ اور ان میں جہاں اس مسئلہ کو مثبت انداز میں سمجھایا جائے گا وہاں ساتھ ساتھ اس دور کے اکابر بنی ہاشم و بنی امیہ کو ایک دوسرے کے قریب دکھانے کی بھی کوشش کی جائے گی۔

(۲) عام متداول طرزِ تصنیف کے خلاف اس کتاب میں یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ عموماً ایک مضمون و مفہوم کو عام ناظرین کرام کے لیے حوالہ کتاب کی عبارت سے پہلے خلاصہ کے طور پر درج کر دیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اصل حوالہ کی عبارت عموماً درج کی گئی ہے تاکہ اہلِ علم حضرات عبارت ملاحظہ فرما کر مضمون کی تسلی حاصل کر سکیں۔ یہ طرز رواجاً بالکل متروک ہے اور جدید اہلِ قلم حضرات اس کو پسند بھی نہیں کریں گے۔ چنانچہ بطور معذرت یہ گزارش پیش کی گئی ہے کہ اس کو محسوس نہ فرمادیں۔

(۳) مسئلہ مندرجہ کی تائید کے لیے بعض اوقات حوالہ جات کی کثرت درج کر دی گئی ہے۔ اس سے مضمون مندرجہ کی تائید و توثیق مطلوب ہوتی ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ ہر شخص کے پاس ذخیرۂ کتب مشکل سے دستیاب ہوتا ہے۔ متعدد کتب درج کرنے کا یہ فائدہ ہو گا کہ جو کتاب جس شخص کے پاس موجود

ہوگی اس کی طرف رجوع کر کے مضمونِ مندرجہ کی تائید حاصل کر سکے گا۔

اس کے بعد چند تمہیدات پیش کی جاتی ہیں اور تمہیدات کے بعد اصل مواد کو پانچ بحثوں کی صورت میں پیش خدمت کیا جائے گا۔

(بعونہٖ تعالیٰ)

تمہیدات

(۱)

—— پہلے یہاں قابلِ توجہ یہ بات ہے کہ کسی نصِ شرعی (آیت و صحیح حدیث) میں یہ کوئی ضابطہ ہے؟ کہ مسلمانوں کا حاکم اور والی اپنے دَورِ حکومت میں اپنے کسی رشتہ دار کو حکومت کے عہدہ پر فائز نہیں کر سکتا۔ اور اسے کسی اپنے قریبی عزیز کو عہدہ دینے کا کوئی اختیار نہیں۔

—— تو یہ واضح چیز ہے کہ اس قسم کا کوئی قانون شرعی موجود نہیں جس کی سیدنا عثمانؓ بن عفان نے مخالفت کر دی ہو اور اس کی خلاف ورزی کے دانستہ طور پر مرتکب ہوئے ہوں۔

دَورِ عثمانی کے ناقدین حضرات بھی اس بات کو تسلیم تو کرتے ہیں کہ حضرت ذوالنورینؓ نے اس معاملہ میں کسی ضابطۂ شرعی کو نہیں توڑا، لیکن "اقربا نوازی" کا اعتراض فرمانے سے چوکتے بھی نہیں۔ جدید عنوانات کے ساتھ اس کو خوب تازہ رکھتے ہیں۔ اور بار بار اعادہ کیا کرتے ہیں تاکہ حضرت عثمانؓ کے حق میں تنفر قائم رہے اور بدظنی جاری رہے۔
(لکل امرءٍ ما نوی)

(۲)

دوسری بات یہ ہے کہ حکومت کے عہدہ داروں اور کارندوں (جن کو "عمّال" و "ولاۃ" کہا جاتا ہے) کے نصب و عزل کا مسئلہ ایک اجتہادی امر ہے جو خلیفۂ اسلام

کی رائے کی طرف تفویض کیا گیا ہے۔ اس معاملہ کے نشیب و فراز کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے امیر المومنین ان مواقع کی ضرورتوں کو بہتر سمجھتا ہے۔ اپنی بصیرت کے موافق جب حکام کا تقرر و تعین کرتا ہے تو مصلحت کے تحت کرتا ہے۔ یہ چیز اکابر علماء نے اپنے کلام میں درج فرما دی ہے۔

(۱) القاضی ابوبکر بن العربی الاندلسی "العواصم من القواصم" میں ایک مقام میں لکھتے ہیں کہ

—— "الولایۃ اجتہاد" یعنی کسی کو والی و حاکم بنانا ایک اجتہادی کام ہے۔

(العواصم ص ۸۷)

دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں کہ

—— الوَلَایَاتُ وَالعَزَلَاتُ لَهَا مَعَانٍ وَحَقَائِقُ لَا یَعْلَمُهَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ۔ الخ

یعنی حکام کے نصب و عزل (تقرر اور معزولی) کی تہ میں متعدد ایسے امور ہوتے ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ (مطلب یہ ہے کہ) ان تقاضوں کو ذمہ دار حضرات ہی صحیح سمجھ سکتے ہیں۔

(العواصم من القواصم ص ۲۱۲ تحت نکتہ طبع لاہور)

(۲) —— اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں فرماتے ہیں :-

"...... میگویم کہ نصب و عزل مفوض ست برائے خلیفہ۔ اگر اجتہاد خلیفہ مودی شود بآنکہ از فلاں شخص کار امت سرانجام می یابد لازم میشود بروئے نصب او"

یعنی ہم کہتے ہیں کہ نصب و عزل کا کام خلیفۃ المسلمین کی رائے کے سپرد ہے

اور اس کو تفویض کیا گیا ہے۔ اگر خلیفہ کی رائے یہ ہو جائے کہ اُمّت کا کام فلاں شخص سے سرانجام پا سکتا ہے تو لازم ہوتا ہے کہ اس کو اس عہدہ پر فائز کرے۔"

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ص ۲۷۲۔ بحث مطاعن ختنین۔ طبع مجتبائی دہلی)

۔۔۔۔ حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عمّال و حکام کے عزل و نصب کے مسئلہ کو اپنی صوابدید کے موافق بہتر طریق سے سرانجام دیا۔ اور اس میں قوم و ملّت کی خیر خواہی مدنظر رکھی۔ اپنی مجتہدانہ مساعی میں کوئی تقصیر نہیں واقع ہونے دی۔

اس کے باوجود اگر عہد ہٰذا کے حکام (جو نہ فرشتے تھے نہ معصوم عن الخطا تھے) سے اپنے فرائض میں کچھ کوتاہی واقع ہوئی یا ان سے غلطیاں سرزد ہوئیں اور کسی فعل قبیح کے مرتکب ہوئے تو ان تمام چیزوں کو حضرت عثمانؓ کے کردار و کارکردگی میں ڈال دینا قرینِ انصاف نہیں۔ جو کچھ امور ان سے سرزد ہوئے وہ سیّدنا عثمانؓ کے ایماء یا فرمان سے نہیں ہوئے۔ اسی مفہوم کو حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ نے اپنی تصنیف قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین کی عبارتِ ذیل میں بطورِ جواب پیش کیا ہے:۔

"۔۔۔ میگوئیم ہر چہ از ایشاں بوقوع آمد نہ بامر ذی النورینؓ بود و نہ بوفق صلاح دیدوے و در خلافت علم غیب خود شرط نیست۔ آنچہ شرط خلافت ست اجتہاد ست و ذی النورین در اجتہاد تقصیر نہ کرد۔"

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ص ۲۷۲ بحث مطاعن ختنین۔ طبع مجتبائی دہلی)

یعنی ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ ان کے کارکنوں اور کارندوں سے صادر ہوا وہ حضرت ذوالنورینؓ کے فرمان سے نہیں تھا اور نہ ان کی صوابدید کے موافق

ہُوا۔ خلافت کے معاملہ میں علمِ غیب شرط نہیں ہے ۔ خلافت کے مسائل کے لیے جو چیز شرط ہے وہ اجتہاد ہے اور اجتہادی اُمور میں حضرت عثمانؓ نے کوئی کمی نہیں کی۔"

(۳) ـــــ اشکالِ مذکور رفع کرنے کے لیے حضرت شاہ صاحب موصوفؒ نے اپنی کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" کے مآثرِ امیر المومنین عثمانؓ میں مزید کلام فرمایا ہے جس کے ملاحظہ کرنے سے معترضین کا مذکورہ بالا شبہ بالکل زائل ہو جاتا ہے۔ منصف احباب کی خاطر ہم کتاب کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں اس کے بعد عوام کے لیے اس کا مفہوم اُردو میں ذکر کر دیں گے۔

ـــــ ازاں جملہ آنکہ اصحابِ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) را از حکومت بلاد معزول ساخت و حداثت بنی امیہ را کہ در اسلام مسابقت نداشتند حاکم گردانید مثل عزل ابی موسیٰ بعبداللہ بن ابی عامر از بصرہ و عزل عمرو بن العاص از مصر بہ ابن ابی سرح۔

وجوابِ ایں اشکال آنست کہ عزل ونصب را خداتے عزّوجل بر رائے خلیفہ باز گذاشتہ است می باید کہ خلیفہ تحرّی کند در صلاح مسلمین و نصرتِ اسلام و برحسب ہماں تحرّی بعمل آرد اگر اصابت کرد فلہٗ اجرہٗ مرّتین و اگر در تحرّی خطا واقع شد فلہٗ اجرہٗ مرّۃً ۔ ایں معنی ازاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحدِ تواتر رسید ۔ و در بعض احیان موالی را معزول ساختند و دیگرے را بجائے او نصب فرمودند برائے مصلحتے چنانکہ در غزوۂ فتح رأیتِ انصار از سعد بن عبادہ گرفتند بہ سبب کلمہ کہ از زبانِ او جستہ بود و بہ پسرِ او قیس بن سعد دادند۔

دگاہے مفضول را منصوب می ساختند بنا بر مصلحتے چنانکہ اُسامہ را

امیرلشکر فرمود وکبار مہاجرین را تابع وے گردانیدند در آخرحال۔

وہمچنیں شیخین نیز در ایام خلافت خود بعمل آوردند۔ وبعد حضرت عثمانؓ حضرت مرتضیٰ ودیگر خلفاء ہمیشہ ہمیں دستور کردہ آمدند۔ پس برحضرت ذی النورینؓ ازیں وجہ بازخواست نیست۔ اگر بحکم تحرّی خود شخصی از حدّاث را والی کردہ باشد وشخصی از قدماء اصحاب را معزول ساخت خصوصاً در قصص کہ نقل کردہ اند چون تامل نمودہ می آید اصابت رائے ذی النورینؓ اوضح من الشمس فی رابعۃ النہار بظہور می رسد۔

زیرا آنکہ ہر عزلے وہر نصبے یا متضمن اخماد فتنۂ اختلاف جند ورعیت بودہ است یا مثمر فتح اقلیمے از اقالیم دار الکفر لیکن ہوائے نفسانی ابصار مبتدعین را اعمیٰ ساختہ ؎

وَعَيْنُ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيلَةٌ
وَلٰكِنَّ عَيْنَ السُّخْطِ تُبْدِي الْمَسَاوِيَا

(کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ مقصد دوم
ص ۲۷۴۔ تحت مآثر امیر المومنین عثمان بن عفانؓ
طبع قدیم بریلی)

یعنی حضرت عثمانؓ کے متعلق جو اشکالات وارد کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ اشکال ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بڑے شہروں کی حکومت سے معزول کر کے بنی امیہ کے نوخیز نوجوانوں کو (جو اسلام کے سابقین میں نہ تھے) والی وحاکم بنا دیا۔ مثلاً بصرہ سے ابو موسیٰ اشعریؓ کو معزول کر کے عبد اللہ بن عامر کو، اور مصر سے عمرو بن العاص کو معزول کر کے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو حاکم

بنایا۔

—— اس کا جواب یہ ہے کہ عزل ونصب کے معاملہ کو خدا تعالیٰ نے خلیفۂ اسلام کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ امیر المومنین کو مسلمانوں کی خیر خواہی اور اسلام کی امداد کرنے میں تحری اور سعی کرنی چاہیے اور اپنی تحری کے موافق عمل درآمد کرے۔ اگر خلیفہ کی رائے درست ہوئی تو اس کے لیے دگنا اجر ہے۔ اگر اس میں خطا سرزد ہو گئی تو اُسے ایک اجر ملے گا۔

یہ مسئلہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے تواتر معنوی کی حد تک پہنچا ہے۔

—— مقامی مصلحت کے پیش نظر بعض اوقات ایک حاکم کو معزول کر دیتے تھے اس کی جگہ دوسرے کو نصب فرما دیتے تھے جیسا کہ غزوۂ فتح میں سعد بن عبادہ سے انصار کا علم لے لیا گیا (ان کی زبان سے ایک کلمہ نکل گیا تھا) اور ان کے فرزند قیس بن سعد کو دے دیا گیا۔

اور وقتی تقاضے کی بنا پر کبھی کم مرتبہ کے آدمی کو امیر بنا دیتے تھے جس طرح اُسامہؓ بن زید کو امیر لشکر بنا دیا اور کبار مہاجرین کو اُسامہ کے تابع و ماتحت کر دیا۔

شیخینؓ حضرات نے اپنے ایام خلافت میں اسی طرح عمل درآمد کیا۔ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت مرتضیٰؓ نے اور دیگر خلفاء نے یہی دستور جاری رکھا پس حضرت ذوالنورینؓ پر اس وجہ سے باز پرس نہیں۔

اپنی جستجو کی بنا پر نوعمر لوگوں میں سے اگر ایک شخص کو انہوں نے حاکم بنا دیا اور قدیم اصحاب سے بعض کو معزول کر دیا خصوصاً ان مواقع میں

جنہیں نقل کیا گیا ہے اگر بغور دیکھا جائے تو حضرت عثمانؓ کی رائے کی اصابت و درستگی اظہر من الشمس ہے کیونکہ ان کا عزل و نصب یا تو کسی لشکر و رعیت کے فتنۂ اختلاف، کو فرو کرنے کے ضمن میں تھا یا پھر کفار کے ممالک کو اسلام کی فتح مندی کا ثمرہ دینے کے لیے تھا۔ لیکن اہلِ بدعت کی آنکھیں (اس معاملہ میں) ہوائے نفس کی وجہ سے نابینا ہو رہی ہیں۔

"یعنی رضا مندی کی آنکھ عیب بیان کرنے سے تھکی ماندی ہے لیکن ناراضگی کی آنکھ بُرائیوں کو ظاہر کرتی ہے۔"

اسی کے مناسب کسی نے فارسی میں خوب کہا ہے کہ

"ہنر بچشمِ عداوت بزرگ تر عیب است"

(۴) ـــــ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی اشکال ہٰذا کے جواب میں "تحفہ اثنا عشریہ" میں یہی فرمایا ہے کہ

ـــــ جواب ازیں طعن آنکہ امام را می باید کہ ہر کرا لائق کارے داند۔ آں کار را باو سپارد و علم غیب اصلاً نزد اہل سنت بلکہ جمیع طوائف مسلمین غیر از شیعہ شرطِ امامت نیست۔ و عثمانؓ با ہر کہ حسن ظن داشت و کار آمدنی دانست و امین و عادل شناخت و مطیع و منقاد خود گمان برد ریاست و امارت باو داد۔

(تحفہ اثنا عشریہ فارسی، ص ۵۰۳۔ مطاعن عثمانی تحت جواب طعن اوّل۔ طبع جدید، لاہور)

یعنی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام و خلیفہ کے لیے چاہیے کہ جس شخص کو اس کام کا اہل سمجھے وہ کام اس کے سپرد کر دے۔ شیعہ کے علاوہ

تمام اہلِ اسلام کے نزدیک خلافت و امامت کے لیے علمِ غیب شرط نہیں حضرت عثمانؓ نے جس شخص کے حق میں اچھا گمان کیا، کام کرنے والا معلوم کیا، امانت دار، منصف جانا، مطیع اور تابعدار خیال کیا اس کو عہدۂ امارت وحکومت دے دیا۔"

—— حاصل یہ ہے کہ

اُمت کے اکابر علماء نے یہ تصریح کر دی ہے کہ

—— عزل ونصب کا مسئلہ اجتہادی ہے۔ خلیفۃ المسلمین کی طرف مفوض ہے بتقاضائے وقت اپنی تحری وجستجو کے مطابق خلیفہ اسے سرانجام دے سکتا ہے۔

—— عمّال کا انتخاب اگر درست ہُوا تو خلیفہ کو دُگنا ثواب ہے۔ اگر کچھ خطا ہو گئی تو ایک گنا ثواب ہے اور خطا معاف ہے۔

—— اگر بالفرض خلیفہ کی صوابدید کے موافق عمّال (یعنی کارندوں) نے کام سرانجام نہیں دیا تو اس میں خلیفہ ماخوذ نہیں۔

(۳)

حکومت کے عاملین (وعمّال) کا عزل ونصب حضرت عمرؓ بھی اپنے دورِ خلافت میں اپنی صوابدید کے موافق کیا کرتے تھے اور بوقتِ ضرورت حکام میں تبدیلی فرمایا کرتے تھے۔

یہ چیز خلیفہ کے لیے ناگزیر ہوتی ہے اور اس سے چارۂ کار نہیں ہوتا حضرت فاروقِ اعظمؓ کے چند مشہور صحابۂ کرامؓ کو معزول کرنے اور ان کی جگہ دوسرے حضرات کو نصب کرنے پر دو چار مثالیں ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)

—— بصرہ سے حضرت عمرؓ نے مشہور صحابی مغیرہ بن شعبہؓ کو معزول کر دیا ان کی

جبکہ ابوموسیٰ اشعریؓ کو متعین کیا۔

"الاصابہ" میں درج ہے کہ "۔۔۔۔ واستعمله (اباموسیٰ) عمرؓ علی امرة البصرة بعد ان عزل المغیرة ۔ الخ "

(۱) الاصابہ معہ الاستیعاب، ص ۳۵۳، ج ۲ تحت عبداللہ بن قیس (ابی موسیٰ)

(۲) الاستیعاب معہ الاصابہ، ص ۱۶۲، ج ۲ تحت ابی موسیٰ (عبداللہ بن قیس)

(۳) تاریخ طبری، ص ۲۰۷، جلد رابع تحت سنۃ ۱۷ھ، طبع مصری قدیم۔

(۲)

سیدنا فاروق اعظمؓ نے اسلام کے مشہور سپہ سالار خالدؓ بن الولید کو ایک دفعہ ایک عطیہ دینے کی وجہ سے معزولی کا حکم دیا اور ابو عبیدہؓ کی طرف فرمان تحریر کیا کہ "اس منصب سے خالد کو الگ کردیں اور اس کا کام خود سنبھال لیں"

"۔۔۔۔ اعزلہ علی کل حال واضمم الیك عملہ الخ"

(۱) تاریخ ابن جریر الطبری، ص ۲۰۵، جلد ۴ تحت سنۃ ۱۷ھ۔ طبع مصری قدیم

(۲) کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ، ص ۱۴۸ طبع ثانی، مصری فصل فی الکنائس والبیع والصلبان۔

(۳)

اسلام کے مشہور مجاہد، ملت کے عظیم کارکن سعد بن ابی وقاصؓ کو حضرت عمرؓ نے

اہلِ کوفہ کی شکایت کی بنا پر معزول کر دیا۔ ان کے قائم مقام عمار بن یاسرؓ کو صلوٰۃ پر مقرر فرما دیا۔

وفیہا (سنہ ۲۱ھ) شکا اھل الکوفۃ سعد بن مالک (ابی وقاص) الیٰ عمر فعزلہ وولّی عمار بن یاسر بالصلوٰۃ۔

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط (المتوفی سنہ ۲۴۰ھ) جلد اوّل، ص ۱۲۲۔ طبع اوّل عراق۔

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۷۹، جلد اول تحت تذکرہ سعد بن مالک۔

البدایہ لابن کثیر صہ ۷۲، ج ۸ تحت سعد بن ابی وقاص

(۴)

مذکورہ واقعہ سنہ ۲۱ھ میں پیش آیا۔ پھر سنہ ۲۲ھ میں حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسر کو کوفہ سے معزول کر دیا۔

"وفیہا (سنہ ۲۲ھ) عزل عمرؓ عماراً عن الکوفۃ"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۱۲۵، جلد اوّل مطبوعہ عراق)

____ فاروقی دور کے چند ایک واقعات بطور مثال عرض کیے گئے ہیں یہاں سے اندازہ ہو گیا کہ یہ سب کچھ ذاتی تقاضوں اور سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر ہوا کرتا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ پر ان تبدیلیوں کے باعث کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا، تو انصاف یہ ہے کہ سید الغنائؓ پر بھی عزل و نصب کے مسئلہ میں طعن نہ کیا جائے۔

____ البتہ یہ چیز باقی ہے کہ فاروق اعظمؓ نے تبدیلیاں کیں تو ان کی جگہ پر اپنے قبیلہ کے آدمیوں کو نہیں نصب کیا لیکن حضرت عثمانؓ بن عفان نے اپنی برادری کے لوگوں کو متعین کر دیا تو اس شبہ کے ازالہ کے لیے قلیل سا انتظار فرما دیں۔

چند اہم بحثیں

عزل و نصب کا مسئلہ ناظرین کے سامنے وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے
مسئلہ کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے اس قدر کافی ہے۔

تاہم اس مقام پر مزید بحثیں ہم پیش کرتے ہیں۔ ناظرین کرام تعصب اور گروہ
بندی سے الگ ہو کر اگر انصاف کے ساتھ ان پر نظر ثانی فرمائیں گے تو انشاء اللہ
اطمینان بخش ثابت ہونگی۔ اور سیدنا عثمانؓ کی پوزیشن بے داغ معلوم کرنے کے
لیے یہ حد مفید رہیں گی۔ معترض دوست کہتے ہیں کہ:

"عثمان بن عفان نے اپنی حکومت کے عہدوں کو اپنے قبیلہ کے لوگوں میں
تقسیم کر ڈالا"

"قَسَّمَ الوِلَايَاتِ بَيْنَ اَقَارِبِہٖ الخ

(منہاج الکرامہ ص ۹۶ لابن المطہر الحلی الشیعی
طبع لاہور تحت مطاعن عثمانی) مطبوعہ در آخر
منہاج السنہ لابن تیمیہ الحرانی۔

مختصر یہ کہ عثمانؓ نے اپنوں کو غلط مناصب دے دیئے، بے جا تقرریاں
کیں اور ناجائز عہدے تقسیم کیے ہیں کہ جس سے قبائلی عصبیتوں اور گروہ بندی کی فضا
پیدا ہو گئی۔ آخر یہی چیز فتنہ و فساد کا موجب بنی اور قتل عثمانؓ پر منتج ہوئی۔

اس چیز کے متعلق ناظرین کرام کے لیے پانچ بحثیں پیش خدمت ہیں۔

اوّلاً:-

یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جن مناصب پر طعن کی بنیاد ہے وہ کتنی تعداد میں اقارب
عثمانی کو دیئے گئے؟ اور کتنے مناصب غیر اقرباء کے لیے تجویز کیے گئے نیز اس طرح

عثمانی رشتہ داروں میں کتنی تعداد میں عمّال و حکام مقرر تھے؟ اور کتنے لوگ غیر رشتہ داروں میں سے مختلف مقامات پر حاکم بنائے گئے تھے؟

ثانیاً:

یہ چیز قابلِ وضاحت ہوگی کہ جن اقرباء کو یہ عہدے اور مناصب دیئے گئے وہ کس قسم کے لوگ تھے؟ کس کردار کے مالک تھے؟ کیا ان کی وجہ سے ملّت اور دین کو نقصان پہنچا؟ اسلام کی بربادی ہوئی؟ یا اس کے برعکس وہ اچھے آدمی تھے۔ عمدہ کردار رکھتے تھے، کئی فضیلتوں کے حامل تھے۔ ان کی وجہ سے ملّتِ اسلامیہ کو بہت فائدہ ہوا۔ مذہب کی ترقی ہوئی، اسلام کا بول بالا ہوا، دین کی آواز اقصائے عالم تک پہنچی۔

ثالثاً:۔

یہ بات لائقِ توجہ ہوگی کہ اپنے قبیلہ اور خاندان کو مناصب دہی کی رعایت آیا صرف دَورِ عثمانی میں ہوئی ہے؟ یا اس دَور سے قبل یا بعد کسی دوسرے دَور میں بھی یہ حمایت پائی گئی؟ اس مسئلہ میں باقی اَدوار کے ساتھ عثمانی دَور کا تقابل و توازن قائم کرنا مناسب ہے تاکہ عثمانی عہد کے موردِ طعن ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیا جا سکے۔

رابعاً:

یہ چیز قابلِ بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ اگر مالی عطیاتِ کثیرہ اپنے اقرباء کو عطا فرماتے تھے تو کیا حضرت موصوف کا یہ مال دینا شرعاً صحیح تھا اور اس کی نوعیت کیا تھی؟

اس مسئلہ کے لیے عقلاً و نقلاً بحث کی جائے گی جو ان شاء اللہ ناظرین کے لیے قابلِ اطمینان ہوگی۔

خامساً :-

یہ آخری بحث ہوگی کہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اقرباء نوازی (منصب کے اعتبار سے ہو یا عطاتے اموال کے اعتبار سے) قبائل میں تعصب و نفرت کا موجب بن کر آخری ایام میں فسادات کا باعث ہوئی ؟ یا ان فسادات کے پیچھے دواعی و اسباب دوسرے امور تھے ؟ آخر بحث میں اس چیز کا (انشاءاللہ تعالیٰ) پوری طرح تجزیہ کیا جائے گا جو اصل واقعات کے مطابق ہوگا۔

مندرجہ بالا پانچ ابحاث کی اب کچھ قدر تفصیل درج کی جاتی ہے۔ اطمینانِ قلبی کے ساتھ مطالعہ فرمادیں، فائدہ بخش ثابت ہوگی

ان پانچ بحثوں پر کتاب ہذا تمام ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بحث اوّل

عہدِ عثمانی رضؓ کے مناصب اور حکّام
پھر ان کا باہمی تناسُب

حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں اسلامی مملکت ایک وسیع ترین رقبہ پر مشتمل تھی۔ مصر کا تمام ملک، شام کا علاقہ، افریقہ کا ایک بہت بڑا حصّہ۔ انتہائے مغرب میں مراکش و اندلس تک۔ ادھر حجاز کے تمام حلقے مکہ و مدینہ اور یمن وغیرہ سمیت۔ دوسری طرف فارس کے تمام علاقے خراسان وغیرہ تک۔ مشرق میں مکران کی سرحد تک۔ یہ طویل و عریض اسلامی سلطنت حضرت عثمان رضؓ کے زیرِ انتظام تھی۔

ظاہر چیز ہے کہ اتنے وسیع ملک میں انتظامات قائم رکھنے کے لیے چند عہدے اور چند عمّال و حکام کافی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ صرف بڑے بڑے عہدوں کے لیے بھی ایک خاصی جماعت کی ضرورت تھی۔

تو اس صورتِ حال کے پیشِ نظر مسئلہ ہذا کی تمام متعلقہ تفصیلات کو صحیح طور پر معلوم کرنا سخت مشکل ہے اور اوراقِ تاریخ بھی حسبِ منشا ساتھ نہیں دیتے۔

تاہم مالایدرك كله لا يترك كله کے قاعدہ کے موافق مناصب اور حکّام کے مسئلہ کو ہم کسی قدر بیان کرتے ہیں جو سہولت سے دستیاب ہیں۔ اس سے عہدداری میں باہمی تناسب کا مسئلہ بخوبی معلوم ہو سکے گا۔

چند عہدے اور مناصب

(۱)

قضا (ججی)

عثمانی خلافت میں قضا (ججی) کے منصب پر متعدد اکابر مختلف اوقات میں متعین رہے ہیں ان میں مندرجہ ذیل حضرات بھی ہیں۔

(۱) ــــ حضرت سیدنا عثمانؓ کی جانب سے مدینہ منورہ میں قضاء کے عہدہ پر زید بن ثابت انصاریؓ (صحابی) تھے۔

"۔۔۔ وکان علی قضاء عثمان یومئذٍ زید بن ثابتؓ"

(۱)۔ تاریخ ابن جریر للطبری، ص ۱۴۹، ج ۵ تحت عمال عثمانؓ، سنۃ ۳۵ھ

(۲)۔ الکامل لابن اثیر الجزری، جلد ۳، ص ۹۰ تحت اسماء عمال عثمانؓ

(۳)۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۲۷ تحت ذکر بیعۃ علیؓ بالخلافۃ۔

(۲) ــــ خلافت عثمانی میں مغیرہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب الہاشمی قاضی تھے۔

"۔۔۔ وکان المغیرۃ بن نوفل قاضیاً فی خلافۃ عثمانؓ"

(۱) — الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۳، ص ۳۶۱
معہ اصابہ تحت مغیرہ مذکور۔

(۲) — اسد الغابہ لابن اثیر، ج ۴، ص ۴۰۸
تحت المغیرہ مذکور۔

(۳) - الاصابہ لابن حجر ص ۴۳۲، ج ۳ —
معہ استیعاب تحت المغیرہ بن نوفل۔

——(۲)——

بیت المال (یا خزانہ)

— مؤرخین نے عہدِ عثمانی میں اسلامی بیت المال پر متعدد لوگوں کا مقرر کیا جانا تحریر کیا ہے۔ ان میں سے بعض حضرات کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

— بیت المال کے منصب پر عبداللہ بن ارقم (صحابی) فائز تھے۔ پھر انہوں نے استعفا پیش کیا تو حضرت عثمانؓ نے اسے منظور کر لیا۔

"...... وکان علی بیت المال عبد اللہ بن ارقم ثم استعفی فعفاہ"

(۱) تاریخ خلیفہ بن الخیاط، ج ۱، ص ۱۹۷
جزء اوّل تحت عمال عثمانؓ

(۲) اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۱۵ تحت
عبداللہ بن ارقم۔

عہدِ عثمانی میں بیت المال پر عبداللہ بن الارقم کے نگران و ناظر رہنے کو

حافظ ابن حجرؒ نے بھی الاصابہ جلد ثانی میں درج کیا ہے۔

(الاصابہ، ج ۲، ص ۲۶۵ تحت عبداللہ بن ارقم)

—— بعض اوقات اس منصب پر زید بن ثابت انصاریؓ کا متعین ہونا بھی اسماء رجال کی کتابوں میں منقول ہے۔

"۔۔۔ و کان (زید) علی بیت المال لعثمانؓ۔"

(اسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۲، ص ۲۲۳
تحت زید بن ثابت انصاری۔ طبع طہران)

—— ابن جریر و ابن اثیر و ابن کثیر وغیرہ مورخین نے ذکر کیا ہے کہ عثمانی خلافت میں بیت المال کے عہدہ پر عقبہ بن عمرو فائز تھے۔

"۔۔۔ و علی بیت المال عقبۃ بن عمرو"

(۱) —— تاریخ طبری ج ۵، ص ۱۴۹۔ تحت
عمال عثمانؓ۔

(۲) —— الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵۔
تحت عمال عثمانؓ

(۳) ۔ البدایہ، ج ۷، ص ۲۲۷۔ تحت ذکر
بیعت علی بالخلافۃ۔

—— (۳) ——

خراج و عُشر وغیرہ کی وصولی کا صیغہ

—— دورِ عثمانی میں بعض لوگوں کو خراج و عشر وغیرہ (اسلامی ٹیکس) کی وصولی پر متقرر کیا جاتا تھا۔ آج کل کی اصطلاح میں ٹیکس کی وصولی کے لیے تحصیلدار

کا تجویز دیا یا سمجھ لیا جاتا ہے۔
چنانچہ عراق وغیرہ کے علاقہ کے لیے جابر بن فلان المزنی اور سماک الانصاری متعین تھے۔

"وعلی خراج السواد جابر بن فلان المزنی ......
وسماک الانصاری ۔ الخ"

(۱)۔۔۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت
عمال عثمان۔ ۳۵ھ
(۲)۔۔۔ الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۹۵
تحت اسماء عمال عثمانی۔
(۳)۔۔۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۲۷ تحت
ذکر بیعۃ علی بالخلافۃ۔
(۴) کتاب التمہید والبیان، ص ۱۹۴ تحت الباب
الثامن۔ طبع بیروت، لبنان

———(۴)———

فوجی افسر

اسلامی فوج کا ... شعبہ تھا اس میں حسب مراتب لوگ متعین کیے جاتے تھے مختلف مقامات کے لیے متعدد جرنیل اور نگران مقرر تھے۔ کوفہ کے علاقہ کے لیے القعقاع بن عمرو ... فوجی افیسر تھے۔

"وعلی حربہا القعقاع بن عمرو"

(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان ۳۵ھ

(۲) — الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ - تحت اسماء عمالِ عثمانی -

(۳) — البدایہ ج [illegible] ص [illegible] تحت ذکر بیعت علیؓ بالخلافہ

(۴) — کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ص ۹۴، باب الثامن

—(۵)—

شرطہ (پولیس)

پبلک میں نظامی انتظامات درست رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کے امور کے لیے خلافتِ عثمانی میں شرطہ یعنی پولیس کا شعبہ قائم تھا۔ اس کام پر مجوزہ آفیسر عبداللہ بن قنفذ، قبیلہ بنی تیم کے قریشی تھے۔

"۔۔۔ وکان علی شرطہ عبداللہ بن قنفذ من بنی تیم قریش۔"

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، جزءاول، ص ۱۵۷ - تحت عمالِ عثمانی مطبوعہ عراق)

۶

الکاتب (منشی و محرّر)

خلیفۂ اسلام کے لیے تحریری ضروریات کی خاطر ایک محرّر و منشی درکار ہوتا ہے عہدِ عثمانی میں یہ خدمت مروان بن الحکم نے سرانجام دی۔

...... وكاتبه مروان بن الحكم

(تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۵۰ جزء اوّل تحت عمال عثمانؓ مطبوعہ عراق)

(۷)

نیابتِ حج

(۳۵ھ)

عہد عثمانی میں جب آخری حج کا موقع آیا تو حضرت عثمانؓ کو باغیوں نے اپنے مکان میں محصور کر رکھا تھا۔ خود حج کے لیے تشریف لے جانے سے معذور تھے۔

اس وقت حضرت علیؓ کے چچا زاد برادر حضرت عبداللہ بن عباس مطلبی ہاشمی کو بلوا کر اپنی طرف سے امیر حج بنا کر مکہ شریف روانہ کیا۔ ابن عباسؓ نے امیر المومنین عثمانؓ کے حکم سے مکہ شریف میں جا کر مسلمانوں کو حج کروایا۔ یہ ۳۵ھ کا واقعہ ہے۔

...... عكرمة عن ابن عباسؓ ان عثمان بن عفان استعمله على الحج في السنة التي قتل فيها سنة خمس وثلاثين (۳۵) فخرج فحج بالناس بامر عثمانؓ۔

(۱) — طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۴ قسم اوّل تحت ذکر بیعت عثمانؓ طبع لیدن

(۲) — تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ۱ ص ۱۴۰ تحت ۳۵ھ طبع عراق۔

تنبیہ: قبل ازیں ہم یہ واقعہ رحماء بینہم کے حصہ عثمانی کے ... بینہم کا ابتدا

ہیں ذکر کر چکے ہیں اور ساتھ متعدد کتب سے حوالہ جات درج کر دیتے ہیں۔ ان عہدہ جات کے شمار کی خاطر دوبارہ نقل کیا ہے۔

یہ عہدہ حضرت عثمانؓ نے ہاشمی بزرگ کو عنایت فرمایا کسی اموی کو نہیں دیا۔ خاندانی عصبیت کا اندازہ آپ یہاں سے لگا سکتے ہیں کہ اس کی اصلیت کس قدر ہے؟ اور پروپیگنڈے کو کس قدر دخل ہے؟

فائدہ

یہ چند ایک مناسب اور عہدے تاریخ کے اوراق سے ہم نے ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں۔

ان میں صرف ایک مروان بن الحکم حضرت عثمانؓ کے چچا زاد برادر اور داماد ہیں۔ باقی مندرجہ بالا اہل مناصب میں سے کوئی صاحب بھی بنی امیہ سے نہیں بلکہ بعض بنی ہاشم سے ہیں اور بعض دوسرے قبائل سے ہیں۔

——— اب یہاں رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں کا باہم تناسب لگانا اقرباء و غیر اقرباء کا شمار کرنا ناظرین کرام پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

اپنے انصاف پسند قلب سے قبائلی عصبیت دُور فرما کر خود ہی موازنہ فرمالیں۔ میزانِ عدل آپ کے ہاتھ میں ہے

"کاتب" کے منصب کے متعلق اور مروان بن حکم کے لیے چند چیزیں عنقریب ہم انشاء اللہ عرض کریں گے تاکہ یہ مسئلہ بہتر طریق سے واضح ہو جائے۔

بعض اہم مقامات اور ان کے حکّام

(دورِ خلافتِ عثمانی میں)

قبل ازیں سابقہ عنوان میں چند ایک مناصب کا ذکر کیا ہے۔ اب چند مشہور مقامات کے ولاۃ و حکّام کا بیان کر دینا مناسب ہے۔ ان مقامات کے والی و حاکم کی حیثیت اس علاقہ کے لیے ڈپٹی کمشنر یا کمشنر کی طرح ہوتی تھی۔ ان علاقہ کے انتظامات ان کے سپرد ہوتے تھے۔

ان تفصیلات کے ذریعے اموی حکّام اور غیر اموی حکّام کا پتہ لگانا آسان ہوگا اور معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عثمانؓ نے کتنے افراد بنی امیہ سے لے کر حاکم بنا دیئے اور کتنی تعداد بنو امیہ کے ماسوا مقرر کی؟

(ا)

مکۃ المکرّمہ

مختلف مواقع پر عہدِ عثمانی میں مکّہ شریف کے لیے مندرجہ ذیل حاکم و والی متعیّن رہے ہیں۔

اوّل: خالد بن العاص بن ہشام المخزومی (صحابی)

الانتباہ: ملحوظ قارئین کرام کی خدمت میں معذرت عرض کی جاتی ہے کہ مآخذ کی بعینہٖ عبارات نقل کرنے اور پھر ان کا ترجمہ دینے میں طوالت ہوتی ہے اس وجہ سے بعض مقامات میں صرف اردو میں مطلب ذکر کرنے کے بعد حوالہ بتا دیا گیا ہے۔ تسلی فرمائیں اپنی طرف سے حوالہ کی صحت کی کوشش کی گئی ہے۔ (منہ)

(۱) ۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱، ص ۱۵۶ تحت عمالِ عثمانی ۔

(۲) ۔ تجرید اسماء الصحابہ، ج ۱، ص ۱۲۲ للذہبی دائرۃ المعارف طبع حیدرآباد دکن تحت خالد بن العاص ۔

دوم ــــ علی بن عدی بن ربیعہ (صحابی)

(۱) ۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱، ص ۱۵۶ تحت عمالِ عثمانی ۔

(۲) ۔ تجرید اسماء الصحابہ ص ۴۲۲ ج ۱ للذہبیؒ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۔

سوم ــــ عبداللہ بن عمرو الحضرمی

(۱) ۔ تاریخ طبری ج ۵، ص ۱۴۸ تحت عمالِ عثمانی ۳۵ھ

(۲) ۔ الکامل لابن اثیر، ج ۳ ص ۹۵ ۔

(۳) ۔ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ ص ۱۵۰، الباب الثامن طبع بیروت ۔

(۴) ۔ اور صاحب تاریخ یعقوبی (شیعہ) نے ص ۱۰۰ تحت ایام عثمانؓ طبع بیروت لبنان (جلد ثانی) میں عبداللہ مذکور کا مکہ شریف پر عامل عثمانی درج کیا ہے ۔

چہارم ــــ عبداللہ بن الحارث بن نوفل المطلبی ہاشمی ابو محمد (لقب ببّہ)

(۱) ــ طبقات ابن سعد ج ۵، ص ۱۵ تحت عبداللہ مذکور ۔ طبع لیدن ۔

(۲) تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ص۱۸۱،
جلد ۵ تحت عبد اللہ بن حارث۔

(۲)

المدینۃ المنورۃ

پنجم ـــــ جب حضرت عثمانؓ اپنے دورِ خلافت میں حج کو تشریف لے جاتے تو زید بن ثابت انصاریؓ (صحابی) کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب متعین فرما کر جاتے تھے۔

(۱) تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۵۶، جزء اول
تحت تسمیہ عمال عثمانی (طبع نجف اشرف عراق۔
(۲) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ الجزری، ج ۲، ص ۲۲۲
تحت زید بن ثابتؓ

(۳)

الطائف

ششم ـــــ الطائف پر عہد عثمانی میں القاسم بن ربیعۃ الثقفی والی اور حاکم تھے
(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸، تحت عمال عثمانی
(۲) الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۱۰۱۔
تحت اسماء عمال عثمانی۔
(۳) کتاب التمہید والبیان ص ۱۵۰، الباب
الثامن طبع بیروت لبنان۔
(۴) تاریخ یعقوبی (شیعی)، ج ۲، ص ۱۷۶، تحت ایام عثمان

(۴)

الصنعاء (یمن)

ہفتم ـــ صنعاء کے علاقہ پر یعلیٰ بن منیتہ التمیمی صحابی والی و حاکم تھے (جن کو یعلیٰ بن امیتہ بھی کہا جاتا ہے)

(۱) ـ الاستیعاب، ج ۳، ص ۶۲۵، تحت یعلیٰ بن امیتہ التمیمی۔
(۲) ـ الاصابہ، ج ۳، ص ۶۳۰ مع الاستیعاب تحت یعلیٰ مذکور
(۳) ـ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت اسماء عمال عثمانؓ۔
(۴) ـ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ ـ تحت اسماء عمالہ۔
(۵) ـ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، ص ۱ طبع بیروت
(۶) ـ تاریخ یعقوبی (شیعی)، ج ۲، ص ۱۷۶ ـ ذکر ایام عثمانؓ۔

(۵)

الجند (یمن)

ہشتم ـــ عہد عثمانی میں جند کے مقام پر عبداللہ بن ابی ربیعۃ المخزومی صحابی والی و حاکم تھے۔

(۱) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۳، ص ۱۵۵۔ تحت عبداللہ بن ربیعۃ المذکور، طبع تہران۔
(۲) الاصابہ، ج ۲، ص ۲۹۷ تحت عبداللہ بن ربیعہ
(۳) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت اسماء عمال عثمانؓ
(۴) الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ

(۵) — کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، الباب الثامن، ص ۵۰، طبع بیروت۔

— (۶) —

آذربیجان

نہم — آذربیجان کے علاقے پر اشعث بن قیس کندی (صحابی) والی و حاکم تھے۔

(۱) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۱، ص ۹۸ تحت الاشعث۔

(۲) — تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸، تحت اسماء عمال عثمانؓ۔

(۳) — الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۸۱، تحت اسماء عمالہ

(۴) — البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۲۷ تحت بیعۃ علیؓ بالخلافۃ۔

(۵) — کتاب التمہید والبیان، ص ۲۹، الباب الثامن

— (۷) —

حلوان

دہم — اور حلوان کے علاقہ کے لیے عتیبہ بن النہاس حاکم تھے۔

(۱) — تاریخ لابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ۔

(۲) ـــ الکامل لابن اثیر جزری، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمال عثمان رض۔

(۳) ـــ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۲۷، تحت بیعت علی رض بالخلافۃ۔

(۴) ـــ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان رض، الباب الثامن، ص ۱۴۶، طبع بیروت لبنان۔

ـــــ (۸) ـــــ

ہمدان

یازدھم ـــ ہمدان پر عہدِ عثمانی میں نُسیر نامی ایک صاحب والی و حاکم تھے۔

(۱) ـــ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمان رض

(۲) ـــ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمال عثمان رض

(۳) ـــ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان رض، ص ۱۳۹، باب ثامن۔

تنبیہ: ـــ حافظ ابن کثیر نے البدایہ، ج ۸، ص ۱۶۰، سنہ ۵۱ھ ذکر جریر بن عبداللہ البجلی میں لکھا ہے: قد کان [illegible] و ولاّہ عثمان علی ھمدان۔

یعنی حضرت عثمان رض کی طرف سے ایک وقت تک ہمدان پر جریر بن عبداللہ بجلی (صحابی) بھی حاکم و والی تھے۔

ـــ اور مشہور مؤرخ یعقوبی شیعی نے بھی تاریخ یعقوبی میں ہمدان پر حضرت عثمان رض کی طرف سے جریر مذکور کا حاکم و والی ہونا درج کیا ہے۔

(تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۷۱ تحت ایام عثمان رض و عمال عثمان رض)

(۹)

اصبہان

دوازدھم ——— اصفہان کے علاقہ پر حضرت عثمانؓ کی جانب سے السائب بن الاقرع والی تھے۔ (یہ صحابی ہیں)۔

(۱) ——— تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ
(۲) ——— الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ
(۳) ——— کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ
الباب ثامن، ص ۱۵۰ طبع بیروت

(۱۰)

جرجان

سیزدھم ——— جرجان کے مقام پر ذوالجوشن الضبابی حاکم تھے۔
(کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ
الباب ثامن، ص ۱۵۰ طبع بیروت لبنان)

(۱۱)

ماسبذان

چہاردھم ——— علاقہ ماسبذان پر ایک شخص حبیش نامی والی تھے۔

(۱) ——— تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ
(۲) ——— الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ

(۳)۔ کتاب التمہید والبیان، ص ۱۵۰۔ الباب الثامن۔

—— (۱۲) ——

قرقیسا

پانزدھم —— قرقیسا کے مقام پر (بعض اوقات) جریر بن عبداللہ (صحابی) حاکم و والی تھے۔

(۱) —— تاریخ ابن جریر طبری، ص ۱۴۸، جلد ۵ تحت اسماء عمال عثمان رضؓ

(۲) —— تاریخ ابن اثیر (الکامل) ص ۹۰، ج ۳ تحت اسماء عمالہ

(۳) —— تاریخ ابن کثیر (البدایہ) ج ۷، ص ۲۷ تحت بیعۃ علی بالخلافۃ۔

(۴) —— کتاب التمہید والبیان لمحمد بن یحییٰ بن ابی بکر، ص ۱۴۹۔ باب ہشتم۔

—— (۱۳) ——

ماہ

شانزدھم —— مقام ماہ میں مالک بن حبیب نامی ایک صاحب حاکم تھے۔

(۱) —— تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۸ تحت اسماء عمال عثمان رضؓ

(۲) —— تاریخ الکامل ابن اثیر ج ۳، ص ۱۰۵۔ تحت اسماء عمالہ

(۳) —— کتاب التمہید والبیان، ص ۱۴۹۔ الباب الثامن

(۱۴)

الرَّیٌ

شانزدهم —— رئی کے علاقہ پر عہدِ عثمانی میں سعید بن قیس حاکم و والی تھے۔

(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۹ تحت اسماء عمال عثمانؓ
(۲) تاریخ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۹۵ تحت اسماء عمالہ
(۳) کتاب التمہید والبیان، ص ۱۴۹ الباب الثامن

(۱۵)

قومس

ہشدہم —— قومس کے مقام پر عثمانی حاکم جبلہ بن حیوۃ الکنانی تھے۔

(کتاب التمہید والبیان، ص ۱۵۰، الباب الثامن طبع بیروت)

(۱۶)

الموصل

نوزدہم —— اور موصل کے علاقہ کے لیے حکیم بن سلامۃ والی و حاکم تھے۔

(کتاب التمہید والبیان لمحمد بن یحییٰ بن ابی بکر
الاندلسی، ص ۱۴۹، باب ہشتم)

(۱۷)

الصنعاء (شام)

بستم —— صنعاء کے مقام پر ثمامہ بن عدی (صحابی) حضرت عثمانؓ کی طرف سے

والی وحاکم تھے۔

"۔۔۔ کان (ثمامة) امیر العثمان رضؓ علی صنعاء"

(۱) الاستیعاب ،معہ الاصابہ، ج ۱،ص ۲۰۵
تحت ثمامہ بن عدی

(۲) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ،ص ۲۴۸-۲۴۹
جلد اول تحت ثمامہ بن عدی۔طبع طہران۔

اعتراض کنندگان کی نظروں میں چند مقامات

مشہور مقامات میں سے اب صرف آخری چار مقامات (کوفہ۔بصرہ۔شام۔مصر) کے والیوں کا ذکر باقی ہے وہ اب بیان کیا جاتا ہے۔اور عہدہ کتابت کا بھی ساتھ ذکر ہوگا۔معترضین احباب کی طرف سے یہ مقامات خصوصاً جائے اعتراض تصوّر کیے جاتے ہیں۔ہم نے ان مقامات کی متعلقہ چیزیں پیش کی ہیں ان پر منصفاً نظر غائر فرما کر حضرت عثمان رضؓ کے طریق کار کا جائزہ لیں اور معلوم کریں کہ:
آیا یہ سب کچھ کسی تعصّب اور خویش پروری کی بنا پر ہوتا رہا ہے؟ یا مسلمانوں کی بہتری اور وقتی تقاضوں کی بنا پر کیا جاتا رہا ہے؟ چونکہ امیر المومنین سیدنا عثمان رضؓ کی دیانت داری اور صداقت اور امانت پر جمہور اہلِ اسلام کو یقین اور اعتماد ہے اس وجہ سے ان کی کارکردگی اور پالیسی کو کسی شک وشبہ کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔اب ان مقامات کی متعلقہ اشیاء کو ملاحظہ فرمادیں۔

(۱۸)

الکوفہ

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ خلافتِ عثمانی کے دورِ اوّل اور آخری دور میں

کوفہ پر غیر اموی حاکم و والی تھے ۔ درمیان میں ۲ عدد عثمانی رشتہ دار (ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص) والی بنائے گئے ۔

کوفہ میں عزل ونصب کے متعلق تھوڑی سی وضاحت لکھی جاتی ہے جو حقیقت واقعہ سمجھنے کے لیے مفید ہوگی ۔

—— فاروقی خلافت کے آخری ایام میں کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ (صحابی) حاکم تھے ۔ عہد عثمانی میں یہ تقریباً ایک سال تک والی رہے ۔ پھر حضرت عثمانؓ نے انہیں معزول کرکے حضرت سعد بن ابی وقاص کو والی بنایا اور ساتھ یہ فرمایا کہ ان کی یہ معزولی کسی خیانت یا برائی کی وجہ سے نہیں ہے یعنی وقتی مصلحت کے تحت کی گئی ہے ۔

(تاریخ ابن خلدون جلد ثانی، ص ۹۹۸ - ۹۹۹ -
طبع بیروت لبنان تحت مقتل عمرؓ وامر الشوریٰ
وبیعت عثمانؓ)

—— پھر ۲۶ھ میں سعد بن ابی وقاص کو معزول کیا اور ولید بن عقبہ کو حاکم بنایا ۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۱ تحت ۲۶ھ
طبع اول مصری)

—— اس کے بعد ۲۹ھ میں ولید بن عقبہ کو معزول کر دیا اور سعید بن العاص کو والی وحاکم مقرر کیا ۔

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۲۰ ، جزء اول تحت ۲۹ھ
(۲) تہذیب التہذیب، ص ۱۴۳-۱۴۴ ، جلد ۱۱، تحت
ذکر ولید بن عقبہ ۔

—— کچھ مدت کے بعد اہل کوفہ نے سعید بن العاص کے خلاف شورش

کھڑی کر دی (جیسا کہ عراقیوں کی فطرت ہے) اور سعید کے عزل کا تقاضا کیا تو حضرت عثمانؓ نے ان کے مطالبہ کے پیشِ نظر ۳۴ھ میں سعید کو معزول کر دیا اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

پھر ابو موسیٰؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت تک والی و حاکم رہے۔

یہ مضمون مندرجۂ ذیل مقامات میں دستیاب ہے ملاحظہ فرماویں:۔

(۱) ـــ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۴۵، تحت ۳۴ھ۔

(۲) ـــ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۷۔ تحت تسمیہ عمّال عثمانؓ۔

(۳) ـــ الاصابہ لابن حجر، ج ۲، ص ۳۵۲۔ معہ الاستیعاب۔ تحت ذکر ابی موسیٰؓ (عبداللہ بن قیس)

(۴) ـــ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۲۔ تحت ذکر سعید بن العاص۔ طبع اوّل لیدن۔

تنبیہ

شیعہ مؤرخین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ عثمانی خلافت کے آخری ایام میں کوفہ کے والی و حاکم ابو موسیٰ اشعریؓ تھے۔

"۔۔۔ وعلی الکوفۃ ابا موسیٰ الاشعری"

(تاریخ یعقوبی شیعی، ج ۲، ص ۱۷۶۔ بحث عمّالِ عثمانؓ، طبع بیروت لبنان۔

مندرجہ کوائف کی روشنی میں

ـــ یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ کوفہ پر عثمانی خلافت کے دوران اموی حکام کو ہی مسلّط نہیں رکھا گیا بلکہ اوّل و آخر سالوں میں غیر اموی حضرات

حاکم بنائے گئے تھے۔ صرف درمیانی مدت میں دو عدد اموی اشخاص کو یکے بعد دیگرے والی حاکم بنایا گیا تھا۔

۔۔۔۔۔ پھر اس مدت میں بھی جب تبدیلی کے لیے حالات متقاضی ہوئے تو حضرت عثمانؓ نے والی کی معزولی فرما دی۔ اس موقعہ پر کسی قسم کی شدت نہیں پیدا ہونے دی۔ معزولی کے اسباب جو بھی لوگوں نے کھڑے کر دیئے۔ ان پر حضرت عثمانؓ نے کوئی سختی نہیں فرمائی۔

ولید بن عقبہ پر ان کے مخالفین نے شراب نوشی کا افترا باندھا حضرت عثمانؓ کے پاس اس بات کی گواہی دے دی۔ تو حضرت عثمانؓ نے ولید پر حد لگائی اور اس کو معزول کر دیا۔ (اس واقعہ کے تفصیلی حوالہ جات ہم انشاء اللہ بحث ثانی میں ذکر کریں گے۔ وہاں اس واقعہ کا پس منظر بہت عمدہ طریقہ سے معلوم ہو سکے گا)۔

۔۔۔۔۔ اسی طرح سعید بن العاص کے خلاف شورش پسندوں نے شورش کھڑی کر دی۔ (سبیا کہ اہل عراق کے طبائع میں عموماً شر و فساد تھا تو حضرت عثمانؓ نے شر کو فرو کرنے کے لیے سعید کی تبدیلی فرما دی۔

یہ تمام حالات حضرت سیدنا عثمانؓ کی انصاف پسندی، عدل گستری، سلامت روی کی گواہی دیتے ہیں اور حتی المقدور عوام کی بہتری اور پبلک کی رعایت کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔

۔۔۔۔۔ حضرت عثمانؓ پر طعن والزام قائم کرنے والے احباب نے اپنے معترضانہ ذوق کے مطابق ان تمام چیزوں کو خویش پروری وقبائلی عصبیت کے پلڑے میں ڈال دیا ہے اور قبیلہ پروری کا تاریخ مرتب کرنے کی خاطر زینہ بنا لیا ہے۔ (فَیَا لَلْعَجَب)۔

(۱۹)

البصرۃ

—— عثمانی خلافت میں بصرہ کے حاکم پہلے ابو موسیٰ الاشعری تھے (جن کا نام عبداللہ بن قیس ہے) ۔ پھر ۲۹ھ میں قریباً پانچ سال کے بعد (وقتی تقاضوں کی بنا پر) ان کو معزول کیا گیا ۔ ان کی جگہ عبداللہ بن عامر کو حضرت عثمانؓ نے حاکم اور والی بنایا ۔

"...... و ولّٰی ابن عامر البصرۃ سنۃ تسع وعشرین "

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۰۸ تحت تسمیۃ عمال عثمانؓ ۔

"...... واستعملہٗ عثمان رضی اللہ عنہ علی البصرۃ سنۃ تسع وعشرین بعد ابی موسیٰ ۔ الخ

(۲) — اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ص ۱۹۱، ج ۳ ۔ تحت ذکر عبداللہ بن عامر بن کریز)

—— اس معزولی وتبدیلی کو معترضین حضرات نے خدا جانے کیا کچھ رنگ دے دیا ہے؟ حالانکہ ان حضرات کے درمیان اس موقعہ پر کسی قسم کی کشیدگی اور رنجیدگی نہیں پیدا ہوئی ۔ اس چیز پر مندرجہ ذیل اشیاء بطور شہادت پیش کی جاتی ہیں ان میں غور فرماویں ۔

(۱)

—— حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جب معزول کیا گیا اور عبداللہ بن عامر حاکم مقرر ہو کر بصرہ پہنچے تو اس وقت لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے حضرت ابو موسیٰؓ نے

عبداللہ بن عامر کے حق میں کلام فرمایا وہ قابلِ تنقید ہے اور طعن کرنے والے احباب کے لیے لائقِ عبرت ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ:

"... قد اتاکم فتیً من قریشٍ کریم الامّھات والعمّات والخالات یقوم بالمال فیکم ھٰکذا وھٰکذا ... الخ

(۱) نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۴۷-۱۴۸!
تحت حالات عامر بن کریز۔

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۱۳، ج ۳۔
تحت عبداللہ بن عامر

(۳) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۳۶ تحت ۲۹ھ

یعنی قریش میں سے ایسے باعزت جوان آپ کے پاس پہنچے ہیں جن کی مائیں، پھوپھیاں، خالائیں، شریف اور سخی ہیں۔ اور اس طرح اس طرح تم کو مال دیں گے" (یعنی خوب سخاوت کریں گے)۔

(۲)

اور اس موقعہ پر عبداللہ بن عامر نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ان کا احترام و اکرام ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی گفتگو کی جو ان کے اخلاص و صفائی معاملات پر دلالت کرتی ہے۔ یہ ساتھ ساتھ باہمی عدم تکدر و عدم منافشت کا واضح ثبوت ہے۔

"... فاتاہ ابن عامر فقال یا اباموسیٰ ما احد من بنی اخیك اعرف بفضلك منی انت امیر البلد ان اقمت والموصول ان رحلت قال جزاك اللہ یا ابن اخی خیراً ثم ارتحل الی الکوفۃ۔"

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲، تحت عبداللہ

بن عامر بن کریز طبع اوّل لیدن۔

ــــــ یعنی عبداللہ بن عامر نے عرض کیا کہ اے ابو موسیٰ آپ کے بھتیجوں میں سے آپ کے فضل و شرف کو مجھ سے زیادہ پہچاننے والا کوئی نہیں۔ اگر آپ یہاں (بصرہ) میں قیام فرما دیں تو آپ کی حیثیت امیر شہر کی ہوگی اور اگر یہاں سے (دوسری جگہ) منتقل ہو جائیں تو بھی آپ کے ساتھ تعلق اور ارتباط قائم ہے۔

حضرت ابو موسیٰؓ نے (جواباً) فرمایا اے برادر زادے! اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے، اس کے بعد وہ کوفہ کی طرف منتقل ہو گئے۔

(۳)

نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ بصرہ سے یہ ان کی تبدیلی رضامندی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس میں کسی جبر و اکراہ یا ناخوشگواری کو دخل نہیں تھا ورنہ دوسری بار ابو موسیٰ اشعریؓ کوفہ میں والی بننا قبول نہ فرماتے۔

ان واقعات نے مسئلہ صاف کر دیا کہ منصب ہذا کی تبدیلی آپس میں باعزت طریقہ سے ہوئی تھی۔ کسی قسم کی باہم کشیدگی اور پریشانی نہیں پیش آئی تھی۔

ــــــ گروہ بندی اور عصبیّت کی تاریخ سازی کرنے والے حضرات کو اللہ ہدایت بخشے جنہوں نے اصل واقعات کو الٹ پلٹ کر مسئلہ کی تصویر کا رخ ہی بدل ڈالا۔ یہ ان بزرگوں کا اپنا فنّی کمال ہے۔ ورنہ حقیقت میں حضرت عثمانؓ کے پیش نظر قبائلی عصبیّت بالکل نہ تھی۔

ــــ(۲۰)ــــ

الشام

عہدِ نبوی | امیر معاویہؓ کے متعلق اتنی وضاحت ضروری ہے کہ امیر معاویہؓ کو

کاتبِ نبوی ہونا تو مسلمات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے مبارک عہد میں بعض اوقات امیر معاویہؓ کو عہدہ و منصب عطا فرمایا۔ جب وائل بن حجر اسلام لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو ایک قطعہ اراضی عطا فرمانے کا ارادہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے امیر معاویہؓ کو ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ جا کر وہاں سے ایک حلقۂ زمین ان کے لیے متعیّن کر کے ان کو دے دیں۔ اہلِ علم کی تسلّی کے لیے حوالہ کی اصلی عبارت ذکر کی جاتی ہے۔ وائل خود کہتے ہیں کہ:

"...... فبعث (رسُول اللہ صلعم) معی معاویۃ بن ابی سفیان قال و امرہٗ ان یعطینی ارضًا فیدفعھا الیّ۔"

(تاریخ کبیر بخاری، ص ۱۷۵-۱۷۶، ج ۴ ق ۲
تحت وائل بن حجر)

اور اسد الغابہ و اصابہ میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔

"...... و اقطعہٗ ارضًا و ارسل معہ معاویۃ بن ابی سفیان وقال اعطھا ایّاہ۔"

(اسد الغابہ، ج ۵ ص ۸۱ تحت وائل بن حجر۔
طبع طہران۔)

(الاصابہ، ج ۳ ص ۶۲۸ مع استیعاب
ذکر وائل بن حجر)

عہدِ صدیقی | صدیقِ اکبرؓ کی خلافت میں بھی امیر معاویہؓ کو ایک باعزت منصب، حضرت صدیقؓ نے عنایت فرمایا۔
علاقۂ شام میں امیر معاویہؓ کے بڑے برادر یزید بن ابی سفیان فتوحاتِ اسلامی

کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے ان کی معاونت کے طور پر وہاں ایک امدادی جماعت بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے شام کی طرف ایک جماعت روانہ کی اور اس جماعت پر امیر معاویہؓ کو امیر بنا کر رخصت فرمایا۔

عبارت ہٰذا میں یہ مضمون ملاحظہ فرماویں :۔

—— ..... واجتمع الیٰ ابی بکر اناسٌ فامّر علیہم معاویة وامرہ باللحاق بیزید فخرج معاویة حتی لحق بیزید ... الخ

(۱)—— تاریخ الطبری، ج ۴، ص ۲۰، تحت ۱۳ھ

(۲) - البدایہ لابن کثیرؒ ج ۷ ص ۴، تحت ۱۳ھ

عہدِ فاروقی | عہدِ فاروقی میں شام کے علاقہ میں یزید بن ابی سفیان فوت ہو گئے۔ (یہ ۱۸ھ یا ۱۹ھ میں طاعون عمواس کا موقعہ ہے)۔

تو ان کے قائم مقام امیر معاویہؓ کو حضرت فاروق اعظمؓ نے اس سلقہ کا امیر متعین فرمایا۔

پھر حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں شام کے علاقہ کا حاکم امیر معاویہؓ کو ہی برقرار رکھا۔

ذیل میں یہ مضمون درج ہے تسلی فرمالیں۔

"... ثم جمع عمر الشام کلہا لمعاویة واقرّہ عثمان"

(۱)—— سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۸۸ تحت معاویہ بن ابی سفیان۔

(۲)—— الاصابہ لابن حجر، ص ۴۱۲، ج ۳۔ تحت معاویہ بن ابی سفیان۔

(۳)—— تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۷۸، تحت تسمیۃ عمال عثمانؓ۔

(۴۴) ـــــ تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۲، ص ۱۰۲

تحت معاویہؓ بن ابی سفیان -

عہدِ عثمانی | مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کو ابی جدید حاکم نہیں مقرر کیا بلکہ سابق خلفاء کے مقرر شدہ حاکم کو علاقہ شام کے لیے برقرار رکھا -

امیر معاویہؓ اپنی طبعی صلاحیتوں کی بنا پر اپنے فرائض واجبی کو عمدہ طریقہ سے سرانجام دیتے تھے حکمرانی کا سلیقہ تھا اور عوام کے مسائل حل کرنے میں کوئی خامی نہیں چھوڑتے تھے اور نہ ہی رعایا کی طرف سے کوئی خاص شکایت پیش آتی تھی -

ان حالات کے تحت اگر مزید علاقے مفتوحہ ان کی تحویل میں دے دیئے گئے تو اس سے فتنے و فسادات کھڑے ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - جس آدمی کی شخصیت کے ساتھ عناد ہو تو اس کے متعلق قدم قدم پر اعتراضات قائم کیے جا سکتے ہیں -

ـــــ گروہی تعصب سے الگ ہو کر اگر انصاف سے کام لیا جائے تو اس مقام میں حضرت امیر معاویہؓ کا ایک اپنا بیان کافی و شافی ہے - وہ بھی ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

حضرت امیر معاویہؓ کا اپنا بیان: "...... ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان معصوما فولانی فادخل فی امرہ ثم استخلف ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فولانی ثم استخلف عمرؓ فولانی ثم استخلف عثمانؓ فولانی فلم آل لاحدٍ منہم ولم یولنی الا وھو راضٍ عنی ۔"

(تاریخ ابن جریر الطبری، ج ۵، ص ۸۷، تحت ۳۳ھ ذا تسییر من سیّر من اہل الکوفۃ الیہا)

یعنی امیر معاویہؓ (کوفہ کی ایک جماعت کو خطاب کر رہے تھے)،
فرماتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے انہوں نے مجھے حاکم اور والی بنایا اور اپنے کام میں داخل کیا
پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، انہوں نے بھی مجھے حاکم بنایا
ان کے بعد عمرؓ خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی مجھے والی مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ کے بعد عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی مجھے حاکم بنایا۔ پس میں ان میں سے جس کے لیے والی بنا اور جس نے بھی مجھے والی بنایا وہ سب مجھ سے راضی رہے (کسی کو شکایت نہیں ہوئی)۔"

خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ـــــ امیر معاویہؓ کے حق میں جو سنتِ نبوی تھی حضرت عثمانؓ نے اس کے موافق عمل درآمد کیا۔

(۲) ـــــ اسی طرح صدیقی و فاروقی دور کا جو طریق کار امیر معاویہؓ کے لیے آ رہا تھا، حضرت عثمانؓ نے اسی کو جاری رکھا۔ کوئی جدید طرزِ عمل نہیں اختیار کیا۔

(۳) ـــــ ان کے عوام کی طرف سے امیر کی تبدیلی کا کوئی تقاضا سامنے نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے ان کو بدل دیا جاتا۔

اندریں حالات سیدنا عثمانؓ کے حق میں امیر معاویہؓ کو حاکمِ شام رکھنے پر کنبہ پروری، تعصب اور قبائلی عصبیت کا پروپیگنڈا کرنا نہایت ناانصافی ہے اور حقیقتِ واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔

(۲۰)

مصر

خلافتِ عثمانی میں حضرت عمرو بن العاص مصر کے حاکم اور والی تھے ۔ وقتی تقاضوں کے موافق عثمانی دور کے سال چہارم میں یعنی ۲۷ھ میں ان کو معزول کیا گیا ۔
ان کی جگہ پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو متعین کیا گیا ۔ یہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی برادر تھے ۔ یعنی حضرت عثمانؓ نے عبداللہ کی ماں کا دودھ پیا تھا ۔

(ملاحظہ ہو :- اسد الغابہ ، ج ۳ ، ص ۱۷۳ ۔ تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح)

— عبداللہ بن سعد مذکور بنی امیّہ سے نہیں ہیں بلکہ بنی عامر سے تھے ۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کا رضاعی برادر ہونا ہی ان کا جرم تجویز کر لیا گیا ہے ۔
— منصب کی یہ تبدیلی بھی کسی تعصب یا قبیلہ پرستی کی بنا پر نہیں کی گئی تھی حضرت عثمانؓ کے سامنے قبائلی عصبیت وغیرہ کے نظریات بالکل نہ تھے ، بلکہ اس موقعہ کی مصالح اور ضرورتوں کے تحت یہ تبادلے کیے جاتے تھے ۔
اس چیز پر مندرجۂ ذیل واقعات ہم ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں ۔ ان میں غور کرنے سے یہ مسئلہ صاف ہو جائے گا ۔

اوّل — خلیفہ بن خیّاط نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

— وفیہا (سنہ ۲۷ھ) عزل عثمان بن عفان عمرو بن العاص عن مصر و ولّاھا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فغزا ابن ابی سرح افریقیّۃ ومعہ العبادلۃ عبداللہ بن عمرؓ ۔ عبداللہ بن عمروؓ ، عبداللہ بن الزبیرؓ ۔ الخ

"یعنی ۲۷ھ میں عمرو بن العاصؓ کو حضرت عثمانؓ نے مصر سے معزول کیا اور عبداللہ بن سعد کو والی بنایا تو عبداللہ نے اسی سال افریقہ کی جنگ کی مہم شروع کی۔ اس جنگی مہم میں عبداللہ بن عمرؓ اور عمرو بن العاص کے لڑکے عبداللہ اور ابن زبیر وغیرہم اس کے ساتھ شریک جنگ ہوئے"

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۳۴۔ تحت ۲۷ھ۔

(۲) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۷۔ تحت تسمیۃ عمال عثمانؓ۔

(۳) فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۳۴۔ تحت عنوان فتح افریقہ۔

(۴) تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۰۳، جلد ثانی تحت عنوان ولایۃ عبداللہ بن ابی سرح علی مصر و فتح افریقہ۔ طبع بیروت

دوم —— اس کے بعد دوسرا واقعہ (۳۰ھ) کا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمادیں —خلافت عثمانی میں خراسان و طبرستان وغیرہ علاقوں کی فتوحات کے لیے ایک زبردست فوج تیار کی گئی۔ امیر لشکر سعید بن العاص اموی تھے۔ بڑے بڑے اکابرین اُمت اور صحابہ کرامؓ اس مہم میں شریک ہوئے۔ ان حضرات میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بھی تھے اور وہ اس کار خیر میں بخوشی شریک ہوتے تھے۔

اہل علم کی تسلی کے لیے طبری کی عبارت بلفظہ درج کی جاتی ہے اور باقی مؤرخین کا صرف حوالۂ کتاب دے دیا ہے۔

"... عن حنش بن مالک قال غزا سعید بن العاص من

الکوفۃ سنۃ ۳۰ھ یرید خراسان ومعہ حذیفۃ بن
الیمان وناس من اصحاب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم
ومعہ الحسن والحسین وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن
عمر وعبداللہ بن عمرو بن العاص وعبداللہ بن الزبیر الخ

(۱)۔۔۔ تاریخ للطبری، ج ۵، ص ۵۷۔ ذکر الخبر عنہ
عن غزو سعید بن العاص طبرستان۔
(۲)۔۔۔ الکامل لابن اثیر، ج ۳، ص ۵۴۔ ذکر غزوۂ طبرستان
(۳)۔۔۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۴ تحت سنہ ۳۰ھ
(۴)۔۔۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۱۸ تحت
غزوۂ طبرستان۔ طبع بیروت۔

۔۔۔ اگر عمرو بن العاص کی معزولی متعصبانہ اور قابلِ اعتراض تھی تو اس دور کے اکابر صحابہ کرامؓ کو اولاً حق پہنچتا تھا کہ اس کے خلاف عملاً احتجاج کرتے اگر خلیفۂ اسلام اپنی قبیلہ پرستی سے باز نہ آتے تو ان کے اہم کاموں میں شریک کار ہونا ترک کر دیتے۔ یہاں معاملہ برعکس ہے کہ خود عمرو بن العاصؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرو بن العاص اسی سال (۲۷ھ) میں افریقیہ کی مہم میں باقی اکابرین کے ساتھ شریک جہاد ہوتے۔ اور غنائم سے دوسروں کی طرح حصہ رسدی حاصل کیا۔ اور دوسرے کسی بزرگ نے بھی یہ اعتراض نہیں کھڑا کیا۔

۔۔۔ پھر سنہ ۳۰ھ میں بھی غزوۂ طبرستان وغیرہ میں یہی صاحبزادے دیگر بزرگوں کی طرح شریکِ جنگ ہوئے اور ان مہموں میں پوری طرح حصہ لیا۔

مختصر یہ ہے کہ ان واقعات کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کے والد (عمرو بن العاص) کو ان کے منصب سے کسی گروہ بندی اور

عصبیّت کی وجہ سے الگ نہیں کیا گیا تھا بلکہ وقتی مصلحت اور ملّی ضرورت کے تحت یہ معاملہ پیش آیا تھا۔

اکابر صحابہ کرام کے تعامل سے یہ مسئلہ صاف اور بے غبار ہے۔

اعتراض کنندگان کی کج بحثی کا کوئی علاج نہیں۔ مالک کریم سب مسلمانوں کو تمام صحابہ کرام کے حق میں حسنِ ظنی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور معترض احباب کو ہدایت بخشے۔

کاتب کا منصب

"تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے لیے مروان بن الحکم الکاتب تھا۔"

(تاریخ خلیفہ بن خیّاط، ج ۱، ص ۱۵۷ تحت عمال عثمانی، طبع عراق)۔

حکومت کے عہدوں میں اس دور کے اعتبار سے کاتب کا صحیح مفہوم "منشی" اور "محرّرِ دفتر" ہے۔ معترضین حضرات نے اس چھوٹے سے عہدہ کے مفہوم کو من مانی تشریحات کا جامہ پہنا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ پوری سلطنتِ عثمانی کا سیکرٹری تجویز فرما کر تمام ملک کے دروبست پر مسلّط فرما دیا۔

اعتراض کنندگان کے بابرکت قلم کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے اور ان کے فنِ خطابت کا یہ کمال ہے ورنہ اس دور میں کہاں منشی و محرّر کا مقام اور کہاں تمام ملک پر مسلّط سکرٹری کا منصب؟

ع   جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(۱) اس سلسلہ میں ناظرین کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ مروان بن الحکم عہدِ عثمانی

میں ہمیشہ کاتب (یعنی منشی یا محرّر) کے عہدہ پر نہیں تھا۔ بلکہ ایک زمانہ تو اس کو البحرین کے علاقہ پر حاکم و والی بنایا گیا۔

خلیفہ بن خیّاط نے اس مسئلہ کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے:

"۔۔۔۔ ومن وُلاتِہ علیہا مروان بن الحکم"

(تاریخ خلیفہ بن خیّاط، ص ۱۵۹، جزء اوّل
تحت تسمیۃ عمّالِ عثمانی)

"یعنی حضرت عثمانؓ کے دور میں جو لوگ بحرین کے علاقہ کے لیے والی و حاکم بنائے گئے ان میں مروان بن حکم بھی ہے۔"

(۲) دوسری یہ چیز ہے کہ بعض اوقات مروان نے اسلامی جنگوں میں شرکت کی ہے۔ چنانچہ بلاذری نے غزوۂ افریقیہ کے واقعات کے تحت نقل کیا ہے:
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے جنگِ افریقیہ کے لیے تیاری کی تو اس کی امداد کے لیے ایک عظیم جماعت مدینہ طیّبہ سے حضرت عثمانؓ نے روانہ کی۔ ان لوگوں میں معبد بن العباس بن عبدالمطلب ہاشمی۔ مروان بن الحکم اموی۔ ۔ ۔ ۔ عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاص وغیرہم بہت سے حضرات تھے۔

"۔۔۔۔ و امدّہٗ بجیشٍ عظیم فیہ معبد بن العباس بن عبد المطلب و مروان بن الحکم بن ابی العاص ۔ ۔ ۔ الخ

(فتوح البلدان احمد بن یحیٰ بلاذری ص ۲۲۳۔
تحت عنوان فتح افریقیہ۔ طبع مصری)

—— اسی طرح ابن عذاری المراکشی نے اپنی کتاب "البیان المغرب فی اخبار المغرب" کی ابتدا میں درج کیا ہے کہ فتح افریقیہ کے لیے جو مسلمانوں کا لشکر گیا

تھا اس میں مروان بن الحکم موجود تھا اور شریک لشکر تھا۔

"۔۔۔۔ خرج جیش المسلمین الی فتح افریقیۃ وفی الجیش

مروان بن الحکم"۔

(کتاب البیان المغرب فی اخبار المغرب ص ۳ تحت

ذکر فتح افریقیہ۔ طبع بیروت)

ان تاریخی واقعات کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ مروان بن الحکم، عہدِ عثمانی میں ہمیشہ "کاتب" بھی نہیں رہا ہے چہ جائیکہ تمام سلطنتِ عثمانی پر سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے فائز رہا ہو۔

—— اس کے بعد یہ گذارش بھی قابلِ توجہ ہے کہ:

— جو شخص بھی خلیفۃ المسلمین کا کاتب و محرّر مقرر ہو وہ سلطنتِ اسلامی کا سیکرٹری بن جاتا ہے؟ یہ کوئی اصولِ ریاست میں سے نہیں ہے۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل واقعات سامنے رکھیں اور تدبّر فرما دیں۔

(۱) —— مثلاً حضرت سیدنا صدّیق اکبرؓ کے عہد میں حضرت عثمانؓ بن عفان ان کے کاتب و منشی تھے۔

"۔۔۔ وکان عثمان بن عفّان کاتباً لابی بکر الصدّیق"۔ الخ

(کتاب المحبّر لابی جعفر البغدادی، ص ۳۷۷

تحت اسماء اشراف الکتّاب۔ طبع دکن)

(۲) —— اور فاروق اعظمؓ کے عہد میں زید بن ثابت انصاریؓ کاتب و محرّر تھے اور ایک شخص معیقیب بھی کاتب تھے۔

"وکاتب عمرؓ زید بن ثابت وقد کتب لہ معیقیب"۔ الخ

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۳۰، الجزء الاوّل، طبع عراق۔
تحت تسمیۃ عمّال عمر بن الخطّاب، کتّابہٗ و حاجبہٗ و خازنہٗ، الخ

مطلب یہ ہے کہ ان خلفاء حضرات کے کاتبوں اور منشیوں کو کوئی بھی سلطنت کا سیکرٹری نہیں تصور کرتا تو حضرت عثمانؓ کے محرر و منشی کے متعلق ملک بھر کا سیکرٹری بنانے کی کیوں تکلیف فرمائی جا رہی ہے؟

تنبیہ

"الکاتب" کے منصب کے ضمن میں ایک "تاریخی اصطلاح" کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دور کے بہت بعد "عباسی خلفاء" وغیرہ کے ایام میں خلیفہ کے ہاں ایک منصب "الکاتب" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ علم و ادب میں فائق اور حالاتِ حاضرہ سے باخبر شخصیت کو اس کے لیے منتخب کیا جاتا تھا۔

وہ خلیفہ کے لیے علمی، ادبی، خطابی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔ تحریر و تقریر کے مقاصدِ حکومت اس کے ذریعہ مکمل کرتی تھی۔ اس منصب کے عہدہ دار کو عالمانہ نفاست اور اختیاراتِ حکومت سے کچھ تعلق نہ ہوتا تھا۔

—— ایسے مخصوص منصب "الکاتب" کا عثمانی ایامِ خلافت میں سرے سے کوئی وجود نہیں تھا۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں جو "کاتب" خلیفہ کے لیے کام کرتے تھے ان کی حیثیت ہم نے صدیقی و فاروقی دور کے کاتبوں میں اوپر عرض کر دی ہے اس سے زیادہ کچھ نہ تھی وہی حیثیت حضرت عثمانؓ کے سامنے مروان کی تھی۔

معترض احباب نے بذریعہ "مشاکلۂ لفظی" یعنی الکاتب کے لفظ کے ذریعہ فریب

دینے کی سعی کی ہے اور عثمانی دور کے منشی و محرّر کے منصب کو تمام ملک کے چیف سیکرٹری کے نام سے تعبیر کر دیا ہے اور عثمانی خلافت کے تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں دکھلانے کی تجویز کی ہے جو بالکل خلاف واقعہ ہے اور سراسر فریب دہی ہے۔

انصاف پسند حضرات سے امید ہے کہ ان معروضات کے بعد "منصب ہذا" کے مسئلہ کو خود حل فرما سکیں گے۔

—— مروان بن الحکم کے متعلق بعض اشیاء بحث ثانی میں دلعونہ تعالےٰ درج ہوں گی۔ تھوڑے سے انتظار کی تکلیف فرما دیں۔

عزل و نصب کے معاملہ میں

امام بخاریؒ کی ایک روایت

اس مسئلہ کی بحث اوّل کا یہ آخری حصّہ ہے۔ امید سے زیادہ طوالت ہو گئی ہے تاہم مندرجۂ ذیل روایت کا اندراج عزل و نصب کی بحث میں مفید سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

امام بخاریؒ نے "تاریخِ صغیر" میں باسند روایت نقل کی ہے:

—— حدثنا جبیر حدثنی جھیم الفہری قال انا شاھد الامر کلّہ قال عثمانؓ لیقم اھل کل مصر کرھوا صاحبھم حتی اعزلہٗ عنھم و استعمل الّذی یحبّون فقال اھل البصرۃ رضینا بعبد اللہ بن عامر فاقرّہ وقال اھل الکوفۃ اعزل عنا سعید بن العاص و استعمل ابا موسیٰ ففعل

وقال اهل الشام قد رضینا بمعاویۃ فاقرّہ وقال اهل مصر اعزل عنا ابن ابی سرح واستعمل علینا عمرو بن العاص ففعل "۔

(تاریخ صغیر امام بخاری، ص ۴۴، ۴۵ طبع الٰہ آباد (ہند)

"یعنی (ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ جن مقامات کے لوگ اپنے حاکم کو ناپسند کرتے ہوں وہ کھڑے ہو جائیں (ان کی شکایت کی بنا پر) ان کے حاکم اور والی کو معزول کر دوں گا اور جس شخص کو وہ پسند کرتے ہوں اس کو عامل و حاکم بنا دوں گا۔ (اس اعلان کے بعد)

(۱) ـــــ اہل بصرہ نے کہا کہ عبداللہ بن عامر پر ہم راضی ہیں۔ یہ ہمیں منظور ہے تو ان کے لیے ابن عامر کو برقرار رکھا۔

(۲) ـــــ اور کوفہ والوں نے کہا ہمارے ہاں سے سعید بن العاص کو معزول کر دیجیے اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو حاکم بنا دیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح کر دیا۔

(۳) ـــــ اہلِ شام نے کہا کہ ہم امیر معاویہؓ کی حکومت پر راضی ہیں تو حضرت عثمانؓ نے شام کے علاقہ کے لیے انہیں برقرار رکھا۔

(۴) ـــــ اہلِ مصر نے کہا کہ ہمارے ہاں سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو معزول کر کے عمرو بن العاص کو عامل و والی بنا دیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح کر دیا۔

ـــــ اس روایت کے اعتبار سے سیدنا امیر المؤمنین عثمانؓ کا کردار اس معاملہ میں نہایت بے داغ نظر آتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کامل دیانتداری کے ساتھ

عوام کے احساسات اور مفادات کو پوری طرح ملحوظ رکھا کسی قسم کی جانبداری اور قبیلہ پرستی سامنے نہیں رکھی۔

اس روایت نے بڑے بڑے الجھاؤ صاف کر دیئے ہیں اور اس نوعیت کی بشیتر داستانیں ختم کر کے رکھ دی ہیں۔

معترضین حضرات اگر تعصب دُور فرما کر انصاف پسندی اور خدا خوفی سے کام لیں تو مسئلہ صاف ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی خفا باقی نہیں رہا۔

تنبیہ

امام بخاریؒ کی مندرجہ روایت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ مروان بن حکم کی بے اعتدالیوں کی داستانیں اور اس کے ملکی تسلّط کے قصّے جو سنائے جاتے ہیں وہ بشیتر بے اصل اور لغو ہیں اگر ان میں اصلیّت ہوتی تو اس دَور کے مسلمانوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے جہاں عزل و نصب کے دیگر مسائل پیش کیے تھے وہاں مروان کے الگ کروانے کا مسئلہ بھی ضرور پیش کرتے اور اس کو برطرف کروا دیتے۔ حضرت عثمانؓ کی طرف سے تو اس نوعیّت کے مسائل حل کرانے کی پیش کش ہوئی تھی اور حاضرین پھر بھی مروان کے حق میں خاموش رہے۔ سچ ہے کہ "السکوت فی معرض الحاجۃ الی البیان بیانٌ"۔

(۱) اصول البزدوی، ص ۱۶۰، باب تقسیم الراوی طبع نور محمد، کراچی)

(۲) اصول شاشی صہ ۲، فصل بیان الحال

اختتام بحث اوّل

اس بحث کے اوّل سے لے کر آخر تک مناصبِ عثمانی اور ان کے حکّام کی ایک

تفصیل دے دی گئی ہے۔ ان میں اموی وغیر اموی کا حساب لگانا اور اقربا و غیر اقربا کا شمار کرنا ناظرین کرام کے لیے بڑی سہولت سے ہو سکتا ہے۔ عہدِ عثمانی کی تمام سلطنت پر تدبّر سے نظر ڈال کر نتائج خود لگائیں اور موازنہ قائم کریں کہ کس قدر بنوامیہ کو مسلط کر دیا گیا اور کتنی تعداد باقی قبائل کے حکّام کی تھی؟

کیا حضرت عثمانؓ نے اپنے دور میں جانب دارانہ سلوک روا رکھا تھا؟ اور اپنے قبیلہ کے افراد کو تمام سلطنتِ عثمانی پر قابض بنا دیا تھا؟

——— ہم نے تاریخی مواد قلیل سی سعی کر کے بحوالہ کتب آپ حضرات کے سامنے رکھ دیا ہے نتیجہ پر پہنچنا اب قارئین حضرات کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اتنی عظیم و وسیع سلطنت میں صرف چار پانچ آدمی رشتہ دار حاکم بنائے گئے اور ان میں سے بھی بعض حسب ضرورت ادلتے بدلتے رہے۔ کیا اسی کا نام ہے "حکومت کے تمام اختیارات ایک خاندان کے لیے جمع کر دیئے گئے"؟ انصاف فرما دیں۔

——— اس کے بعد اب دوسری بحث شروع ہو گی اس میں ان حضرات کی لیاقت اور صلاحیت و کردار کا مسئلہ سامنے رکھا جائے گا۔ اور ان کی دینی، ملّی خدمات کا ذکر کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بحث ثانی

یہاں اس اعتراض کا جواب پیش کرنا مناسب ہے جس میں معترض دوستوں نے لکھا ہے کہ:

"فانہٗ ولّی امور المسلمین من لا یصلح للولایۃ حتّٰی ظھر من بعضھم الفسوق و من بعضھم الخیانۃ ... الخ"

"منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ لابن المطہر الحلی الامامی الشیعی بحث مطاعن عثمانی ص۶۶ مطبوعہ در آخر جلد رابع از منہاج السُّنّہ (طبع لاہور)

"یعنی عثمانؓ نے مسلمانوں کے تمام اُمور کا ایسے کارندوں کو حاکم بنا دیا جو لوگ حکومت کرنے کی "صلاحیت" اور "لیاقت" نہیں رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض افراد سے فسق و فجور ظاہر ہوا اور بعضوں سے خیانتیں صادر ہوئیں وغیرہ وغیرہ"

——— حضرت عثمانؓ کے اقرباء میں سے یہ وہی اشخاص ہیں جن کا بحث اوّل میں ذکر ہو چکا ہے یعنی ولیدؓ بن عقبہ۔ سعیدؓ بن العاص، عبداللہؓ بن عامر بن کریز۔ امیر معاویہؓ بن ابی سفیان۔ عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح۔ مروانؒ بن الحکم۔

ان حضرات پر یہ طعن ہے کہ ان لوگوں کو حضرت عثمانؓ نے حکومت کی ذمہ داریاں سپرد کیں حالانکہ یہ لوگ حکومت کی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتے

تھے بلکہ فاسق و خائن تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی حکومت کو نقصان پہنچایا۔ ان کی وجہ سے دین کا تنزل ہوا۔ اسلام کی بربادی ہوئی اور ان کو مناسب ملنے کی وجہ سے جاہلی تعصب اور قبائلی دھڑے بندی اس دور میں پھر عود کر آئی اور یہ چیز قتلِ عثمانی پر منتج ہوئی۔

— اس مسئلہ کے جواب کے لیے پہلے چند تمہیدات پیشِ نظر رکھیں اس کے بعد مندرجہ بالا افراد میں سے ہر ایک کی پوزیشن الگ الگ ملاحظہ فرما دیں۔

اس طریقہ سے معلوم ہو سکے گا یہ کس قسم کے لوگ تھے؟ ان کا کردار کیا تھا؟ ان کے سبب سے ملتِ اسلامیہ کو فائدہ ہوا یا نہ ہوا؟ اسلام کی انہوں نے کتنی خدمات سر انجام دیں۔ اور یہ لوگ اسلامی سلطنت کے حق میں اہل ثابت ہوتے یا نا اہل؟ کیا ان لوگوں کی وجہ سے کوئی قبائلی عصبیت لوٹ آئی تھی؟ یا صرف پروپیگنڈا ہے؟

تمہیدات

(۱)

— معصیت اور خطا سے معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کی صفت ہے۔ مندرجہ حضرات خطا سے مبرا نہ تھے۔ نہ فرشتوں کی طرح گناہوں سے محفوظ تھے۔ انسان تھے اور انسان سے خطا سرزد ہونا کچھ بعید نہیں۔

(۲)

— اعتراض پیدا کرنے والے احباب نے ان لوگوں کے نقائص و

معائب عوام کے سامنے بڑی کوشش سے نشر فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کے کردار کی یہی پسندیدہ تصویر ان کے پاس تھی جو انہوں نے دکھلا دی ہے۔

اب ہم آئندہ اوراق میں ان مطعونین کی شخصیت کی تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے ناظرین حضرات کے لیے ایک شخص کے محاسن و قبائح کے دونوں پہلو پیش نظر ہوں گے۔

بالفرض ان میں کچھ خامیاں تھیں تو ساتھ ہی ان کی خوبیوں کو بھی ملحوظِ نظر رکھنا ہو گا۔ ع

"عیب وی جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو"

(۳)

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ نے ان لوگوں پر اعتماد کیا اور ذمہ داریاں سپرد فرمائیں اگر مفوضہ امور کے یہ اہل نہ ہوتے اور ان میں صلاحیت نہ ہوتی تو حضرت عثمانؓ ان لوگوں کو اُمت کے اہم کام تفویض ہی نہ فرماتے۔

اب ان چھ حضرات کے متعلقات علی الترتیب پیش کیے جاتے ہیں اس پر بحث ثانی تمام ہو گی۔

ولید بن عقبہؓ کے متعلقات

نسب اور اسلام | پدری سلسلہ نسب اس طرح ہے :
—— ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس ....
یکنٰی ابو وہب ....

(طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۱۵ -
تحت، ولید بن عقبہ)

—— اور مادری نسب یہ ہے :
" امّہ اروٰی بنت کریز بن ربیعہ .... وھو اخو عثمان
بن عفان لامّہ .... "

(طبقات ابن سعد، ج ۶، ص ۱۵ -
تحت ولید بن عقبہ)

—— و امّ بنی عقبۃ ھٰؤلاء اروٰی بنت کریز بن ربیعہ
.... و امّہا البیضاء ام حکیم بنت عبد المطلب توأمۃ
ابی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم و اخوھم لامّھم
عثمان بن عفّان "

(نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۴۶
تحت، اولاد عقبہ بن ابی معیط)

مطلب یہ ہے کہ ولید بن عقبہؓ اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے چھٹی پشت

(یعنی عبدمناف) میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ساتھ نسب میں شریک ہیں اور چھٹا دادا مشترک ہے ۔ اور ولید کی کنیت ابو وہب ہے ۔

اور ماں کی جانب سے تعلق اس طرح ہے کہ

ولید کی ماں کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ ہے ۔ اور اروی حضرت عثمانؓ کی بھی ماں ہے ۔ اس وجہ سے ولید اور حضرت عثمانؓ باہم ماں جائے برادر ہیں ۔

پھر اروی بنت کریز کی ماں (یعنی ولید و عثمانؓ دونوں کی نانی) البیضاء ام حکیم ہے جو عبدالمطلب بن ہاشم کی لڑکی ہے ۔

۔ ——— اور البیضاء ام حکیم نبی کریم علیہ السلام کے والد شریف حضرت عبداللہ کی توأم ہے (یعنی ایک بطن سے پیدا شدہ ہیں) لہٰذا عقبہ کی اولاد (ولید وغیرہ) حضرت عثمانؓ کے لیے ماں جائے برادر ہیں ۔

——— تشریح ہٰذا کے ذریعے ولید اور حضرت عثمانؓ کا نسبی تعلق معلوم ہو گیا ۔ اور ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے ساتھ جو ولید کی قرابت نسبی و خاندانی ہے وہ بھی واضح ہو گئی[1]۔ یعنی ولید کی ماں بنی ہاشم حضرات کی بنت البنت (نواسی) ہے (۲) ولید کی ماں کے ننہال بنی ہاشم ہیں (۳) اور ولید بن عقبہ حضرت علیؓ کی پھوپھی زاد بہن کے لڑکے ہیں ۔

——— اور ولید فتح مکہ کے موقعہ پر ایمان لائے تھے ۔ (مشہور روایت یہی ہے) اور حضور علیہ الصلوٰۃ کے صحابہ کرامؓ میں سے ہیں ۔

. . . . الولید بن عقبۃ بن ابی معیط . . . . من مسلمۃ الفتح . . . .

(۱) ——— تجرید اسماء الصحابہ، ج ۲ ص ۱۳۹ للحافظ الذہبی طبع اوّل، دکن ۔

"..... واسلم الولید واخوہ عمارۃ یوم الفتح ..."

(۲)— الاصابہ، ج ۳، ص ۶۰۱، جلد ثالث معہ الاستیعاب تحت الولید بن عقبہ۔

یعنی ولید اور ان کا برادر عمارہ دونوں فتح مکہ کے روز ایمان لائے تھے۔

طبعی لیاقت

ولید فتح مکہ کے موقعہ پر ایمان لائے۔ اپنی ذاتی لیاقت کی بناء پر کئی اوصاف کے مالک تھے۔ قبیلۂ قریش کے اہم لوگوں میں سے تھے۔ شرفاء قوم میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بہادر و شجاع تھے۔ باحوصلہ آدمی اور سخی مرد تھے۔ اپنے دور کے شاعر بھی تھے۔

یہ چیزیں عبارت ذیل میں ملاحظہ فرماویں۔

(۱) ...... وکان الولید، من رجال قریش وشعرائہم و کان لہ سخاء ... الخ

(۲) ...... وکان الولید شجاعاً شاعراً جواداً ... الخ

(۳) — اسلم یوم الفتح ..... وکان من رجال قریش ظرفاً وحلماً وشجاعۃً وادباً وکان شاعراً شریفاً ... الخ۔"

(۱) نسب قریش المصعب الزبیری، ص ۱۳۵ تحت اولاد عقبہ بن ابی معیط۔

(۲) الاصابہ، ج ۳، ص ۶۰۱ معہ استیعاب تحت الولید بن عقبہ۔

(۳) تہذیب التہذیب، ص ۱۴۲-۱۴۴، ج ۱۱ تحت الولید بن عقبہ۔

حاکم و عامل بنایا جانا

علماء رجال و تراجم نے لکھا ہے کہ

(۱) ـــــ فتح مکہ کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی مصطلق کے صدقات کی وصولی پر عامل و حاکم مقرر فرمایا۔

(۲) ـــــ پھر صدیق اکبرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قبیلہ بنی قضاعہ کے صدقات پر ولید بن عقبہ اور عمرو بن العاص دونوں کو عامل متعین فرمایا۔ اور ان دونوں کو رخصت کرنے کے لیے حضرت صدیقؓ خود مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ دونوں حضرات کو خدا خوفی کی وصیتیں فرمائیں اور روانہ کیا۔

(۳) ـــــ اور فاروقی دور میں حضرت فاروقِ اعظمؓ نے ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی تغلب، کے صدقات پر عامل و حاکم کی حیثیت سے تعینات فرمایا

(۴) ـــــ اور حضرت عثمانؓ نے بھی ولید بن عقبہ کو عامل و حاکم مقرر کیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے (یعنی بحث اوّل میں گزر چکا ہے۔

مقاماتِ ذیل کی طرف رجوع کریں۔ یہاں یہ مسئلہ درج ہے۔

(۱) . . . . الولید بن عقبۃ بن ابی معیط علی بنی مصطلق الخ اسلم یوم الفتح بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدقات بنی مصطلق۔

(۱) ـــــ کتاب المحبر ص ۱۲۶ تحت امراء نبوی۔

(۲) ـــــ تہذیب التہذیب، ج ۱۱ ص ۱۴۲ تحت الولید

(۲) . . . . کتب ابوبکر الی عمرو بن العاص والی ولید بن عقبۃ وکان علی النصف من صدقات قضاعۃ وقد کان ابوبکرؓ شیّعھما مبعثھما علی الصدقۃ و اوصٰی کلّ

واحدٍ منهما بوصيّةٍ اتّق الله فی السرّ والعلانیة "

(تاریخ للطبری، ج ۴، ص ۲۹ تحت سنہ ۱۳ھ)

(۳) . . . . . وولّاہ عمر علی صدقات بنی تغلب وولّاہ عثمان علی الکوفۃ ثم عزلہ . . . . . وفی تسع وعشرین عزل عثمان عن الکوفۃ الولید بن عقبۃ . . . الخ

(تہذیب التہذیب، ص ۱۴۳-۱۴۴، ج ۱۱۔ تحت الولید بن عقبۃ)

(۱) کارکردگی وکارنامے

اس سلسلہ میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں :

ولید بن عقبہ میں کام کی اہلیت تھی اور انتظام کی صلاحیت بھی۔ اس بنار پر خلفائے راشدین کی طرف سے ملّت کے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔

—— چنانچہ حضرت عمرؓ کی جانب سے قبیلہ بنی تغلب پر عامل رہے اور عرب الجزیرہ کے علاقہ پر حاکم و والی متعیّن تھے۔

—— جب ان کو کوفہ پر حضرت عثمانؓ نے والی بنایا تو عرب الجزیرہ سے کوفہ کی طرف پہنچے تھے۔ عہدِ عثمانی کے دوسرے سال میں کوفہ پر ان کا یہ تقرر ہُوا تھا۔

—— اپنے عمدہ کردار کی وجہ سے لوگوں میں پسندیدہ تھے اور رعیّت کے ساتھ رفق و نرمی کا برتاؤ رکھتے تھے۔

—— قریبًا پانچ سال تک کوفہ پر حاکم رہے۔ اس مدّت میں ان کی حویلی پر عوام کو روکنے کے لیے کوئی دروازہ اور دربان نہیں تھا۔ (یعنی مستغیث کو اپنی معروضات پیش کرنے کی ہر وقت اجازت تھی)

اہلِ علم کی تسلّی کے لیے حوالہ کی عبارت درج ذیل ہے ۔طبری میں ہے کہ

"..... وکان (الولید بن عقبة) علی عرب الجزیرة عاملًا لعمر بن الخطاب فقدم الولید فی السنة الثانیة من امارة عثمان..... فقدم الکوفة وکان احب الناس فی الناس وارفقهم بهم فکان بذالک خمس سنین و لیس علی داره باب"

اور ابن کثیر کی عبارت میں یہ مضمون اس طرح ہے ۔

"..... واستعمل الولید بن عقبه وکان عاملًا لعمر علی عرب الجزیرة فلما قدمها اقبل علیه اهلها فاقام بها خمس سنین ولیس علی داره باب وکان فیه رفق برعیته"

(۱)۔۔۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۸، سنہ ۲۶ھ، تحت ذکر سبب عزل عثمان عن الکوفة سعدًا و استعماله علیها الولید "

(۲)۔۔۔ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۱ تحت سنہ ۲۶ھ ۔ طبع اوّل مصری

صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے دینی امور کا اہتمام: دینی مسائل کی خاطر جس مرحلہ پر ان کو وضاحت کی ضرورت ہوتی تو صحابہ کرامؓ سے موقعہ بموقعہ رجوع کرتے تھے۔

چنانچہ ولید بن عقبہ جس دور میں کوفہ کے حاکم اور والی تھے ان ایام میں عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کا موقعہ پیش آیا۔ تو اس سلسلہ میں نماز عید اور خطبہ کے متعلقہ مسائل دریافت کرنے کیلئے امیر کوفہ یعنی ولید موجود صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ کل عید کا روز ہے فرمایئے نماز کس طرح سے ادا کرنا ہوگی؟ اور طریقہ کار کیا ہوگا؟

ان حضرات میں سے حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو کہا کہ آپ اس کا پورا طریقہ امیر ولید کو بیان فرمایئے۔

تو جناب ابن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ

اذان و اقامت کے بغیر دو رکعت نماز عید پڑھائی جائے اور رکعت اول میں پانچ تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں پڑھیں اور دونوں رکعات کی قرات میں موالات قائم رکھیں یعنی ان کے درمیان زوائد تکبیرات نہ ادا کریں بلکہ اول اور آخر میں زوائد تکبیرات بڑھائیں۔ پھر نماز عید کے بعد عید کا خطبہ سواری پر پڑھایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ولید نے ان حضرات کے فرمودات کی روشنی میں عید کے مسائل میں عمل درآمد کیا۔

(عن) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہ کان فی مسجد الکوفۃ و معہ حنیفۃ و ابو موسیٰ حتی خرج علیھم الولید بن عقبۃ وھو امیر الکوفۃ فقال غدا عید کم فکیف اصنع؟ فقالوا اخبرہ یا ابا عبدالرحمٰن فامرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان یصلی بغیر اذان ولا اقامۃ ان یکبر فی الاولی خمسا و فی الاخیرۃ اربعا یوالی بین القراء تین۔ و یخطب بعد الصلوٰۃ علی راحلۃ۔(۱)

(۲)

جنگی کارناموں کے سلسلہ میں مورخین نے لکھا ہے کہ ولید بن عقبہ نے آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقہ پر کوفہ سے ایک لشکر مرتب کرکے پیش قدمی کی۔

یہ دونوں علاقے قبل ازیں مفتوح ہونے کے بعد نقض عہد کر کے بغاوت

---

(۱) جامع مسانید الامام الاعظمؒ ص ۳۶۹ ج ۱ تحت الفصل الرابع فی صلوٰۃ العیدین والجمعہ والسنن والنوافل۔

(۲) کتاب الاثار لابی محمد یوسفؒ ص ۵۹ -- باب صلاۃ العیدین نمبر ۲۸۸ - طبع بیروت۔

کر چکے تھے۔ ولید اس جیش کے ذریعہ ان پر حملہ آور ہوئے۔ دوبارہ فتح کیا غنائم حاصل کیے۔ مخالفین کو قیدی بنایا گیا۔ بے شمار اموال مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

——— آذربیجان و آرمینیہ کے لوگوں کو جب اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے صلح اختیار کی (جیسا کہ حضرت حذیفہ بن یمان کے ساتھ صلح کی تھی) یعنی آٹھ لاکھ درہم سالانہ مسلمانوں کو ادا کریں گے۔ امیر ولید بن عقبہ نے ان سے یہ بطور سالانہ جزیہ کے وصول کیا اور غنائم حاصل کر کے کوفہ کی طرف بسلامت واپس ہوئے۔

عبارت ذیل میں یہ مضمون مذکور ہے:-

——— ان الولید بن عقبة سار بجیش الکوفة نحو آذربیجان و آرمینیة حین نقضوا العهد فوطئ بلادهم و اغار باراضی تلك الناحیة فغنم وسبی و اخذ اموالاً جزیلةً فلمّا ایقنوا بالهلكة صالحهم اهلها علی ما كانوا صالحوا علیه حذیفة بن الیمان ثمان مائة الف درهم فی كل سنة فقبض منهم جزیة سنةٍ ثم رجع سالمًا غانمًا الی الكوفة - الخ

(البدایہ لابن کثیر، ص ۱۴۹-۱۵۰، ج ۷، تحت ۲۴ھ، تذکرہ خلافت امیر المومنین عثمانؓ بن عفان، طبع اوّل مصر)

(۴۳)

جب اہل روم نے مسلمانوں کے ساتھ شدید مقابلہ کیا۔ اہل شام کو خوف

لاحق ہُوا تو انہوں نے خلیفۂ وقت سیّدنا حضرت عثمانؓ سے جنگی امداد طلب کی۔
حضرت عثمانؓ نے امدادی لشکر روانہ کرنے کے لیے امیرِ کوفہ ولید بن عقبہ کو فرمان جاری کیا کہ جب میرا یہ حکم پہنچے تو اپنے بھائیوں (اہلِ شام) کے لیے آٹھ ہزار کے لگ بھگ امدادی لشکر تیار کیجیے۔ اور ایک شریف، بہادر، امانی آدمی کی ماتحتی میں روانہ کریں۔
فرمان ہٰذا پہنچنے پر ولید بن عقبہ نے اہلِ اسلام کو اطلاع کرائی۔ اہلِ شام کی معاونت کے لیے بڑی مستعدی کے ساتھ لوگوں کو آمادہ کیا۔ جہاد پر آمادگی کی خاطر لیکچر دیئے۔
جب بہت بڑی فوج تیار ہو گئی تو سلمان بن ربیعہ کو ان پر امیر بنا کر شام کی طرف لشکر روانہ کیا۔

مسلمانوں کے لشکر بلادِ روم میں جا کر جمع ہوتے تو اہلِ اسلام کو فتوحات ہوئیں۔ غنائم حاصل کیے اور بے شمار قلعوں کو اسلام کے زیرِ نگیں کیا۔

البدایہ میں یہ مضمون ہے کہ:

...... جاشت الروم حتی خاف اهل الشام وبعثوا الی عثمانؓ یستمدونه فکتب الی ولید بن عقبة ان اذا جاءك کتابی هٰذا فابعث رجلا امینا کریما شجاعا فی ثمانیة آلاف .... الی اخوانکم بالشام فقام الولید بن عقبة فی النّاس خطیبا حین وصل الیه کتاب عثمانؓ فاخبرهم بما امره به امیر المؤمنین وندب الناس وحثّهم علی الجهاد ومعاونة معاویة واهل الشام وامّر سلمان بن ربیعة علی النّاس الذین یخرجون الی الشام ..... فلمّا اجتمع الجیشان شنّوا الغارات علی بلاد الروم فغنموا وسلبوا شیئًا کثیرًا وفتحوا حصونًا

كثيرةً وَ لِلّٰهِ الحَمْدُ ۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۰، تذکرہ
خلافت امیر المومنین حضرت عثمان رضؓ)

ولید بن عقبہ رضؓ کے متعلق بعض اشکالات

اور اُن کا حل

سابقاً چند چیزیں ولید کے مقام کے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔ اب ان کے متعلق معترضین کے بعض اعتراضات اور ان کے جوابات پیشِ خدمت کیے جاتے ہیں۔

—— (۱) ——

ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قبیلہ بنی مصطلق کی طرف سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو صدقات کی وصولی کے لیے روانہ فرمایا۔ جب ولید قبیلہ ہذا کے قریب پہنچے تو بعض لوگ ان کی آمد پر بطور پیش قدمی باہر آئے۔ ولید انہیں دیکھ کر واپس ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر رپورٹ دے دی کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں، میرے قتل کے درپے تھے اور انہوں نے صدقات دینے سے انکار کر دیا ہے۔

حضور علیہ السلام یہ بات معلوم کر کے ناراض ہوئے۔ ان پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ اس وقت ولید کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی :۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ

تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ "

(پارہ ۲۶ - سورہ حجرات)

ترجمہ :۔ "اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لائے تو تحقیق کرلو کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے۔ پھر کل کو اپنے کیے پر لگو پچھتانے "

خلاصہ یہ ہے کہ ولید نے جھوٹ بولا تھا۔ اس وجہ سے ان کو قرآن کریم نے فاسق کہا ہے۔ ولید کی رپورٹ دینے پر مسلمانوں میں ایک بڑا حادثہ پیش آنے والا تھا اتفاقاً بچاؤ ہو گیا۔

حلِّ اشکال

اس آیت کے تحت کئی قسم کی روایات مفسرین نے لکھ دی ہیں۔ ان میں بیشتر تو مجاہد، قتادہ، ابن ابی لیلیٰ وغیرہم پر موقوف روایات ہیں، مرفوع نہیں اور یہ لوگ اس دَور کے آدمی نہیں بلکہ بعد کے زمانہ کے ہیں۔

اور جو چند ایک (ام سلمہ، ابن عباس وغیرہما) کی مرفوع روایات ملتی ہیں۔ ان کے اسانید بھی کوئی بخاری و مسلم کے اسانید کی طرح غیر مجروح اور پختہ نہیں، بلکہ ان پر نقد و تنقید کے مواقع موجود ہیں۔

——— ولید کے متعلق واقعہ کو اگر درست تسلیم کرلیا جائے تو بھی یہاں چند اُمور قابلِ وضاحت ہیں۔

(۱) ——— جاہلیت کے دَور میں ولید بن عقبہ اور قبیلہ بنی مصطلق کے درمیان سابقہ عداوت تھی۔

"۔۔۔ وکان بینہ وبینھم عداوۃ فی الجاھلیۃ ۔۔۔ الخ

(۱) ـــــ مدارج السالکین لابن القیم، ج ۱، ص ۳۶۰
(۲) ـــــ تفسیر خازن معہ بغوی، ج ۶، ص ۲۲۲ تحت الآیہ

(۲) ولید کو شیطان کی دھوکہ دہی

ولید کی آمد کی قبیلہ مذکور کو اطلاع ہوئی۔ پیش قدمی کے طور پر بعض لوگ سامنے آئے تو ایک شیطان نے ولید کو بتلایا کہ یہ تو آپ کے قتل کے ارادہ پر آرہے ہیں تو ولید خوف کھا کر واپس چل پڑے اور آکر یہ ماجرا بیان کیا کہ بنی مصطلق صدقات سے انکاری ہو گئے ہیں اور میرے قتل کے درپے ہوئے ... الخ

"... فحدثه الشيطان انهم يريدون قتله فهابهم فرجع من الطريق الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان بني المصطلق منعوا صدقاتهم فارادوا قتلي.. الخ

(۱) مدارج السالکین لابن القیم الجوزیہ، ج ۱، ص ۳۶۰۔
طبع مصر، سن طباعت ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء
(۲) تاریخ الخمیس دیار بکری صہ ۱۱۹ ج ۲ تحت بعث الولید الخ

تنبیہ

"... فحدثه الشيطان کے الفاظ کو مندرجہ ذیل علماء نے اس واقعہ میں ذکر کیا ہے :۔

(۱) تفسیر ابن جریر للطبری، ص ۷۸، پارہ ۲۶۔ تحت الآیہ
(۲) تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۰۹، تحت الآیہ
(۳) تفسیر بغوی معہ خازن، ج ۶، ص ۲۲۲۔ تحت الآیہ
(۴) تفسیر خازن معہ بغوی، ج ۶، ص ۲۲۲۔ تحت الآیہ

اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ ولید کو شیطان نے بتلایا کہ یہ لوگ تمہارے قتل کے درپے ہیں اور صدقات دینے سے منکر ہو گئے ہیں۔

——— شیطان کی فریب کاریاں اور مکاریاں خدا کے نیک بندوں کے ساتھ ہمیشہ سے جاری ہیں۔ اس موقعہ پر بھی شیطان نے فریب دہی سے کام لیا۔ یہ تفصیل نہیں مل سکی کہ انسانی شکل میں متشکل ہو کر یہ دھوکہ دیا، یا آواز دیکر یہ شر پیدا کر دیا، یا اس نے کوئی اور صورت اختیار کی۔

بہر کیف یہ شیطانی فریب کاری تھی جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا۔

——— ولید کو ناپسند جاننے والے احباب، ولید پر برس پڑے اور ان کو خوب بدنام کیا (انما لامرأٍ ما نوی) حالانکہ مفسرین نے "فحدثه الشیطان" کا لفظ نقل کر کے ولید بن عقبہ کے دامن کو بچا دیا تھا۔ اور حقیقتِ واقعہ بیان کر دی تھی۔

۳۔ ولید پر فاسق کا اطلاق ٹھیک نہیں ہے

واقعہ ہٰذا اور اس آیت کے پیش نظر علماء نے جو تحقیق درج کی ہے اس کو بھی ملحوظ رکھیں۔ وہ قابلِ توجہ ہے :۔

(۱) علامہ فخر الدین الرازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں آیت ہٰذا کے تحت لکھا ہے :۔

دو ہم کہتے ہیں کہ آیت ہٰذا (ان جاءکم فاسق بنبأ) کا نزول عمومی طور پر کسی شخص کے بیان کے تثبت اور (فاسق کے قول پر عدم اعتماد کی خاطر ہوا ہے۔ اور جس شخص نے یہ قول نقل کیا ہے کہ صرف واقعہ ولید کے لیے اس آیت کا نزول ہے۔ یہ ضعیف ہے اور اس کے ضعف پر یہ چیز دال ہے کہ :۔

"اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ فلاں آدمی کے لیے میں نے یہ آیت نازل کی "

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یہ منقول نہیں کہ آیت کا ورود صرف ولید کے بیان کے لیے ہے اور بس۔

غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ آیت اس موقعہ پر نازل ہوئی تھی اور نزولِ آیت کی تاریخ کے طور پر یہ واقعہ ہے۔

—— اس کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ولید پر لفظ "فاسق" کا اطلاق ایک بعید چیز ہے۔ اس وجہ سے کہ (شیطانی دھوکہ کی بنا پر) ولید نے وہم اور گمان کیا تھا۔ اس میں وہ چوک گئے اور چوک جانے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا "

اہلِ علم کی تسلی کے لیے بعینہٖ عبارت درج ذیل ہے :-

"...... بل نقول هو نزل عاماً لبيان تثبت وترك الاعتماد على قول الفاسق ويدل على ضعف قول من يقول انها نزلت لكذا ان الله تعالى لم يقل اني انزلتها لكذا والنبي صلى الله عليه وسلم لم ينقل عنه انه بين ان الآية وردت لبيان ذلك فحسب - غاية ما في الباب انها نزلت في ذلك الوقت وهو مثل التاريخ لنزول الاية ونحن نصدق ذلك ويتاكد ما ذكرنا ان اطلاق لفظ "الفاسق" على الوليد شيئ بعيد لانه توهم وظن فاخطأ والمخطئ لا يسمى فاسقاً... الخ

(تفسیر کبیر للرازی ص ۵۸۹، ج ۷ تحت الآیہ (المسئلۃ الاولیٰ)

(۲) ـــــ تفسیر خازن میں بھی اسی کے موافق مسئلہ ہذا لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"قیل ھو عام نزلت لبیان التثبت وترک الاعتماد
علیٰ قول الفاسق وھو اولیٰ من حکم الآیۃ علی رجل
بعینہ لانّ الفسوق خروج عن الحق ولا یُظَنُّ بالولید
ذٰلک اِلّا اَنّہٗ ظنّ و توھّم فَاَخطَأَ۔"

(تفسیر خازن معہ بغوی، ج ۶، ص ۲۲۲
تحت الآیہ۔ طبع ثانی مصری)

(۳) ـــــ تفسیر صاوی علی الجلالین، ص ۱۰۹ - ۱۱۰ (تحت الآیہ) میں بھی
یہی مسئلہ درج ہے۔ اہل علم کے لیے اطلاع کر دی گئی ہے۔

ـــــ مندرجہ بالا امور کی روشنی میں یہ چیز واضح ہو گئی کہ:-

- ـــــ اس قسم کے مواقع میں یہ قاعدہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ
"العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص الموارد"
یعنی الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ خصوصی واقعہ
کا لحاظ نہیں ہوتا۔"

- ـــــ جاہلیت کے دور کی سابقہ عداوت کی وجہ سے ولید بن عقبہ کو اگر شیطان نے دھوکہ میں ڈال دیا اور وہ اس معاملہ میں چوک گئے تو ان حالات میں ان کو فاسق کے "لقب" سے یاد کرتے رہنا کسی طرح درست نہیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ خطاء اجتہادی مُسقطِ عدالت نہیں ہُوا کرتی۔ لہٰذا ان کی عدالت ثابت ہے اور ان پر "فاسق" کا لقب تجویز کرنا مناسب نہیں۔

ـــــ اس اشکال اور اس کے حل کے آخر میں اتنی چیز مزید ذکر کی جاتی ہے

کہ دورِ نبوّت میں، اور دورِ صدیقی ودورِ فاروقی میں ولید بن عقبہ کو فاسق کے نام سے نہیں یاد کیا گیا۔ اور نہ ہی ان کو یہ طعنہ دیا جاتا تھا۔ بلکہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ نے اپنی اپنی خلافتوں کے دوران ولید پر پورا اعتماد کیا۔ نظامِ خلافت میں شریکِ کار کیا۔ عہدے ومنصب انہیں عطا کیے۔ بالفرض اگر ولید بن عقبہ فاسق اور قابلِ مذمت شخص تھے تو شیخینؓ نے ان کے ساتھ یہ قابلِ عزت اور لائق احترام سلوک کیوں روا رکھا؟

کیا ولید کے متعلقہ واقعات اور آیات ان حضرات سے مخفی ہو گئی تھیں؟ یہ چیز غور کرنے کے قابل ہے۔ تعصب سے الگ ہو کر تدبّر فرمائیے۔

(۲)

عثمانی دور پر معترض احباب اس موقعہ پر دوسری یہ چیز بھی ذکر کیا کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو وصایا میں فرمایا کہ آلِ ابی معیط (جو ولید بن عقبہ کے دادا ہیں) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلّط نہ کر دینا۔ حضرت عثمانؓ نے وصیت کی پرواہ نہ کی اور آل ابی معیط کو لوگوں پر مسلّط کر ڈالا۔

حضرت عمرؓ نے جس خطرہ کو محسوس کیا تھا وہ پورا ہو کر رہا، وغیرہ۔

اس چیز کو صاف کرنے کے لیے آئندہ سطور ملاحظہ فرمادیں۔

رفعِ اشتباہ

جن روایات سے یہ اعتراض مستنبط کیا گیا ہے وہ کوئی بخاری کی طرح صحیح السند نہیں۔ ان کے رواۃ میں کئی طرح سے مجروح لوگ موجود ہیں۔

علی سبیل التنزّل اگر روایت بالا کو ٹھیک فرض کر لیا جائے تو

اس روایت میں جہاں مذکورہ وصیت حضرت عثمانؓ کے لیے درج ہے اسی روایت میں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو بھی وصیت فرمائی ہے اور قسم دے کر فرمایا کہ

"اے علی! اگر تم لوگوں کے امور کے متولی بنو تو لوگوں کی گردنوں پر بنو ہاشم کو سوار نہ کر دینا۔

پوری عبارت ملاحظہ فرمادیں۔ طبری اور طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:-

"انشدك الله يا عليؓ! ان وليت من امور الناس شيئاً ان تحمل بني هاشم على رقاب الناس انشدك الله يا عثمان! ان وليت من امور الناس شيئاً ان تحمل بني ابي معيط على رقاب الناس - الخ

(۱)۔۔۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۔ تحت سنة ۲۳ھ عنوان ذکر الخبر عن مقتله (عمر) طبع مصری قدیم طبع)

(۲)۔۔۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۴۹، تحت تذکرۃ عمرؓ، طبع لیدن۔

(۳) - فتح الباری صہ ۵۵ ج ۷، طبع مصر

(مطلب عبارت یہ ہے) ۔۔۔۔۔۔ حضرت عمرؓ نے وصیت کے طور پر علیؓ بن ابی طالب کو فرمایا۔

"اے علیؓ! اگر آپ لوگوں کے امور کے والی و متولی بنائے جائیں تو لوگوں کی گردنوں پر بنی ہاشم کو سوار نہ کر دینا۔ پھر حضرت عثمانؓ کو خطاب کر کے فرمایا کہ:-

"اے عثمانؓ! اگر آپ لوگوں کے امور کے والی و متولی بنائے جائیں تو ابو معیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دینا۔"

روایت ہٰذا کی بنا پر معترض حضرات کو اگر اعتراض کرنا ہی مقصود ہے تو اعتراض دونوں بزرگوں پر مساوی طور پر قائم ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت علیؓ نے بھی حضرت عمرؓ کی وصیت قبول نہ کی اور اپنے رشتہ داروں (یعنی بنو ہاشم) کو اپنے دَورِ خلافت میں "اہم عہدے" اور "کلیدی مناصب" عطا فرما دیئے۔ (جس کی تفصیل عنقریب بحث ثالث میں انشاء اللہ آ رہی ہے۔

——— ہمارا موقف تو یہ ہے کہ دونوں بزرگوں پر اس مسئلہ میں نقد و تنقید کرنا مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے حالات کے اعتبار سے درست صورت اختیار کی تھی لیکن معترض دوستوں نے روایتِ بالا کے ذریعہ اپنی کمال حذاقت کی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر نقد کر ڈالا اور حضرت علیؓ کو ترک کر دیا۔

یہ تو ایسی مثال ہوتی جیسے مقولہ مشہور ہے کہ

"نزلہ بر عضوِ ضعیف می ریزد"

ان کے خیال میں حضرت عثمان بنؓ عفان کمزور تھے۔ ان پر وار کر لیا۔ حضرت علی بنؓ ابی طالب مضبوط تھے ان کو بچا دیا۔ (تعصب کے یہ نمونے ہیں۔ قدم قدم پر ناظرین ملاحظہ فرماتے رہیں)۔

——— عوام ناظرین کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ حضرت عثمانؓ نے آلِ ابی معیط میں سے صرف ایک فردِ واحد (ولید بن عقبہ بن ابی معیط) کو چند سال کے لیے کوفہ کا والی بنایا تھا (جیسا کہ بحث اوّل میں مفصّلاً ذکر کیا گیا) غالباً دوسرے کسی کو حاکم بنایا ہی نہیں۔ باقی چند اقرباء کو جو عہدے دیئے تھے وہ حضرات آلِ ابی معیط میں سے نہیں ہیں۔ اس اعتراض کی حقیقت یہی کچھ ہے جو پیش کر دی ہے۔ معترض حضرات کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

حضور علیہ السلام کے تمام صحابہ کرام قابلِ احترام اور لائقِ عقیدت

ہیں۔ ان میں تفریق پیدا کر کے بنو امیہ کے صحابہؓ کو مطعون کرنا اور بنو ہاشم صحابہؓ کو بری قرار دینا یہ نہایت ناروا تقسیم ہے۔ جو دین کے تقاضوں اور اسلام کے مقتضیات کے بالکل برخلاف ہے اور فرمان خداوندی (ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ، یعنی دین کو قائم کرو اور اس میں تفرق و تفریق نہ پیدا کرو) کے بالکل برعکس ہے۔

الانتباہ

(اھلِ علم کے لیے)

معترض حضرات نے سیدنا حضرت عثمانؓ کے کردار کو داغدار کرنے کے لیے اس مقام میں "کتاب الاستیعاب" سے مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ نے اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق کلام کیا۔ وہاں مذکور ہے کہ:۔

"ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمرؓ کے ساتھ چل رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے زور سے ٹھنڈا سانس لیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ پسلی ٹوٹی ہے۔ عرض کیا کہ کوئی عظیم معاملہ پیش آیا ہے؟ فرمایا کہ ہاں اُمت کے بارے میں اپنے قائم مقام کے متعلق کیا صورت اختیار کروں؟ یہ چیز سامنے ہے۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ معتمد شخصیت کو آپ متعین کر دیں تو کر سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ علی المرتضیٰؓ لوگوں میں زیادہ حق رکھتے ہیں۔ میں نے کہا، ہاں۔ وہ سابق الاسلام عالم اور قرابت دار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن وہ:۔

(۱) کثیر الدعابہ ہیں (ان میں مسخرہ پن زیادہ ہے)۔ پھر میں نے کہا کہ عثمان بن عفان مناسب ہیں تو فرمایا کہ

(۲) —— ان کو اگر میں جانشین تجویز کر دوں تو وہ (بنوامیہ سے) بنو ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے۔ وہ خدا کی نافرمانی کریں گے ۔ ۔ ۔ ۔ پھر لوگ عثمانؓ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے اور ان کو قتل کر دیں گے۔

پھر میں نے طلحہ بن عبیداللہ کا نام پیش کیا تو فرمایا کہ

(۳) —— ان میں بڑائی اور تکبّر ہے، ایسا والی ٹھیک نہیں۔

پھر میں نے کہا کہ زبیرؓ بن عوام کو بنا دیں تو فرمایا کہ

(۴) —— یہ لوگوں کو صاع اور مُد کے معاملہ میں بھی مارنے لگیں گے (یعنی سخت گیر ہیں) ایسا نہیں چاہیے۔

پھر میں نے کہا کہ سعد بن ابی وقّاص کو مقرر کر دیں تو فرمایا کہ

(۵) —— یہ صرف جنگی صلاحیت رکھتے ہیں (جنگی سوار ہیں)

پھر میں نے عبدالرحمٰن بنؓ عوف کا نام ذکر کیا تو فرمایا کہ

(۶) —— وہ آدمی اچھے ہیں لیکن اس مسئلہ میں ضعیف اور کمزور ہیں۔ قوی آدمی چاہیے۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر تذکرہ علی بن ابی طالب
جلد ثانی، ص ۴۶۷۔ طبع حیدر آباد دکن)

—— روایت ہذا کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کے کردار کو مطعون کرنا اور ان کی پالیسی کو غلط ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس ضمن میں ولید بن عقبہ (جو بنی ابی معیط سے ہیں) وہ بھی ملزم ہو سکیں گے۔

—— قارئینِ کرام کی تفہیم کی خاطر مندرجۂ بالا روایت کے متعلق ہم

چند تشریحات پیش کرتے ہیں ۔ وہ ایک دفعہ توجہ سے ملاحظہ فرمالیں تو وہ مغالطہ جو بعض لوگ حضرت عثمانؓ کی کارکردگی اور پالیسی کے متعلق دینا چاہتے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ دور ہو جائے گا ۔

مندرجہ بالا روایت کے متعلق دو طرح کا کلام کیا جائے گا ۔ روایۃً ودرایۃً پہلے اس کی سند کے اعتبار سے مختصر سی بحث کی جاتی ہے ۔ اس کے بعد باعتبار "درایت" کے کلام کیا جائے گا ۔

اوّل

—— ایک بات تو یہ ہے کہ مندرجہ بالا روایت (جو ابنِ عباسؓ سے منقول ہے) الاستیعاب کے مصری نسخہ (جس کے ساتھ "الاصابہ" لابن حجر مطبوعہ ہے) میں مفقود الخبر ہے ۔ اس نسخہ کے متوقع مقامات کو (خصوصاً تذکرہ علی بنؓ ابی طالب) تو دیکھا گیا لیکن یہ روایت مجھے نہیں دستیاب ہو سکی ۔ پھر الاستیعاب کے نسخہ مطبوعہ حیدر آباد دکن کی طرف رجوع کیا تو تذکرہ حضرت علیؓ میں ملی ہے اور اپنے طویل اسناد کے ساتھ درج ہے ۔

گویا یہ روایت الاستیعاب کے بعض نسخوں میں مفقود ہے اور بعض میں پائی جاتی ہے ۔ یہاں سے شبہ پیدا ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ مصنّف کتاب نے نظرِ ثانی کے وقت اس روایت کو اصل کتاب سے خارج کر دیا ہو ۔ پھر بعض ناقلین کی طرف سے دوسرے نسخہ میں اس کو داخل رکھا گیا ہو ۔ بہر کیف اختلافِ نسخ کے ذریعہ اس کا معاملہ مشتبہ اور محتمل سا ہو گیا ۔ تسلی بخش نہ رہا ۔

—— دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کا سلسلۂ اسناد بڑا طویل ہے ۔ اس کے تمام رواۃ پر بحث کرنے کی فرصت ہی نہیں اور حاجت بھی نہیں ۔ صرف ان میں سے ایک راوی (محمد بن اسحاق) کی پوزیشن معلوم کر لینی کافی ہے ۔

اس کی وجہ سے روایت کا غیر معتبر اور غیر معتمد ہونا خوب واضح ہو جائے گا۔

محمّد بن اسحٰق پر کلام

ــــ ابن اسحٰق کے حق میں علماء رجال نے توثیق و تضعیف مدح و جرح دونوں چیزیں مفصل نقل کی ہیں۔ اس مقام میں مندرجۂ ذیل اشیاء کا لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ کسی نتیجہ پر پہنچنے میں آسانی ہو سکے۔

ابن اسحاق کی تدلیس

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب المدلّسین میں ابنِ اسحاق کی تدلیس کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے۔

"محمد بن اسحٰق بن یسار المطلبی المدنی صاحب المغازی صدوق مشهور بالتدلیس عن الضعفاء والمجهولین و عن شرٍّ منهم وصفه بذالك احمد والدارقطنی وغیرهما۔
(کتاب المدلّسین ص ۱۹ تحت المرتبۃ الرابعۃ طبع مصری۔ قدیم طباعت)

یعنی ابن اسحاق صدوق ہے۔ تاہم ضعیف اور مجہول لوگوں سے تدلیس کرنے میں مشہور رہے اور جو ان لوگوں میں شر ہیں ان سے بھی تدلیس کرتا ہے یعنی جن لوگوں سے روایت کرتا ہے ان کا نام نہیں ذکر کرتا بلکہ نام حذف کر دیتا ہے۔

ایک قاعدہ برائے مدلّس

اس مقام میں علماء نے ضابطہ نقل کیا ہے کہ جو شخص مدلّس ہو اور کلمہ "عن" سے روایت کرے تو وہ چیز قابلِ حجّت نہیں رہتی۔ چنانچہ نصب الرایہ کے حواشی میں امام نَوَوی سے یہ مسئلہ منقول ہے۔

۔۔۔۔۔ قال النووی فی شرح المہذب، ج ۵، ص ۱۳۳۔۔۔۔

"اسنادہٗ ضعیف فیہ محمد بن اسحاق صاحب المغازی وھو مدلّس واذا قال المدلّس "عن" لا یحتج بہٖ انتہٰی کلامہٗ۔

(حواشی نصب الرایہ ص ۲۵۱، ج ۲۔ تحت باب الجنائز، طبع مجلس العلمی ڈابھیل دہند)

یہاں الاستیعاب کی مذکورہ روایت میں راوی محمد بن اسحاق ہے اور صیغہ "عن" سے اپنے شیخ زہری سے یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق نے حسب عادت تدلیس کرتے ہوئے خدا جانے کیسے راوی کو حذف کرکے روایت چلا دی۔

ابن اسحاق کا تفرّد اور شذوذ

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب جلد تاسع میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایوب بن اسحاق بن سامری نے امام احمدؒ سے محمد بن اسحاق کی اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ جس میں وہ منفرد ہوں تو امام احمدؒ نے جواب میں فرمایا کہ نہیں قبول کی جائے گی۔

"۔۔۔۔ قال ایوب بن اسحاق بن سامری سألت احمد فقلت لہٗ یا ابا عبداللہ اذا انفرد ابن اسحاق بحدیث تقبلہ قال لا"

(تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۴۳، تحت محمد بن اسحاق مذکور۔ طبع حیدرآباد دکن)

(۲) علّامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن اسحاق پر بڑی بحث کی

ہے۔آخر میں لکھتے ہیں کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ما انفرد ابہ ففیہ نکارۃ ۔ ۔ یعنی اس کی منفردانہ روایات منکر ہوتی ہیں (معروف روایات کے خلاف لاتا ہے)۔

(میزان الاعتدال للذہبی، ص ۲۴ جلد ۳۔
تحت محمد بن اسحاق۔طبع مصری قدیم)

(۳) ـــــ اسی طرح علامہ بدرالدین العینیؒ نے شرح بخاری میں امام بیہقیؒ سے نقل کیا ہے کہ جن روایات میں ابن اسحاق منفرد ہو ان کے قبول کرنے سے علماء اجتناب کرتے ہیں۔(یعنی درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے)۔

"۔ ۔ ۔ ۔ فقال البیہقی الحفاظ یتوقّون ما ینفرد بہ ابن اسحاق ۔ ۔ ۔ الخ

(عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی، ج ۶، ص ۱۷۸،
باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن)

(۴) ـــــ ابن اسحاق کی کئی منفردانہ، شاذ روایات کتابوں میں درج ہیں مثلاً

ا۔"عشر رضعات" کی روایت حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔اس میں مذکور ہے کہ:۔

"ولقد کان فی صحیفۃ تحت سریری فلمّا مات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وتشاغلنا بموتہ دخل داجن فاکلہا"

(سنن ابن ماجہ، ص ۱۴۱، باب رضاع الکبیر،
طبع نظامی دہلی)

یہ روایت قرآن کی سالمیت اور حفاظت کے منافی ہے۔راوی محمد بن اسحاق ہے۔

(۲) لہٰذا ماتم کے اثبات وجواز کے لیے ماتمی لوگ مندرجۂ ذیل روایت پیش کرتے ہیں۔ اس میں مذکور ہے، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ

"۔۔۔۔۔ انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قبض و هو فی حجری ثم وضعت رأسہٗ علی وسادۃ وقمت التدم مع النساء و اضرب وجهی"

(تاریخ ابن جریر للطبری، ج ۳، ص ۱۹۷، سنہ ۱۱ھ
ذکر الاحداث التی کانت فیہا)

یہ روایت بھی ابن اسحاق کی مرہونِ منت ہے اور شاذ ہے۔ماتم کی تائید کنندہ ہے۔

(۳) اسی طرح زیر بحث روایت جو الاستیعاب سے معترض احباب نے نقل کی ہے۔ یہ محمد بن اسحاق کی شاذہ روایات اور منفردانہ مرویات میں سے ہے اور اس کے منفردات کا حکم متعدد علماء سے گذشتہ سطور میں ہم نقل کر چکے ہیں وہ قابلِ قبول نہیں اور غیر معتمد ہیں۔ لہٰذا یہ روایت غیر مقبول اور متروک ہے۔

دوم ۱

پہلی بحث روایت کے اعتبار سے مختصر سی کی گئی۔ اب ثانی بحث درایت کے اعتبار سے کی جاتی ہے۔

(۱) ــــــ شیعہ اور سُنّی دونوں فریق کی کتابیں اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے مرض الوفات میں مذکور چھ اشخاص (سیدنا علی المرتضیٰؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیر بن العوام، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ) پر اعتماد کر کے مسئلہ خلافت ان کے سپرد کر

دیا تھا۔

(۱) ـــــ بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۲۴، جلد اوّل، باب
مناقب عثمان رضؓ بن عفان، قصۃ البیعۃ والاتفاق علیٰ
عثمانؓ ۔ طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) ـــــ الامالی للشیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، ص ۱۶۷ - ۱۶۹، ج ۲۔
مجلس یوم الجمعہ، ۲۶ محرّم ۴۵۷ھ مطبوعہ نجف اشرف عراق۔

ناظرین کرام غور فرمادیں۔ الاستیعاب والی مذکورہ روایت نے یہ تبلایا کہ حضرت عمرؓ نے ان ہر چھ اشخاص (جو امکانی جانشین حضرت عمرؓ کے ہو سکتے تھے) کی "فطری خامیاں اور نفسیاتی کمزوریاں" ایک ایک کر کے بیان کر دیں اور ان میں سے کسی کو خلافت کا اہل نہ قرار دیا۔ اور مرض الموت کے واقعہ نے (جو بخاری شریف و دیگر حدیث و تاریخ کی کتابوں میں متفق علیہ طور پر درج ہے) واضح کیا کہ حضرت عمرؓ نے انہی چھ حضرات مذکور پر اعتماد کرتے ہوئے خلافت اسلامی کا تمام بوجھ ان پر رکھا۔ دوسرے لفظوں میں امّتِ اسلامیہ کی تمام باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دے دی تاکہ ان میں سے جس کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ وہ تمام اہلِ اسلام کے لیے حاکم و والی متصوّر ہو گا۔

(۱) ـــــ ادھر ناقابلِ اعتمادی کے اوصاف بیان کرنا، اُدھر انہی حضرات پر انتہائی اعتماد کرنا یہ چیز "فاروقی بصیرت" کے خلاف اور فاروقی تدبّر کے بالکل برعکس ہے۔

(۲) ـــــ نیز لطف کی بات یہ ہے کہ جس ذات (یعنی عثمانؓ) کے متعلق (مذکورہ روایت کی بنا پر) اس قدر خطرات کا اظہار بطور پیش گوئی و پیش بینی کے ہو چکا تھا۔ مجوزہ مجلسِ شوریٰ نے اسی کو ہی خلیفہ منتخب کیا اور عثمانؓ کے حق میں

"مجوّزہ خدشات" ان لوگوں کو معلوم ہی نہ ہو سکے۔ یا پھر (معاذ اللہ) یہ لوگ خطا کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

خلاصہ یہ ہے کہ الاستیعاب کی مذکورہ روایت تسلیم کر لینے سے کئی خرابیاں پیش آتی ہیں۔ مثلاً:

(۱) ـــــ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے کلام اور ان کے عملی کارنامہ میں بالکل تضاد اور تخالف پایا جاتا ہے یعنی جس شخصیت (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے متعلق اس قدر خدشات کا اظہار فرمایا۔ پھر اسی کو انتخاب میں زیرِ تجویز رکھ دیا۔ صحیح فکر اس طریقہ کو درست نہیں تسلیم کر سکتی۔

(۲) ـــــ مذکورہ چھ آدمیوں کی مجلس نے (جو اسلام کے سب سے سربرآوردہ اشخاص پر مشتمل تھی) جو انتخابی کارنامہ انجام دیا وہ غلط تھا، صحیح نہیں تھا۔

(۳) ـــــ تیسری خرابی یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی (معہ دیگر حضرات کے) پوزیشن خراب کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وقار کو داغدار کر دیا یعنی ان کے حق میں "کثیر الدعابۃ" (بہت مسخرہ ہونا) تجویز کر دیا جو ایک خفت آمیز بات ہے۔ ان کے شایانِ شان نہیں۔

ـــــ بہر کیف اس قسم کی خرابیوں کی بجائے یہ فیصلہ سہل ہے کہ یوں کہا جائے کہ روایت ہٰذا سے پیدا کردہ خدشات و خطرات سب مفروضے تھے۔ ان میں کوئی صداقت نہیں۔

ـــــ یہ روایت بے سروپا و بے اصل ہے۔ جس پر طعن کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔

ـــــ دوسرے لفظوں میں بناء الفاسد علی الفاسد ہے جس کو معترض احباب نے عثمانی دور رضی اللہ عنہ کی قباحت و فضیحت کو نشر کرنے کے لیے عوام میں پھیلایا، اور

ثوابِ دارین حاصل کیا۔ (منہ)

(۳)

اس موقعہ پر تیسرا طعن یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ ولید بن عقبہ شراب خور تھے۔ ان پر گواہوں نے شراب خوری کی شہادت دی۔ یہ الزام ثابت ہو گیا۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید پر حد لگوائی اور ان کو معزول کر دیا (جیسا کہ قبل ازیں کتاب رحماء بینہم حصہ سوم عثمانی کے باب چہارم میں گزر چکا ہے)۔

دفعِ الزام

اتنی بات درست ہے کہ ولید کے خلاف شراب خوری کی لوگوں نے شہادت دی۔ اس کے بعد ان پر حد لگائی گئی۔

روایات میں بھی یہی کچھ مذکور ہے اور اس واقعہ کے پس منظر کے متعلق محدثین عموماً خاموش ہیں۔

محدثین حضرات نے اس واقعہ کے پس منظر کے متعلق کچھ کلام نہیں کیا۔ واقعہ کی صحت و سقم کی طرف توجہ ہی مبذول نہیں کی۔ صرف شراب نوشی پر شہادت پائے جانے سے حد لگوانے کا واقعہ نقل کر دیا ہے۔

——— شہادت فراہم کرنے والے کیسے لوگ تھے؟ کون افراد تھے؟ شہادت ہٰذا کسی سازش کا نتیجہ تھی؟ یا بناوٹ تھی؟

اس چیز کی بابت سابق محدثین عموماً خاموش نظر آتے ہیں۔

البتہ بعض قدیم مؤرخین مثلاً طبری وغیرہ نے یہ کرید کی ہے اور پھر متاخرین محدثین نے بھی اس معاملہ پر ناقدانہ نگاہ کی ہے، جیسا کہ آئندہ سطور میں ہم اس پر

حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

—— یہاں سے عیاں ہوتا ہے اہلِ سازش کی طرف سے ولید کے خلاف بناوٹ تھی۔ ولید کو مطعون کر کے ان کے منصب سے الگ کروانا مطمحِ نظر تھا اور بس!

—— یہ چیز کہ ولید نے شراب خوری کی ہو، یہ بات درست نہیں۔ اس واقعہ کا پس منظر مؤرخین نے لکھا ہے اور اصل واقعہ سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ اس کو معلوم کرنے کے بعد مسئلہ ہٰذا صاف ہو سکے گا اور الزام دُور ہو جائے گا۔

—— تاریخ ابن جریر طبری میں مذکور ہے:۔

"۔۔۔ اجتمع نفر من اهل الكوفة فعملوا فى عزل الوليد فانتدب ابو زينب بن عوف (الازدى) و ابو مورّع بن فلان الاسدى للشهادة عليه فغشّوا الوليد و اكبّوا عليه فبينا هم معه يوما فى البيت ۔۔۔۔۔ فنام الوليد و تفرق القوم عنه و ثبت ابو زينب و ابو مورع فتناول احدهما خاتمهٔ ثم خرجا ۔۔۔۔ وقد ارادا هيبة فطلبهما فلم يقدر عليهما و كان وجههما الى المدينة فقدما على عثمان و معهما نفر ممن يعرف عثمان ممن قد عزل الوليد عن الاعمال فقالوا لهٗ فقال من يشهد؟ فقالوا ابو زينب و ابو مورّع ۔۔۔۔۔ فقال كيف رأيتما؟ قالا كنّا من غاشيته فدخلنا عليه وهو يقئ الخمر فقال ما يقئ الخمر الّا شاربها فبعث اليه فلمّا دخل على عثمانؓ ۔۔۔۔ فحلف له الوليد و اخبره خبرهم فقال نقيم الحدود و يبوء شاهد

الزور بالنار فاصبر یا اخی ..." الخ

(تاریخ طبری، ص ۶۱، ۶۲، جلد ۵ تحت ۳۰ھ)

— "یعنی اہلِ کوفہ کی ایک جماعت جمع ہوئی۔ ولید کے معزول کرنے کے لیے عملی پروگرام بنایا۔ ایک شخص ابوزینب بن عوف ازدی قبیلہ سے۔ دوسرا ابومورع بن فلان اسدی قبیلہ سے۔ ان دونوں نے ولید کے خلاف گواہی دینے کا کام اپنے ذمہ لیا۔

ایک روز ولید بن عقبہ کے پاس گئے مجلس میں قریب تر ہو کر شریک ہوئے ..... اتفاق سے ولید سو گئے اور دوسرے لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ ابوزینب اور ابومورع بیٹھے رہے (موقع پاکر) ان میں سے ایک نے ولید کی انگوٹھی (مہر والی) پکڑلی اور وہاں سے نکل کھڑے ہوئے ...... ایک سنگین معاملہ ان کے ارادہ میں تھا ..... (ولید بیدار ہوتے) انہوں نے ان دونوں کو طلب کرایا۔ یہ دونوں نہ ملے۔ دونوں نے (کوفہ سے نکل کر) مدینہ شریف کا رُخ کیا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں پہنچے۔ ابوزینب و ابومورع کے ساتھ دیگر لوگ بھی تھے ...... (جن کو ولید نے اپنے مناصب سے الگ کر دیا تھا) ان سب نے مل کر ولید کی شکایت پیش کی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کون اس واقعہ کی گواہی دیتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ابوزینب اور ابومورع گواہی دیتے ہیں ... حضرت عثمانؓ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ولید کو تم نے کس حالت میں دیکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ولید کے پاس آنے جانے والے لوگ ہیں۔ ہم ولید کے پاس گئے تو وہ شراب کی قے کرنے لگے حضرت عثمانؓ

نے فرمایا کہ شراب کی قے وہی کرتا ہے جس نے شراب پی ہو۔

پھر حضرت عثمانؓ نے ولید کی طرف آدمی ارسال کر کے اسے مدینہ منورہ میں طلب کیا۔ جب ولید حضرت عثمانؓ کے پاس آئے ....
تو ولید نے اس کام (یعنی شراب خوری نہ کرنے) کا حلف اٹھایا،
اور اپنا معاملہ بیان کیا۔

(شہادت کی بنا پر) حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ہم حد قائم کرتے ہیں (یعنی شراب خوری کی سزا دیتے ہیں) گواہ اگر جھوٹے ہیں تو وہ دوزخ کی آگ کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ اے برادر، صبر کیجیے۔ (پھر حد لگوائی، وغیرہ)

(تاریخ طبری، ص ۶۱-۶۲، ج ۵)

— طبری کی اس روایت کے ذریعہ واضح ہو گیا کہ:

— کوفہ کے شریر طبع لوگوں نے ایک مستقل سکیم تیار کی تھی تاکہ ولید کو معزول کرایا جائے۔

— اس منصوبہ کے تحت انہوں نے جعلی شہادت دی جس پر حد لگوائی گئی۔ در حقیقت ولید نے شراب خوری نہیں کی تھی۔

— بظاہر شہادت ہذا قانون شرعی کے اعتبار سے مکمل تھی۔ اس لیے حضرت عثمانؓ نے اس کو رد نہ کیا۔ بلکہ اس پر عملدرآمد کیا۔

— اور قرینہ موجود ہے کہ حضرت عثمانؓ اس واقعہ کو جعلی خیال کرتے تھے، اس وجہ سے کہ فرمایا "جھوٹے لوگ دوزخ کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔"

یہ تمام کوفہ کے فسادی و عنادی طبع لوگوں کی داستان ہے جس میں انہوں نے ایک اچھے باکردار شریف انسان کو ملوّث کر دیا۔

دیگر علماء کے اقوال

اب ہم ذیل میں چند دیگر علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو بعض کوفیوں کی طرف سے ایک متعصبانہ کاروائی ذکر کی ہے اور شہادت کو ناحق گواہی قرار دیا ہے۔

(۱) ــــ "الاصابہ" میں منقول ہے کہ "ویقال ان بعض اھل الکوفۃ تعصّبوا علیہ فشھدوا علیہ بغیر الحق"

(الاصابہ، ج ۳، ص ۶۰۱ تحت الولید بن عقبہ)

(۲) ــــ قیل فی الولید بخصوصہ ان بعض اھل الکوفۃ تعصّبوا علیہ فشھدوا علیہ بغیر الحق"

(فتح المغیث للسخاوی شرح الفیتہ الحدیث، ج ۳، ص ۱۰۴ تحت معرفۃ الصحابہ۔ طبع مدینہ طیبہ)

یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی اور شمس الدین السخاوی فرماتے ہیں کہ بعض کوفی لوگوں نے ولید کے ساتھ تعصب کیا اور ناحق شہادت ان کے خلاف دے دی۔

ــــ اب روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ولید کے خلاف یہ سب کچھ سازش تھی جس کی بناء پر کوفیوں نے معزولی کرائی تھی۔

ــــ معترض حضرات ان قصہ ہائے پارینہ کو دوبارہ تازہ کر کے ولید کے خلاف نفرت پھیلانے کی سعی فرما رہے ہیں۔ حالانکہ کبار علماء نے ولید کی ان چیزوں کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ "الصواب السکوت"۔ کہ صحیح اور درست یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے"

(تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، ج ۱۱، ص ۱۴۴ طبع اوّل۔ دکن تحت تذکرہ ولید)

اللہ تعالیٰ ان معترضین کو ہدایت بخشے اور فرمانِ الٰہی "وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا

لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلقات

سعید بن العاص بنی امیہ میں سے ہیں ۔ یہ ولید بن عقبہ کے بعد کوفہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے والی بنائے گئے تھے ۔ مخالفین ان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ

"۔۔۔ فظهر منه ما ادى الى ان اخرجه اهل الكوفة منها"

(سعید بن العاص سے ایسی چیزیں صادر ہوئیں جن کی وجہ سے اہل کوفہ نے ان کو کوفہ سے نکال دیا) ۔

(منہاج الکرامۃ لابن مطہر الحلی الشیعی ، ص ۶۶ ۔
تحت مطاعن عثمانی طبع لاہور ، مع منہاج السنّہ)

اس کے بعد سعید بن العاص کا اجمالی تذکرہ ہم قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔ جس کے پیش نظر سعید مذکور کی شخصیت و کردار ، اخلاق و عادات اور اسلامی خدمات واضح ہو سکیں گی ۔ اور وارد کردہ اعتراضات کے ساتھ ان کا موازنہ کیا جا سکے گا ۔

نام و نسب اور صحابی ہونا

علماء کرام نے لکھا ہے کہ سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ القرشی الاموی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہے ۔ اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ انتقال نبوی کے وقت سعید کی عمر نو ۹ سال کی تھی (یعنی صغار صحابہ میں ان کا شمار تھا)

"قال ابن ابی حاتم عن ابیه له صحبة (قلت) كان له يوم

مات النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم تسع سنین ۔

(۱) ـــــ الاصابہ، ج ۲، ص ۵۴ تحت سعید بن العاص۔

(۲) ـــــ تہذیب التہذیب، ص ۴۹، ج ۴ ـ تحت تذکرہ سعید مذکور۔

علمی قابلیّت زبانِ عرب کے بہت بڑے بلیغ اور فصیح اللسان تھے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ لب و لہجہ میں مشابہت تام رکھتے تھے۔

"... ان عربیۃ القرآن اقیمت علی لسان سعید بن العاص لانّہ کان اشبھھم لھجۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔

(۱) ـــــ الاصابہ، ج ۲، ص ۴۵ تحت سعید بن العاص

(۲) ـــــ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۴۹ ـ تحت سعید

(۳) ـــــ الاستیعاب، ص ۹، جز ثانی، الاصابہ، تحت سعید بن العاص ۔

کریمانہ اخلاق سعید بن العاص کے سیرت نگار علماء نے لکھا ہے کہ سعید بڑے حلیم الطبع اور باوقار تھے۔ قوم کے باسخا لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ نہایت عمدہ سیرت رکھنے والے تھے اور بھلائی میں بہت ہی مشہور تھے۔

"روی عن صالح بن کیسان قال کان سعید بن العاص حلیماً وقوراً ۔

(۱) الاصابہ، ص ۴۶، ج ۲ ـ تحت سعید ۔

"وکان من سادات المسلمین والاجواد المشہورین .... وقد کان حسن السیرۃ، جید السریرۃ .... وکان کریمًا جوادًا ممدوحًا۔

(۱) البدایہ لابن کثیر، جلد ۸، ص ۸۷، تذکرہ سعید۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، ص ۸۴، جلد ۸، تحت ۵۱ھ، طبع اوّل۔

کارنامے

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے (آخری) دور میں سعید بن العاص عراق کے علاقہ پر حضرت عمرؓ کے عاملین میں سے تھے۔

اور حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے حاکم بنائے گئے تو انہوں نے طبرستان اور جرجان کے علاقے کو فتح کیا۔ ان کے لشکر میں حضرت حُذیفہؓ جیسے کبار صحابہؓ شامل تھے۔

آذربائیجان کے لوگوں نے نقضِ عہد کیا تو سعید نے ان پر چڑھائی کر دی اور دوبارہ فتح کر لیا۔

"وکان سعید هٰذا من عمّال عُمر رضی اللّٰہ عنہ علی السواد"

(البدایہ، ص ۸۴، ج ۸، تحت تذکرہ سعید ۵۸ھ)

"وولی الکوفۃ وغزا طبرستان وفتحها وغزا جرجان وکان فی عسکرہ حذیفۃ وغیرہ من کبار الصحابۃ"

(الاصابہ، ص ۴۵، ج ۲، تحت سعید)

"ونقض العهد اهل آذربیجان فغزاهم ففتحها"

(البدایہ، ص ۸۴، جلد ۸ - تحت ۵۸ھ)

سعید اور آلِ ابی طالب کا تعلق

(۱) سابقاً اس چیز کا ذکر ہو چکا ہے کہ عہدِ عثمانی میں جب سعید بن العاص مدینہ پہنچے تو اکابر مہاجرین اور انصار کی طرف کئی قسم کے عطیات اور پوشاکیں روانہ کیں - اس کے ضمن میں حضرت علیؓ کی طرف ہدایا و عطایا ارسال کیے اور آپ نے ان چیزوں کو قبول فرمایا -

"... . . وقدم سعید بن العاص المدینة وافداً علی عثمانؓ فبعث الی وجوه المهاجرین والانصار بصلات و کسیً وبعث الی علی ابن ابی طالب ایضاً فقبل مابعث الیہ"۔

(۱) (طبقات بن سعد، ج ۵، ص ۲۱ - تحت سعید بن العاص، طبع لیدن)

(۲) المصنف لابن ابی شیبۃ صہ ۴، ج ۱۵ طبع کراچی

(۲) ——— سعید بن العاصؓ نے امِ کلثوم بنت علی المرتضیٰ سے خطبہ (منگنی) کیا اور ان کی طرف ایک لاکھ درہم ارسال کیے - اس معاملے میں حضرت امام حسنؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ رضامند تھے لیکن حضرت امام حسینؓ کی رائے اس کے خلاف تھی - مقررہ وقت پر دونوں فریق مجلس میں حاضر ہوئے تو سعید بن العاص نے کہا کہ ابو عبداللہ کہاں ہیں؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں میں کافی ہوں تو سعید کہنے لگے کیا حضرت امام حسینؓ اس کو ناپسند کرتے ہیں تو حضرت امام حسنؓ نے جواب دیا - ہاں - سعید بولے "میں ایسے معاملے میں داخل نہیں ہوتا جس کو حضرت امام حسینؓ ناپسند کرتے ہوں" - یہ کہہ کر حضرت سعید مجلس سے واپس چلے گئے اور جو مال (یعنی ایک لاکھ درہم) دیا تھا اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لیا -

"...... خطب سعید بن العاص ام کلثوم بنت علی بعد عمر وبعث لها بمائة الف فدخل علیها اخوها الحسین وقال لا تزوجیه فقال الحسن انا ازوّجه واتعدوا لذالک فحضروا فقال سعید واین ابوعبداللہ؟ فقال الحسن ساکفیک قال فلعلّ اباعبداللہ کرہ ھذا قال نعم قال لا ادخل فی شيء یکرھه ورجع ولم یاخذ من المال شیئًا۔

(سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۲۹۵۔ ج ۳۔
تحت سعید المذکور)

"..... ان سعید اً خطب ام کلثوم بنت علیؓ من فاطمة الّتی کانت تحت عمر بن الخطاب فاجابت الیٰ ذالک ..
.... انما کرہ ذالک الحسینؓ واجاب الحسنؓ"

(البدایہ، ص ۸۶، ج ۸ تحت ذکر سعید ۵۸ھ)

ان ہر دو حوالہ جات سے مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱) ــــ حضرت امام حسینؓ اگرچہ اس نکاح کے خلاف تھے، تاہم سیدنا حضرت حسنؓ اور سیدہ امّ کلثوم بنت علیؓ اس خطبہ پر راضی تھے اور نکاح کر دینے کے لیے آمادہ تھے۔ لیکن بعض وجوہ کی بنا پر یہ رشتہ نہ ہوسکا۔

(۲) ــــ حضرت سعید بن العاص کا ایک لاکھ درہم دینا اور پھر واپس نہ لینا ان کے جود وکرم کی واضح علامت ہے۔

(۳) ــــ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امّ کلثوم کا ایک لاکھ درہم قبول کرنا حضرت سعید بن العاص کے ساتھ بہترین رفاقت کا بیّن ثبوت ہے

آخری گذارش

مندرجاتِ بالا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سعید بن العاصؓ بڑے سخی، باہمت اور صاحبِ اخلاق آدمی تھے، اسلامی فتوحات میں ان کے عظیم کارنامے ہیں۔ بنی ہاشم کے ساتھ ان کے روابط بہت عمدہ تھے۔

ان اوصاف کی حامل شخصیّت کے متعلق مخالفین نے جو الزامات عائد کیے ہیں وہ سراسر بے اصل اور بے سروپا ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے وقتی تقاضوں کے پیشِ نظر جو ان کی معزولی فرمائی تھی اس کے اسباب دوسرے تھے۔ انہوں نے کوفی شریروں کے پروپیگنڈہ کو فرو کرنے کے لیے ایسا کر دیا تھا۔

عبداللہ بن عامر کے متعلقات

ان کے متعلق منہاج الکرامہ لابن مطہر الحلی الشیعی نے لکھا ہے کہ :

"وولی عبد اللہ بن عامر العراق ففعل من المناکر ما فعل۔"

(منہاج الکرامہ، ص ۶۷، تحت مطاعن عثمانی)

"یعنی حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن عامر کو (جو آپ کے ماموں زاد بھائی تھے) عراق (بصرہ) کا والی بنایا، ان سے وہاں بُرے کام صادر ہوئے۔"

——— اس کے بعد عبداللہ بن عامر کا مختصر سا تذکرہ ہم پیش کرتے ہیں جس میں سے ان کی شخصیت، اخلاق و کردار اور ان کی زندگی کے نمایاں کارنامے آشکارا ہو سکیں گے اور معترضین کے اعتراضات کی حقیقت سامنے آجائے گی۔

نام ونسب ان کا اسم گرامی عبداللہ بن عامر بن کریز ہے۔ اور ماں کا نام دجاجہ بنت اسماء بن صلت ہے۔

عبداللہ ابن عامر حضرت عثمانؓ کے ماموں (عامر) کے بیٹے ہیں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ ابن عامر کی پھوپھی (اروی بنت کریز) کے بیٹے ہیں عامر اور اروی بھائی بہن ہیں۔ ان کی والدہ امّ حکیم بنت عبدالمطلب بن ہاشم ہاشمی خاندان سے ہیں۔

(۱) ——— نسب قریش، ص ۱۴۷-۱۴۹، تحت اولاد عامر بن کریز۔

(۲)۔۔۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۱۰۱ تحت عبداللہ بن کریز۔

(۳)۔۔۔ اسد الغابہ، جلد ۲، ص ۱۹۱ تحت ذکر عبداللہ بن عامر۔

ایام طفولیت اور حصولِ برکات

صغر سنی میں عبداللہ بن عامر کو سن ۷ھ عمرۃ القضا کے موقع پر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا لعاب مبارک ان کے دہن میں ڈالا اور انہوں نے لعابِ مبارک کو چوس لیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس موقعہ پر عبداللہ بن عامر کے بارے میں ارشاد فرمایا "یہ ہمارا بیٹا ہے۔ اور ہمارے ساتھ زیادہ متشابہ ہے اور یہ مستقیٰ (سیراب شدہ) ہے۔" اس بنا پر جہاں سے وہ زمین کریدتے وہاں سے پانی کا چشمہ ظاہر ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمان دیا تھا۔

"أُتِیَ بہ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم وھو صغیر فقال ھٰذا یشبھنا وجعل یتفل علیہ ویعوذہ وجعل عبد اللہ یتلع ریق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انہ المستقیٰ فکان لا یعالج ارضًا الّا ظھر لہ الماء . . . . . فکان کما قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

(۱)۔۔۔ الاستیعاب، ص ۳۵۱، جلد ۲، مع اصابہ، تحت عبداللہ بن عامر

(۲)۔۔۔ اسد الغابہ، ص ۱۹۱ جلد ۳ تحت عبداللہ مذکور

(۳)۔۔۔ الاصابہ، ص ۶۰، جلد ۳۔ تحت عبداللہ مذکور

"وفی روایتہ الطبقات . . . . . قال ھٰذا ابننا وھو اشبھکم بنا وھو مستقیٰ فلم یزل عبد اللہ شویقا" ۔۔الخ

(۴) طبقات ابن سعد، ص ۱۳۱، ج ۵، تحت تذکرہ عبداللہ بن عامر بن کریز طبع اوّل لیدن۔

سخاوت، شجاعت، شفقت | عبداللہ بن عامر نہایت سخی مرد اور بہادر تھے۔ اپنی قوم کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اور قرابت داروں میں محبوب و شفیق تھے۔

"وکان ابن عامر رجلاً سخیاً شجاعاً وصولاً لقومہ ولقرابتہ محبّباً فیھم رحیماً"

(۱) ــــ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۲۔ تحت عبداللہ بن عامر۔

(۲) ــــ الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۲، ص ۳۵۲۔ تحت عبداللہ مذکور۔

(۳) ــــ کتاب نسب قریش۔ ص ۱۴۹۔

جنگی کارنامے | جب عبداللہ بن عامر کو حضرت عثمانؓ کی طرف سے بصرہ پر حاکم بنایا گیا تھا تو ان کی عمر اس وقت قریباً پچیس سال تھی۔ آپ نے حضرت عثمانؓ سے غزوات اور جہاد کے لیے اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر آپ نے ۳۱ھ میں خراسان اور فارس کے اطراف فتح کیے سجستان، کرمان، زابلستان وغیرہ علاقہ جات ان کی مساعی سے مفتوح ہوئے اور اسلام کا جھنڈا سربلند ہُوا۔

وولاہ بلاد فارس وکان عمرہ خمس وعشرین (۲۵) سنۃ فافتتح خراسان کلھا واطراف فارس وسجستان وکرمان وزابلستان ... الخ

(۱) ـــــ اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۹۱ تحت عبداللہ بن عامر

(۲) ـــــ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۳ تحت ابن عامر

"۔۔۔۔ ھو افتتح خراسان وقتل کسریٰ فی ولایتہ"

(۳) ـــــ الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۵۲ معہ الاصابہ

تحت عبداللہ بن عامر۔

ـــــ کتاب البلدان للیعقوبی الشیعی کے بیان کے مطابق عبداللہ ابن عامر بن کریز کی نگرانی میں مندرجہ ذیل علاقے بھی مفتوح ہوئے۔ مثلاً:

قومس[1]، نسا[2]، ابرشہر[3]، جام[4]، طوس[5]، اسفرائین[6]، سرخس[7]، مرو[8]، بوشنج[9]، زرنج[15]، مرورد[16]، وغیرہ

(کتاب البلدان لابن احمد بن واضح الیعقوبی الشیعی، ص ۴۴ تا ۴۵۔ مطبعۃ الحیدریہ النجف (عراق) الطبعۃ الثالثۃ، سن طباعت ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷)

ـــــ اور خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ جلد اول میں عبداللہ بن عامر کی نگرانی میں مفتوح ہونے والے مزید مقامات بھی ذکر کیے ہیں۔ مثلاً

الکاریاں[1]۔ الفیشجان[2] (دارابجرد)۔ زالق[3]، ناشب[4]۔ باشرورذ[5]۔ ہراۃ[6]۔ بیہق[7]، تخارستان[8]، الجوزجان[9]۔ الفاریاب۔ الطالقان[10]۔ بلخ[11]۔ خوارزم[12]۔ باذغیس[13]، اصبہان[14]۔ حلوان۔

(۱) ـــــ تاریخ خلیفہ بن خیاط، جزء اول، ص ۱۴۰۔ ۱۴۱۔

تحت سن ثلاثین۔ طبع اول عراق۔

(۲) ـــــ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۸۔

تحت القضاۃ عثمانی۔

اُمورِ رفاہِ عامہ

عبداللہ بن عامر نے مسلمانوں کی نفع رسانی کے لیے کئی مقامات میں حوض بنوائے، باغات لگوائے، نہریں کھدوائیں اور ان کے علاوہ متعدد رفاہِ عامہ کے کام سرانجام دیئے۔ خصوصاً مقام عرفات میں پانی کے حوضوں کا انتظام کرایا۔

(۱) ــــ وھو اوّل من اتخذ الحیاض بعرفۃ و اجری الیھا العین و سقی الناس الماء فذاک جار الی الیوم۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۴۴ تحت عبداللہ بن عامر

۲۔ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۹۱ تحت عبداللہ بن عامر بن کریز۔

۳۔ البدایہ لابن کثیر، جلد ۸، ص ۸۸ تحت تذکرہ عبداللہ بن عامر۔

(۲) ــــ وھو الذی عمل السقایہ بعرفہ .... و لہ النباج (موضع) الذی یقال لہ نباج ابن عامر و لہ الجحفۃ و لہ بستان ابن عامر بنخلۃ علی لیلۃ من مکۃ و لہ آثار فی الارض کثیرۃ۔

(کتاب نسب قریش، الجزء الخامس، ص ۱۴۸ طبع مصری)

اہلِ مدینہ کے لیے خدمات

ابن عامر اپنی ولایت کے دوران ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے پاس بہت سا مال لے کر مدینہ پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے انہیں فرمایا "اپنی قوم اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیجیے اور ان کے ہاں اموال پہنچایئے" پس ابنِ عامر نے قریش اور انصار میں بہت سے اموال اور پوشاکیں تقسیم کیں اور کثیر چیزیں اہلِ مدینہ کو پہنچائیں تو اہلِ مدینہ نے تعریف کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔

"وقدم علی عثمان بالمدینۃ فقال لہ عثمان صل قرابتک وقومک ففرق فی قریش والانصار شیئاً عظیماً من الاموال

والکسوات فاثنوا علیہ۔

(۱)۔۔۔۔ اسد الغابہ، جلد ۳، ص ۱۹۱ تحت عبد اللہ بن عامرؓ

(۲)۔۔۔۔ الاصابہ، ج ۳، ص ۶۱ تحت عبد اللہ بن عامر

ابن عامر ابن تیمیہؒ کی نظروں میں

ابن تیمیہؒ نے اپنی تصنیف منہاج السنۃ میں عبد اللہ بن عامر کی خوبیاں اور ان کا لوگوں کے ہاں مقبولِ عام ہونا بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"ان لہ من الحسنات والمحبۃ فی قلوب الناس مالاینکر"

(منہاج السنۃ، ص ۱۸۹-۱۹۰۔ ج ۳)

"یعنی ابن عامر کے لیے بے شمار خوبیاں ہیں۔ اور عوام کے قلوب میں ان کی خوب محبت تھی جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا"

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عبد اللہ بن عامر ایک عظیم شخصیّت اور باکردار انسان تھے۔ جنہوں نے اسلام اور اہلِ اسلام کی بے شمار خدمات سر انجام دیں۔ ان اوصاف کے پیشِ نظر مخالفین کے تمام اعتراضات بے جا اور بے محل نظر آتے ہیں۔ یہ اعتراضات محض گروہی تعصب کی بنا پر وارد کر دیئے گئے ہیں تاکہ ان کے خوبیں لوگوں کے قلوب میں تنفر اور بغض قائم رہے۔ اس "نیک مقصد" کے بغیر اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

جزاھم اللہ تعالیٰ علیٰ حسب مرامھم۔

سیّدنا امیر معاویہؓ کے متعلقات

حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ معترض دوستوں کو خصوصی عداوت ہے۔ ان کے دورِ ولایت اور دورِ خلافت کو نہایت مکروہ تعبیرات کے ساتھ ذکر کیا کرتے ہیں۔ مخالفین کے نزدیک یہ ایک سیاہ دور ہے جس میں اسلام کے ایک ایک دستور کا خاتمہ کر دیا گیا۔ آئینِ اسلامی کو ختم کر کے جبر و استبداد کے طریقے رائج کر دیئے گئے۔ دینی طرز و طریق کے بجائے آمرانہ دستور کو فروغ دیا گیا۔

ابن المطہر الحلی الشیعی نے اپنی تصنیف "منہاج الکرامہ فی اثبات الامامۃ" میں امیر معاویہؓ کے حق میں مختصر سا جملہ لکھا ہے جس میں ان کے متعلقہ سب مطاعن کو سمو دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"وولی معاویۃ الشام فاحدث من الفتن ما احدث"

"یعنی امیر معاویہ شام کے والی بنائے گئے، پس انہوں نے بے شمار فتنے پیدا کر ڈالے"

(منہاج الکرامہ فی اثبات الامامۃ، ص ۷۶ تحت مطاعن عثمانی طبع لاہور در آخر منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ)

قبل ازیں بحث اوّل (تحت عنوان الشام) میں حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی خدمات عہدِ نبوت میں، عہدِ صدیقی میں، دورِ فاروقی میں مختصراً درج کی گئی تھیں۔ اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں امیر معاویہؓ کے متعلق روایات اور اسلامی تاریخ سے ان کی قابلیت اور صلاحیت و دینی و

ملّی کارنامے پیش کرینگے جن کی وجہ سے واردکردہ اعتراضات کا جواب ہوگا اور اس دَور کے متعلقہ شکوک وشبہات کا خاتمہ ہوگا۔

اس کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے امیر معاویہؓ کے مقام اور کردار کو پیش کیا ہے۔ اس کے بعد خاندان بنی ہاشم کے ساتھ ان کے حسنِ روابط اور حسن سلوک کے واقعات کو درج کیا ہے۔ تمام بحث کے آخر میں سب وشتم وغیرہ کے اعتراض کو زائل کیا گیا ہے اور ان ابحاث کو عہد عثمانی کے ساتھ مخصوص نہ تصور کریں۔ یہ چیزیں ان کی شخصیت کے اعتبار سے ذکر کی جاتی ہیں۔

نام ونسب اور قبولِ اسلام

سیّدنا امیر معاویہؓ کا پدری نسب اس طرح ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیّہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

دکتاب نسب قریش، ص ۱۲۴ تحت ولد ابی سفیان الصخر)

اور مادری سلسلہ نسب یہ ہے:۔ ان کی والدہ کا نام ہند بنت عتبہ ہے۔ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

(۱) — نسب قریش، ص ۱۲۵ تحت ولد ابی سفیان (الصخر)

(۲) — الاصابہ، ص ۴۰۹، ج ۴ تحت ہند بن عتبہ۔

نسب ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ اور حضور علیہ السلام کا پانچواں دادا ایک ہے جس کا نام عبد مناف ہے۔

قبول اسلام

آپ کی عمر کا قریبًا اٹھارواں سال تھا کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر آپ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملاقات کی اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے اپنے اسلام کو فتح مکّہ تک اپنے والدین سے چھپائے رکھا۔ اور ان کے والدین یعنی

ابوسفیان والداور ہند بنت عقبہ والدہ) فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔

ـــــ وکان معاویۃ یقول انّہٗ اسلم عام القضیّہ وانّہ لقی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مسلمًا وکتم اسلامہ من ابیہ و امّہ ... الخ

(۱) ـــــ اسد الغابہ جلد رابع، ص ۳۸۵ تحت تذکرہ معاویہؓ

(۲) ـــــ البدایہ لابن کثیر، جلد ۸، ص ۱۱۷ تحت معاویہ بن ابی سفیان۔

(۳) ـــــ تاریخ بغداد جلد اوّل، ص ۲۰۷ تحت تذکرہ معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۴) ـــــ نسب قریش، ص ۱۲۴ تحت اولاد ابی سفیان ابن حرب

(۵) کتاب دول الاسلام، جزء اوّل للذہبی تحت سنۃ ستین، ص ۲۸، ج ۱ (طبع حیدر آباد دکن)

(۶) تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۲، ص ۱۰۲۔ تحت معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۷) تاریخ الاسلام للذہبی۔ ج ۲، ص ۳۱۸ تحت ترجمہ معاویہؓ۔

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ عام مؤرخین اور اہل تراجم امیر معاویہؓ کے اسلام کے متعلق یہی ذکر کیا کرتے ہیں کہ وہ فتح مکہ (آٹھ ہجری) کے موقع پر اسلام لائے لیکن ہم نے جو قول ذکر کیا ہے وہ حضرت امیر معاویہؓ کا اپنا بیان ہے۔ اور قدیم مؤرخین (صاحب نسب قریش، صاحب تاریخ بغداد وغیرہ) نے اس کو باسند نقل کیا ہے لہٰذا دوسرے لوگوں کے اقوال کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کے اپنے قول کو ترجیح دی جائے گی۔

خاندان امیر معاویہؓ اور بنو ہاشم کے نسبی روابط

ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ دائمی تعلق قائم کرنے کے لیے نسبی تعلقات ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان تعلقات کی بنا پر ایک قبیلہ دوسرے کے قریب تر ہو جاتا ہے، دونوں قبیلوں کے درمیان گہرے اور دائمی روابط مضبوط ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان شفقت و محبت، ہمدردی و خیر خواہی جیسے جذبات پائے جاتے ہیں۔

اب ہم ناظرینِ کرام کی خدمت میں حضرت امیر معاویہؓ کے خاندان اور قبیلہ بنی ہاشم کی چند ایک رشتہ داریاں ذکر کرتے ہیں تاکہ ان دونوں قبائل کا ایک دوسرے کے قریب ہونا لوگوں پر واضح ہو سکے۔

رشتہ اوّل حضرت امیر معاویہؓ کی بہن ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اس لیے انہیں امّ المومنین ہونے کا اور حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا برادرِ نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے اور اُمّ حبیبہ کا نام رملہ ہے۔

(۱) —— نسبِ قریش، ص ۱۲۳-۱۲۲ تحت ولد ابی سفیان بن حرب۔

(۲) —— طبقات ابن سعد، ص ۶۸-۶۹- ج ۸ تحت ام حبیبہؓ (رملہ بنت ابی سفیان)، طبع لیدن یورپ۔

دوم حضرت امیر معاویہؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زُلف ہیں۔ (یعنی جس کو ساڑھو کہتے ہیں)۔ امّ المومنین ام سلمہؓ کی بہن قریبۃ الصغریٰ امیر معاویہؓ کے نکاح میں تھیں اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

…… وسالفه من قبل ام سلمة معاوية بن ابی سفیان

بن حرب بن امیّۃ کانت عندہٗ قریبۃ الصغریٰ بنت امیّۃ
بن مغیرۃ اخت ام سلمۃ لابیہا لم تلد لہٗ ۔

(کتاب المحبّر، ص ۱۰۲۔ طبع حیدر آباد دکن)

سوم | حضرت امیر معاویہؓ کی بہن ہند بنت ابی سفیان بن حرب حضرت علیؓ کے
چچا زاد بھائیوں کی اولاد میں سے حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب
بن ہاشم کے نکاح میں تھی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ ایک بیٹے کا نام محمد تھا۔

" ھند بنت ابی سفیان بن حرب بن امیۃ الاموبۃ اخت
معاویۃ کانت زوج الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب
بن ھاشم فولدت لہٗ ابنہ محمداً ۔

(۱) ــــ الاصابہ، ص ۵۸، ۵۹۔ ج ۳ تحت عبداللہ بن
حارث بن نوفل۔ الخ

(۲) ــــ الاصابہ، ص ۴۰۴، ج ۴ تحت ہند بنت ابی
سفیان بن حرب۔

(۳) ــــ تہذیب التہذیب، ص ۱۸۱، ج ۵۔ تحت عبداللہ
بن الحارث۔

(۴) ــــ طبقات ابن سعد، ص ۱۵، ج ۵، تحت عبداللہ المذکور
طبع لیدن۔

چہارم | حضرت سیّدنا حسینؓ کے لڑکے علیؓ (شہید کربلا) کی ماں لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن مروۃ
بن مسعود ثقفی ہیں اور لیلیٰ کی ماں میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب ہے جو
امیر معاویہ کی بہن ہیں۔ دوسرے لفظوں میں حضرت حسینؓ کی ساس (خوشدامن)
میمونہ بنت ابی سفیان ہیں اور میمونہ علی اکبرؓ کی نانی ہیں۔ امیر معاویہؓ علی اکبرؓ کی ماں

کے سگے ماموں ہیں اور سیدنا حضرت حسینؓ کے گھر امیر معاویہؓ کی سگی بھانجی (یعنی خواہر زادی) ہے۔

"ولد الحسین بن علی بن ابی طالب علیاً اکبر قتل بالطف مع ابیہ و امّہ لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی ...... و امہا میمونۃ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیّۃ۔

(۱) کتاب نسب قریش، ص ۵۷، تحت ولد حسین بن علی بن ابی طالب۔

(۲) تاریخ خلیفہ بن خیّاط، ج ۱، ص ۲۵۵ تحت سنہ ۶۱ھ مقتل حسین و اصحابہ۔

—— اور شیعہ علماء نے رشتہ ہذا کو مندرجہ ذیل مقامات میں تحریر کیا ہے:۔

۱۔ مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصبہانی الشیعی، ص ۵۴، ج ۱ طبع بیروت، باب ذکر خبر الحسین بن علی و مقتلہ و من قتل معہٗ۔

۲۔ منتہی الآمال للشیخ عباس قمی الشیعی، ص ۴۶۴، ج ۱ تذکرہ ازواج حسینؓ بن علی۔

پنجم | حضرت علیؓ کے چچا عباس بن عبد المطلب کی پوتی لبابہ بنت عبید اللہ بن عباس حضرت امیر معاویہؓ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نکاح میں تھیں۔

"وتزوجت لبابۃ بنت عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب العباس بن علی بن ابی طالب ثم خلف علیہا الولید بن عتبۃ بن ابی سفیان۔

(۱) کتاب المحبّر، ص ۴۴۱، لابی جعفر البغدادی

(۲) کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۳۳ تحت ولد عتبہ بن ابی سفیان ۔ صہ ۳۲ تحت اولاد عبید اللہ بن عباس ۔

(۳) حواشی عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب لابن عنبہ (شیعی) مطبوعہ نجف، عراق تحت اولاد جعفر بن ابی طالب ۔ ص ۴۳ ۔

ششم | حضرت جعفر طیّار کی پوتی رملہ بنت محمد نے پہلے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک سے نکاح کیا اور اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے بھتیجے کے لڑکے ابوالقاسم کے ساتھ نکاح کیا ۔

"وتزوجت رملة بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب سلیمان بن هشام بن عبد الملك ثم ابا القاسم بن ولید بن عتبة بن ابی سفیان ۔" (کتاب المحبّر، ص ۴۴۹)

ثمرات و نتائج

مندرجہ چند رشتہ داریاں ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ:

(۱) خاندان امیر معاویہ اور بنی ہاشم باہم قریب تر ہیں ۔ اس لیے انہیں کسی صورت میں بھی بُرا بھلا کہنا روا نہیں ۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک خاندان کو بُرا بھلا کہا گیا تو وہ گویا دوسرے خاندان کو بُرا بھلا کہنے کے مترادف ہوگا ۔ اور ایک رشتہ دار کو بُرا کہنے سے دوسرا قریبی ضرور متاثر ہوگا ۔

(۲) دوسری یہ چیز عیاں ہو رہی ہے کہ ان خاندانوں کے درمیان قبائلی عصبیّت اور نسلی تعصّب بالکل نہیں تھا ۔ اسلام کے بعد عصبیّتیں اور دھڑے بندیاں ختم ہو گئی تھیں حضرت عثمانؓ کے دور میں پھر سے قبائلی تعصّبات کے عود

کرآنے کا نظریہ بالکل واقعات کے برخلاف ہے اور خاص اختراعی اور جعلی ہے جس کو بڑی کوشش سے تصنیف فرمالیا گیا ہے۔ اس قسم کے باہم نسبی روابط و دیگر تعلقات اس مسئلہ کے لیے مستقل شواہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دلائل کو پس پشت ڈال کر پھر بھی خاندانی تعصبات کا پرچار کرتے رہنا عدل وانصاف کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے اکابرین کے ساتھ حُسنِ عقیدت نصیب فرماتے جو آخرت میں کام آئے گی اور ان کے ساتھ ضد و عناد اور نفرت سے محفوظ فرمائے جو قیامت میں نقصان دہ ثابت ہوگی۔

سیّدنا امیر معاویہؓ کے حق میں زبانِ نبوّت سے دُعائیں

——حضرت امیر معاویہؓ نے جو دینِ اسلام کی خدمات انجام دی ہیں اور احیائے دین کے لیے جو مساعی فرمائی ہیں، بقائے ملّت کی خاطر جو کارنامے پیش کیے ہیں یہ ان دعاؤں کے اثرات ہیں جو ان کے حق میں نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے زبانِ نبوت کے وہ فرمودات منظور فرماتے جو ان کے لیے جاری ہوئے تھے۔ ان کی برکات کی وجہ سے امیر معاویہؓ کو دینی خدمات کی توفیق نصیب ہوئی۔

ان دعائیہ کلمات میں سے چند ایک دعائیں ذکر کی جاتی ہیں جو اکابر علماء نے باسند ذکر کی ہیں یا باسند علماء کا حوالہ دے دیا ہے۔

(۱) ہادی اور مہدی ہونے کی دُعا

عبدالرحمٰن بن عمیرۃ المزنی کہتے ہیں کہ میں نے سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم معاویہ بن ابی سفیان کے حق میں ارشاد فرما رہے تھے کہ اے اللہ! معاویہؓ کو ہادی بنا اور ہدایت یافتہ بنا۔ یا اللہ!

ان کو ہدایت دے اور ان کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت دے۔"

"۔۔۔۔عبد الرحمن بن عميرة المزنی یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی معاویۃ بن ابی سفیان اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدہ واھد بہ۔"

(۱) ــــ التاریخ الکبیر لامام البخاری، ج ۴، ص ۳۲۷ القسم الاوّل، ج ۴ تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان طبع حیدرآباد دکن۔

(۲) ــــ التاریخ الکبیر للبخاری ص ۲۴۰، ج ۳ القسم الاوّل، باب عبد الرحمٰن۔

(۳) ــــ طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۳۶ اقسم ثانی، تحت عبد الرحمٰن بن عمیرۃ المزنی۔

(۴) ــــ جامع الترمذی، کتاب المناقب، ص ۵۴۷۔ باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان طبع قدیم اصح المطابع لکھنؤ

(۵) ــــ تاریخ بغداد للخطیب جلد اوّل، ص ۲۰۸ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رض۔

(۶) ــــ اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۶ تحت معاویہ بن ابی سفیان طبع تہران

(۷) ــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۲۱ بحوالہ الطبرانی والامام احمد وغیرہما تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رض۔

(۸) ــــ الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی، ج ۲۲ ص ۳۵۶، باب ما جاء فی معاویۃ ابی سفیان۔

(۲) ــــ امام بخاری رح نے اپنی تاریخ کبیر تذکرہ حضرت معاویہ رض میں ایک اور روایت

باسند ذکر کی ہے ۔عمیر بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کا تذکرہ خیر و خوبی کے بغیر مت کیا کرو۔ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ ان کے حق میں فرماتے تھے کہ اے اللہ! انہیں ہدایت عطا فرما۔"

فائدہ: ۔جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے عمیر بن سعد صحابی رسولؐ کو حمص کی حکومت سے ہٹا کر حضرت امیر معاویہؓ کو وہاں متعین کیا تو اس وقت لوگ کہنے لگے کہ عمیرؓ کو ہٹا کر امیر معاویہ کو والی بنا دیا۔ حضرت عمیرؓ نے اس موقعہ پر امیر معاویہؓ کے حق میں یہ روایت ذکر کی :۔

"..... عن ابی ادریس الخولانی عن عمیر بن سعد قال لا تذکروا معاویۃ الا بخیرٍ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللّٰھم اھد بہ"

(۱) (التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۴، ص ۳۲۸، القسم الاوّل تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان، طبع حیدر آباد دکن)

(۲) جامع الترمذی ص ۵۴۷ تحت مناقب معاویہؓ

(۳) علم کتاب و حساب کے حصول اور عذاب سے حفاظت کی دُعا

عبدالرحمٰن بن عمیرہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے امیر معاویہؓ کے حق میں دُعا فرمائی "اے اللہ انہیں حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا لے۔"

"... عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللّٰھم علّم معاویۃ الحساب وَقِہِ العذاب"

(۱) ــــ التاریخ الکبیر، ج ۴، ص ۳۲۷۔ القسم الاوّل تحت معاویۃ بن ابی سفیانؓ۔

(۲)——مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی، ج ۹، ص ۳۵۶۔
تذکرہ باب ماجاء فی معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(۴)——نیز عرباض بن ساریہؓ (صحابی) فرماتے ہیں کہ مَیں نے سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا، حضرت معاویہؓ کے حق میں آپ فرماتے تھے کہ اَے اللہ! کتاب اور حساب کا علم انہیں عنایت فرما اور عذاب سے محفوظ فرما۔"

"۔۔۔ یقول (عرباض بن ساریۃ) سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول اللّٰھم عَلِّمْ معاویۃ الکتاب و الحساب وقِہِ العذاب۔"

(۱) الاستیعاب (معہ الاصابہ) ج ۳، ص ۳۸۱ تحت معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(۲) موارد الظمآن لنور الدین الہیثمی، ص ۵۶۶۔ باب فی معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(۳) البدایہ، ج ۸، ص ۱۲۰، بحوالہ احمد و ابن جریر تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(۴) الفتح الربانی، ج ۲۲، ص ۳۵۶۔ باب ماجاء فی معاویہ بن ابی سفیانؓ۔

(۵) ان کے علم اور حلم کے لیے دُعا

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر جلد رابع میں درج کیا ہے کہ ایک دفعہ امیر معاویہؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے سواری پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ آپ کے جسم کا کون سا حصّہ میرے قریب تر ہے تو حضرت معاویہؓ نے عرض کیا کہ میرا شکم

آپ کے نزدیک ہے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اَے اللہ! اسے علم و حلم (بردباری) سے پُر فرما دے"۔

"۔۔۔ صدقة بن خالد حدثنی وحشی بن حرب بن وحشی عن ابیه عن جدّہ قال کان معاویة ردف النبی صلّی اللہ علیه وسلّم فقال یا معاویة ما یلینی منك قال بطنی قال اللّٰھم املأہ علمًا وحلمًا"

(۱) (التاریخ الکبیر لامام البخاری، ج ۴، ق ۲، ص ۱۸۰۔ باب وحشی (وحشی الحبشی) مولی جبیر بن مطعم)
(۲) تاریخ الاسلام لازھبی صہ ۳۱۹ ج ۲ تحت معاویہؓ

فائدہ

۔۔۔۔ سیدنا امیر معاویہؓ کے حق میں یہ دعائیں ایسی ہی مُؤثر ہوئیں جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کے حق میں دعائے نبوی مفید ہوئی اور قدرت کی طرف سے منظور و مقبول ہوئی حضور علیہ السلام حضرت علیؓ کو یمن روانہ کرنے لگے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا، یا رسُول اللہ! مَیں نوعمر ہوں، قضا (یعنی فیصلہ کرنے) کا تجربہ نہیں ہے تو جناب نے ان کے سینے پر ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا کہ اللّٰھم ثبّت لسانہٗ وَاھدِ قلبہٗ (اَے اللہ ان کی زبان کو درست رکھ اور قلب کی صحیح رہنمائی فرما")

(البدایہ، ج ۵، ص ۱۰۷، بعث رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب وخالد بن ولید الی الیمن قبل حجۃ الوداع بحوالہ امام احمدؒ)

۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے امیر معاویہؓ کو بیشک بڑا عمدہ علم و فہم عطا فرمایا اور ساتھ ہی حوصلہ اور بردباری نصیب فرمائی ۔ بے شمار مخلوق کی ہدایت کا ان کو ذریعہ بنایا۔

کئی ممالک ان کی کوششوں سے فتح ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اسلام کا کلمہ بلند ہُوا اور ہمیشہ کے لیے دین کے قیام کی صورتیں پیدا ہوگئیں اور دینی نظام کو ان ملکوں میں قائم فرمایا۔ یہ سب کچھ دعائے نبوی و صحبتِ نبوی کے اثرات تھے۔

—— حضرت امیر معاویہؓ کے دَور کو اگر دینی نظام ختم کر دینے اور اسلامی آئین برباد کر دینے کا دَور تصوّر کر لیا جائے تو پھر نبوت کی ان دعاؤں کا کیا اثر ہُوا؟ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رشد و ہدایت کی دعائیں، علم و حلم کی دعائیں معاذ اللہ سب بے اثر و بے تاثیر ثابت ہونگی (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ حضرت علیؓ کے حق میں دعائیں تو مفید، مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوں اور وہی دعائیں اگر امیر معاویہؓ کے حق میں مقدس زبان سے صادر ہوں تو کوئی ثمرہ مرتب نہ ہو سکے، یہ مشکل ہے۔ مسلمانوں کو اس مسئلہ میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ ہم لوگوں کو اپنے نبی مقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ صحیح عقیدت مندی نصیب فرمائے جس میں قبائلی تعصّب نہ ہو اور افراط و تفریط سے پاک ہو۔

لیاقتِ علمی اور قابلیّت

اس عنوان کے تحت چند ایک چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔اس سے حضرت امیر معاویہؓ کی علمی لیاقت اور ان کی صلاحیت واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔

(ا)

کاتبِ نبویؐ ہونا

سیّدنا امیر معاویہؓ کے متعلق یہ چیز مسلّمات میں سے ہے کہ سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں ان کو کاتب ہونے کی سعادت نصیب تھی۔اور یہ کاتبانِ نبوی میں شمار ہوتے تھے۔یہ ان کی صلاحیت اور صداقت و اعتماد کی بیّن دلیل ہے۔

سیرتِ طیبہ میں جہاں کاتبانِ نبوی کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں امیر معاویہؓ کا اسمِ گرامی بھی درج ہے۔

(۱)—— الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۷۵، معہ الاصابہ، تحت معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۲)—— زاد المعاد لابن القیّم، ج ۱، ص ۳۰ فصل فی کُتّابہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

(۳)—— الاصابہ لابن حجر، ج ۳، ص ۴۱۲ تحت معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۴) مجمع الزوائد للہیثمی، ج ۹، ص ۳۵۷۔ باب معاویہؓ

(۵) جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۷۔ تحت عنوان کُتّابُہٗ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

(۶) تاریخ الیعقوبی الشیعی صہ ۸۰ ج ۲ تحت کتاب النبی صلعم

(۲)

ابنِ عباسؓ ہاشمی کا امیر معاویہؓ پر علمی اعتماد اور صلاحیّت کا اقرار

(۱) ـــــ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے متعدد احادیثِ نبوی نقل کی ہیں اور کئی مسائل شرعی میں ان پر اعتماد کیا ہے۔ اور ان کو دینی مسائل میں "فقیہ" کا مقام دیا ہے۔ اسی سلسلہ کی چند چیزیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (جو حضرت علی المرتضیٰ کے چچا زاد برادر ہیں)، کی خدمت میں مسئلہ وتر کی بحث ہوئی تو اس میں حضرت امیر معاویہؓ کا بھی ذکر ہوا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا "ہمارے دور میں امیر معاویہؓ سب سے زیادہ عالم ہیں"

"فقال ابن عباس . . . . لیس احد منا اعلم من معاویۃ"

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۳، ص ۲۶۔ باب الوتر طبع حیدر آباد دکن)

(۲) ـــــ نیز بخاری شریف میں آیا ہے کہ بحث وتر میں جب گفتگو ہوئی تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ان کی بات کو رہنے دیجیے وہ صحابیِ رسول اللہ ہیں۔ انہوں نے

درست عمل کیا ہے اس لیے کہ وہ دینی مسائل میں فقیہ ہیں۔

"....فقال دعہ فانّہٗ قد صحب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ قال اصاب انہ فقیہٌ"

(۱) بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۳۱۔ باب ذکر معاویہ رضؓ (طبع نور محمدی دہلی)

(۲) الاصابہ مع الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۱۳ تحت تذکرہ معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۳) اُسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۶ تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان۔

(۳) ـــــ ایک بار ابن عباسؓ نے اپنے دو مشہور شاگردوں (مجاہد وعطاء) کو امیر معاویہؓ سے نقل کرکے یہ روایت بیان کی کہ امیر معاویہؓ نے مجھے خبر دی ہے کہ سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منقراض کے ساتھ اپنے موئے مبارک تراشے۔ تو ہم نے ابنِ عباسؓ سے عرض کیا کہ امیر معاویہؓ کے ماسوا کسی صاحب سے ہم کو یہ بات نہیں پہنچی تو جواب میں عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر امیر معاویہؓ تہمت لگانے والے نہیں ہیں (ان کی یہ اطلاع صحیح ہے)۔

"....عن مجاہد وعطاء عن ابن عباس ان معاویۃ اخبرہٗ انّہٗ رأی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قصر من شعرہٖ بمشقص فقلنا لابن عباس ما بلغنا ھٰذا الّاعن معاویۃ فقال ما کان معاویۃ علیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم مُتّہِماً۔"

(مسند احمدؒ، ج ۴، ص ۹۵ تحت مسنداتِ معاویہؓ ابن ابی سفیان)

(۴) ـــــ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت امیر معاویہؓ کی انتظامی صلاحیت ولیاقت بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں نے حکمرانی کے لائق ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

"۔۔۔ عن ابن عباس قال ما رأيت احدًا اخلق للملك من معاوية "

(۱) ـــــ التاریخ الکبیر لامام بخاریؒ، ج ۴، ص ۳۲۷ تحت ذکر معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۲) ـــــ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۸۸، تحت سنہ ۶۰ھ۔ آخر تذکرہ معاویہؓ۔

(۳) ـــــ البدایہ، ج ۸، ص ۱۳۵ تحت امیر معاویہ، بحوالہ محدث عبدالرزاق۔

(۴) ـــــ الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۳ تحت ذکر معاویہ بن ابی سفیان۔

(۵) ـــــ عبداللہ بن عباسؓ حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں شام تشریف لے جاتے وہاں ان کے ہاں قیام فرماتے۔ نمازیں ان کے ساتھ مقام مقصورہ میں مل کر ادا کرتے تھے۔ (مقصورہ صف اوّل میں خلفاء کے لیے مخصوص ومحفوظ مقام بنا ہوا ہوتا تھا)۔

نیز ابن عباسؓ کو امیر معاویہؓ کی جانب سے عطیات و وظائف بھی دیئے جاتے تھے جن کا ذکر عطیات و وظائف کے عنوان کے تحت عنقریب آرہا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

"۔۔۔ ان کریبًا مولى ابن عباسؓ اخبرهُ انّهُ رأى ابن

عباس یصلّی فی المقصورۃ مع معاویۃؓ۔

(المصنّف لعبدالرزاق، ج ۲، ص ۴۱۴، باب الصلوٰۃ
فی المقصورہ مطبوعہ مجلس علمی، کراچی۔ ڈابھیل)

—— (۳) ——

محمد بن حنفیہ ہاشمی کا امیر معاویہ سے حدیث نبوی اور مسئلہ شرعی نقل کرنا

حضرت علی المرتضیٰ کے صاحبزادے محمدؒ بن حنفیہ نے امیر معاویہؓ سے حدیث شریف نقل کی ہے کہ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے عُمریٰ جن لوگوں کے لیے کر دیا جائے وہ ان کے لیے درست ہے۔ (یعنی ایک شخص نے دوسرے کو عمر بھر کے لیے کوئی چیز دے دی تو اس کے لیے ہمیشہ کے لیے ہو گئی)۔

"۔۔۔۔عن محمد بن علی الحنفیۃ عن معاویۃ بن ابی سفیان قال سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول العمریٰ جائزۃ لاھلھا۔

(مُسند امام احمد، ج ۴، ص ۹۷، تحت حدیث
معاویۃؓ بن ابی سفیان، طبع اوّل مصری)

—— (۴) ——

امیر معاویہؓ اصحاب فتویٰ سے تھے

ابن القیمؒ نے اپنی تصنیف اعلام الموقعین کے ابتدائی فصول میں ذکر کیا ہے کہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں جو صاحبِ فتویٰ حضرات تھے (جن کی طرف لوگ شرعی فتویٰ حاصل کرنے میں رجوع کرتے تھے) ان کے تین طبقات و درجات قائم کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ایک جماعت کثیر الفتویٰ تھی۔ وہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہم حضرات ہیں۔

۲۔ ان کے بعد دوسرا طبقہ المتوسطون تھے۔ وہ صدیق اکبرؓ، امّ سلمہؓ، عثمان ذوالنورینؓ وغیرہم ہیں۔ ان متوسطین کے زمرہ میں متعدد صحابہ (مثلاً حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عمران بن الحصینؓ کو ذکر کیا ہے۔ ان میں امیر معاویہؓ بھی شامل ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

"...... ویضاف الیہم طلحۃ والزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف.... ومعاویۃ بن ابی سفیان"

۳۔ اس کے بعد قلیل الفتویٰ حضرات مذکور ہیں۔ مثلاً ابو درداءؓ، ابو سلمہؓ، سعید بن زید وغیرہم۔

(۱) ـــــ اعلام الموقعین لابن القیم، ج ۱، ص ۵ (ابتدائی فصول) طبع اشرف المطابع۔ دہلی۔

(۲) تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، ص ۴۰۴ تحت بحث واکثرہم فتیا ابن عباسؓ۔

(۳) ـــــ جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۳۲۰ (الرسالۃ الثالثۃ اصحاب الفتیا من الصحابۃؓ

(۴) الاصابہ لابن حجر صہ ۲۲ ج ۱ مقدمۃ الکتاب فصل ثالث

ـــــ مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اپنی علمی لیاقت کے اعتبار سے جس طرح فقہائے امّت میں شمار کیے جاتے تھے اسی طرح صحابہ کرام کے دور میں

اہلِ فتاویٰ میں ان کا مستقل مقام تھا اور ان کا اہلِ تدبیر و سیاست ہونا تو تاریخی مسلّمات میں سے ہے۔

(۵)

حضرت امیر معاویہؓ کی دینی وثاقت اور علمی ثقاہت کے لیے یہ چیز بڑی اہم ہے کہ آپ بہت سے اکابر صحابہ کرامؓ کے مروی عنہ ہیں یعنی صحابہؓ نے آپ سے احادیثِ نبوی نقل کی ہیں۔ان میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے اور امام نووی نے لکھا ہے کہ ایک سو تریسٹھ احادیثِ نبوی امیر معاویہؓ کے ذریعہ منقول ہیں جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۱۔عبداللہ بن العباسؓ (ہاشمی)	۲۔جریر بن عبداللہ البجلیؓ
۳۔معاویہؓ بن خدیج	۴۔سائبؓ بن یزید
۵۔عبداللہ بن الزبیرؓ	۶۔نعمان بن بشیرؓ
۷۔ابوسعید الخدریؓ	۸۔ابو درداء

۹۔عبداللہ بن عمرؓ ۔ وغیرہم

(۱) الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۲ تحت معاویہؓ بن ابوسفیان

(۲) اسد الغابہ، ج ۴، ص ۳۸۷ تحت معاویہ بن ابوسفیان

(۳) تہذیب الاسماء واللغات للنووی، ج ۲، ص ۱۰۲-۱۰۳ تحت معاویہؓ بن ابی سفیان۔

(۴) جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۷۷ تحت الرسالۃ الثانیۃ (اصحاب المأۃ وشیئ)۔

ملّی خدمات اور اسلامی فتوحات

قبل ازیں بحث اوّل عنوان (الشام) کے تحت حضرت امیر معاویہؓ کی چند خدمات متعلق عہد نبوی و عہدِ صدیقی مختصراً درج ہو چکی ہیں، ان کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے چند مزید غزوات و فتوحات یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

——— جنگی غزوات کے سلسلہ میں امیر معاویہؓ کی خدماتِ جلیلہ بہت کثیر ہیں۔ پہلے خلفائے راشدین کے دور میں، پھر ان کے اپنے دورِ خلافت میں بے شمار فتوحات ہیں جو امیر معاویہؓ کے ذریعہ حاصل ہوئیں۔ ان کی تفصیلات کے لیے تو ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔ مگر اس وقت اجمالی طور پر ہم ان میں سے بعض واقعات کو نقل کرتے ہیں تاکہ یہ عنوان خالی نہ رہ جائے۔

(۱) ——— فتح اُردن کے متعلق علاّمہ بلاذریؒ نے لکھا ہے کہ فوج کے سپہ سالار ابوعبیدہؓ بن جرّاح تھے اور ان کے ماتحت امیر معاویہؓ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان جرنیل تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے حکم کے مطابق سواحل اُردن کی طرف فوج کشی کی گئی تو اس لشکر کے امیر یزید بن ابی سفیان تھے اور اس لشکر کے مقدمہ پر ان کے بھائی معاویہؓ بن ابی سفیان متعین تھے۔ بڑی کوشش اور مساعی کے بعد سواحلِ اردن یزیدؓ، عمرو بن العاص اور حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں فتح ہوئے تو ابوعبیدہ نے اس فتح کی اطلاع مرکز میں حضرت عمرؓ کو ارسال کی۔

اس موقع پر حضرت امیر معاویہؓ کے کارنامے اور کارکردگی ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

"..... وکان لمعاویة فی ذالک بلاءٌ حسنٌ و اثرٌ جمیلٌ۔"

(فتوح البلدان للبلاذری، ص ۱۴۳، طبع مصر تحت

امر اردن)

(۲) ـــــ سنہ ۱۹ھ میں جب حضرت عمرؓ نے قیساریہ کے فتح ہونے کا اعلان فرمایا تو مسلمانوں نے یہ مژدۂ جانفزا سن کر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں۔ سات سال تک قیساریہ کا محاصرہ رہا اور آخرکار امیر معاویہؓ کے ذریعہ فتح ہوئی۔

"..... ان قیساریۃ فتحت قسرًا فی سنۃ ۱۹ھ فلما بلغ عمر فتحها نادیٰ ان قیساریۃ فتحت قسرًا وکبّر وکبّر المسلمون وکانت حوصرت سبع سنین وفتحها معاویۃ۔

(۱) فتوح البلدان للبلاذری المتوفی سنہ ۲۷۹ھ، ص ۱۴۹۔ طبع اولیٰ مصری (تحت امر فلسطین۔

(۲) فتوح البلدان للبلاذری، ص ۱۴۷ (تحت امر فلسطین۔

(۳) ـــــ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے امیر معاویہؓ کو فرمان بھیجا کہ فلسطین کے باقی علاقوں کی طرف پیش قدمی کریں۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے تعمیلِ حکم میں عسقلان کے علاقہ کو فتح کیا۔

"..... وکتب عمر بن الخطاب الیٰ معاویۃ یامرہ بتتبع ما بقی من فلسطین ففتح عسقلان"

(فتوح البلدان، ص ۱۴۹۔ تحت امر فلسطین

لاحمد بن یحییٰ البلاذری)

(۴) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا

سب سے پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بشارت بیان فرمائی تو امّ حرامؓ بنت ملحان عرض کرنے لگیں "کیا میں بھی اس میں شامل ہوں"؟ تو آپؐ نے جواباً فرمایا "تو بھی اس میں سے ہے" اس بنا پر حضرت امِّ حرامؓ ایک مرتبہ سمندر میں جہاد کرنے والے اس لشکر میں شامل ہوئیں جس کے جرنیل حضرت امیر معاویہ تھے۔ اس غزوہ میں امّ حرامؓ اپنی سواری سے گر کر فوت ہوگئیں۔

"۔۔۔۔ قال عمیر فحدثتنا ام حرام انھا سمعت النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اوّل جیش من اُمّتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللّٰہ انا فیھم؟ قال انتِ فیھم ۔۔۔ الخ"

۔۔۔ فرکبت البحر فی زمان معاویۃ بن ابی سفیان فصرعت عن دابّتھا حین خرجت من البحر فھلکت"

(۱)۔۔۔ بخاری شریف، ج ۱، ص ۴۱۰۔ کتاب الجہاد، باب ما قیل فی قتال الروم۔ طبع نور محمدی دہلی۔

(۲)۔۔۔ بخاری شریف، ج ۱، ص ۳۹۱۔ کتاب الجہاد، باب الدعاء بالجہاد والشہادۃ۔

(۳)۔۔۔ مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۴۱، ۱۴۲۔ کتاب الامارۃ باب فضل الغزو فی البحر۔ طبع نور محمدی دہلی۔

اس واقعہ کے متعلق اتنی ضروری تشریح یاد رہنی چاہیے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے دوران ۲۸ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کی قیادت میں یہ غزوہ پیش آیا تھا۔ اس غزوہ میں امّ حرام اپنے خاوند عبادہؓ بن صامت کے ساتھ شاملِ غزوہ ہوئی

تھیں اس کا نام غزوۂ قبرص ہے۔ اس غزوہ میں امِّ حرامؓ فوت ہوئیں اور ان کا مزار وہیں علاقہ قبرص میں ہے (جس کو سائپرس کہا جاتا ہے)۔

".... وفیھا (سنہ ۲۸ھ) غزا معاویۃ بن ابی سفیانؓ فی البحر..... ومعہ عبادۃ بن الصامت ومعہ امراتہ ام حرام بنت ملحان الانصاریۃ فاتی قبرص فتوفیت ام حرام فقبرھا ھناک"

(۱)ـــــ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۳۵ تحت سنہ ۲۸ھ

(۲)ـــــ نسب قریش، ص ۱۲۴ تحت اولاد ابی سفیانؓ بن حرب۔

(۳)ـــــ البدایہ جلد ہشتم، ص ۲۲۹ تحت ترجمہ یزید بن معاویہؓ۔

(۴)ـــــ فتوح البلدان بلاذری، ص ۱۶۰ تحت امر قبرص۔

حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی امّت کے جس لشکر کے متعلق جنت کی یہ بشارت ارشاد فرمائی تھی اس لشکر کے امیر حضرت امیر معاویہؓ تھے۔ لہٰذا وہ بھی اس عظیم بشارت کے مستحق ہوتے اور زبانِ نبوت کے ذریعہ بالیقین اہلِ جنت میں سے ٹھہرے۔

دیگر اکابر کا شامل ہونا

یہاں مزید یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ امیر معاویہؓ، حضرت فاروقِ اعظمؓ سے بحری جنگوں کے متعلق پیش قدمی کرنے کے لیے اجازت طلب کرتے رہے لیکن وقتی مصالح کی بنا پر اجازت نہ ملی۔

جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو انہوں نے خاص شروط کے تحت قومی منافع کے پیشِ نظر بحری جنگی اقدامات کی اجازت دے دی۔ اور یہ قبرص کی طرف اقدام پہلا بحری غزوہ ہے۔

اس میں حضرت امیر معاویہ کی ماتحتی میں بڑے بڑے اکابر صحابہ غزوۂ ہٰذا

میں شریک ہوئے تھے مثلاً ابوایوب انصاریؓ ۔ ابوالدرداء ۔ ابوذر غفاریؓ ۔ عبادۃ بن الصامت ۔ فضالۃ بن عبید الانصاریؓ، عمیر بن سعد بن عبید الانصاریؓ ۔ واثلہ بن الاسقع الکنانی ۔ عبداللہ بن بشر المازنی ۔ شداد بن اوس بن ثابت وہو ابن اخی حسان بن ثابت و المقداد ۔ وکعب الجبر وجبیر بن نفیر الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔

امیر معاویہؓ غزوہ ہذا میں امیر لشکر کی حیثیت سے خود شامل تھے اور آپ کی اہلیہ ساتھ تھیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فتح عظیم عطا فرمائی ۔ مسلمانوں کو بہت عمدہ غنائم حاصل ہوئے ۔

مسلمانوں کی افواج نے اس علاقہ میں جہاد جاری رکھا حتیٰ کہ اہل قبرس صلح کے لیے آمادہ ہوئے اور امیر معاویہؓ کے دور میں انہوں نے امیر معاویہؓ سے چند شرائط کے ساتھ دائمی مصالحت کر لی ۔۔۔ الخ

(فتوح البلدان للبلاذری، ص ۱۶۰ - ۱۶۱ تحت امر قبرس)

(۵) ۔۔۔ حضرت سیدنا عثمانؓ بن عفان کی شہادت کے بعد کچھ عرصہ تک غزوات کا سلسلہ رک گیا تھا حتیٰ کہ جب صلح و مصالحت کا سال آیا (جب سیدنا حسنؓ کی حضرت امیر معاویہؓ سے ۴۱ھ میں صلح ہوئی) تو امیر معاویہؓ نے ملک روم کی طرف سولہ ۱۶ عدد غزوات یکے بعد دیگرے جاری رکھے ۔ جب ایک لشکر گرمیوں میں بھیجا جاتا تو وہ وہیں سردیوں میں قیام کر کے واپس لوٹتا اور اس کی جگہ دوسرے کو روانہ کیا جاتا ۔

"لما قتل عثمانؓ لم یکن للناس غازیۃ تغزوا حتیٰ کان عامۃ الجماعۃ فاغزا معاویۃ ارض الروم ست عشرۃ غزوۃ تذهب سریۃ فی الصیف ویشتوا بارض الروم

ثم تقفل و تعقبها أخرىٰ ۔"

(البدایہ، ص ۱۳۳، جلد ۸ تحت تذکرہ معاویہؓ)

پھر اس کے بعد بے شمار غزوات پیش آئے۔ بری و بحری فتوحات ہوئیں اور ان کے ہاتھوں اقصائے عالم تک اسلام کا پرچم لہرایا اور ان کی مساعی سے دینِ اسلام کے غلبہ کے سامان پیدا ہو گئے۔ اسی چیز کو علّامہ ذہبیؒ نے کتاب دول الاسلام میں بیان کیا ہے۔ ذیل میں ملاحظہ فرماویں۔

اسلامی حکومت کا وسیع حلقہ

۶۔۔۔ حضرت امیر معاویہؓ میں فطری طور پر انتظامی صلاحیتیں اس قدر ودیعت تھیں کہ ان کے زیرِ انتظام ایک وسیع و عریض اسلامی سلطنت قائم تھی۔ اس سلطنت کی حدود و بحار اسے لے کر مغرب میں قیروان تک، اقصائے یمن سے قسطنطنیہ تک پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے علاوہ حجاز، یمن، شام، مصر، مغرب، عراق، الجزیرہ، آرمینیہ، روم، فارس، خراسان، جبال، اور ماوراء النہر، یہ تمام ممالک اور علاقے ان کے حکم کے ماتحت تھے۔ علّامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"۔ ۔ ۔ صار ملك الدنيا تحت حكمه من حدود بحارا الى القيروان من المغرب ومن اقصى اليمن الى حدود قسطنطنية واقليم الحجاز واليمن والشام ومصر والمغرب والعراق والجزيرة وآرمينية والروم وفارس والخراسان والجبال وما وراء النهر ۔"

(کتاب دول الاسلام للذہبیؒ، جزء اوّل، ص ۲۸۔ تحت سنۃ ستین۔ طبع دائرۃ المعارف دکن)

حدودِ حرم کی تعیین

امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں حرمِ مکّہ کے بعض آثار اور نشانات مٹنے لگے تھے۔ مروان بن الحکم

مدینہ پر امیر معاویہؓ کی جانب سے والی تھے۔ انہوں نے شام میں امیر معاویہؓ کو لکھا کہ حرم شریف کے بعض آثار مٹ گئے ہیں اور کرز بن علقمہ معمر صحابی زندہ موجود ہیں ان کے ذریعے آثار کی تجدید و تحدید ہو سکتی ہے۔ اس کے متعلق حکم صادر فرمایا جائے۔ تو امیر معاویہؓ نے جواب ارسال کیا کہ کرز کی معلومات کی روشنی میں مٹنے والے آثار و نشانات کو جلد از جلد صحیح کر کے متعین کیا جائے۔ اور اس پر عملدرآمد کیا گیا

"اسلم کرز یوم فتح مكة وكان قد عمّر عُمُرًا طويلًا وكان بعض اعلام الحرم قد عمى على الناس فكتب مروان بن الحكم الى معاوية بذالك فكتب اليه ان كان كرز بن علقمة حيًّا فمره فليوقفكم عليه ففعل فهو الذى وضع معالم الحرم فى زمن معاوية وهو على ذالك الى الساعة۔

(۱) ــــ تاریخ طبری الجزء الثالث عشر، ج ۱۳، ص ۳۵-۳۶ ذکر من مات او قتل سنہ ۸۰ھ۔

(۲) ــــ الاصابہ معہ الاستیعاب، ص ۵، ۲۔ تحت ذکر کرز بن علقمہ بن ہلال۔

(۳) ــــ طبقات لابن سعد، ج ۵، ص ۳۳۸ تحت کرز بن علقمہ بن ہلال۔ طبع لیدن۔

کریمانہ اخلاق اور عمدہ کردار
خدا خوفی اور خوفِ آخرت

عوام کی خیر خواہی: حضرت امیر معاویہؓ کا اخلاق و کردار بہت بلند تھا اور ان کا اپنی رعایا کے ساتھ حسن سلوک قابلِ قدر تھا۔ عوام کی حاجت روائی کے لیے حضور علیہ السلام کے فرمان کے پیش نظر انہوں نے

آدمی مقرر کر رکھا تھا جو لوگوں کی حاجات اور ضروریات ان کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔
چنانچہ عمر بن مرہ نے جب امیر معاویہؓ کو اس مضمون کی حدیث سنائی تو انہوں نے اس
پر فوراً عمل درآمد کر دیا۔

(۱) ـــــ عن عمرو بن مرة انه قال لمعاوية سمعت رسول
اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول من ولاہ اللہ شیئًا من
امر المسلمین فاحتجب دون حاجتہم وخلتہم وفقرہم
احتجب اللہ دون حاجتہ وخلتہ وفقرہ فجعل معاویۃ
رجلًا علی حوائج الناس رواہ ابوداؤد والترمذی۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲۴۔ الفصل الثانی۔ باب
ماعلی الولاۃ من التیسیر) ابوداؤد شریف صفحہ ۵۱۳ جلد ثانی کتاب الخراج

(۲) ـــــ ... فلما دخل ابو مریم (الازدی الصحابی) علیہ
(معاویۃ بن ابی سفیانؓ) قال (معاویۃ) ھٰہنا ھٰہنا یا ابامریم
فقال ابو مریم انی لم اجئك طالب حاجۃ ولکنی سمعت
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول من اغلق بابہ دون
ذوی الفقر والحاجۃ اغلق اللہ عن فقرہ وحاجتہ باب
السماء قال فاکبّ معاویۃ یبکی ثم قال ردّ حدیثك یا ابامریم
فردّہ فقال معاویۃ ادعوا الی سعدًا وکان حاجبہ فدعی
فقال یا ابا مریم حدثہ انت کما سمعت فحدّثہ ابو مریم
فقال معاویۃ لسعدٍ اللّٰھم انی اخلع ھٰذا من عنقی واجعلہ
فی عنقك من جاءنا یستاذن فاذن لہ یقضی اللہ لہ علیٰ لسانی ما
قضیٰ۔

(۱) (کتاب الکنیٰ للدولابی جلد اوّل ص ۵۴ تحت ابی مریم الازدی)
(۲) ریاض الصالحین للامام النواری صہ ۲۹۲ باب امر ولاۃ الامور بالرفق

حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی ابومریم امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے۔ امیر نے فرمایا یہاں تشریف رکھیے۔ ابومریم فرمانے لگے کہ میں کسی اور کام کے لیے نہیں آیا لیکن فرمان نبوی پہنچاتا ہوں حضور علیہ السلام سے میں نے سنا کہ فرماتے تھے جس شخص نے حاجت مند کے سامنے اپنا دروازہ بند کر دیا، اس کی ضرورت نہ سنی، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کا دروازہ آسمان سے بند کر دیں گے۔ یہ سن کر امیر معاویہ اوندھے گر کر رونے لگے پھر اپنے دربان سعد نامی کو بلوایا اور ابومریم کو فرمایا کہ اب پھر فرمانِ نبوت سنا دیجیے۔ انہوں نے وہی حدیث سنائی، اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اپنے دربان سعد کو فرمایا، میں نے اپنے گلے سے بات کو نکال کر تیرے گلے میں ڈال دیا اور حکم دیا کہ جو حاجتمند آئے اسے میرے ہاں پہنچنے کی اجازت دے دینا۔ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ میری زبان پر جو فیصلہ چاہیں گے کریں گے۔"

(۳)——— مندرجہ بالا واقعات کی طرح حضرت امیر معاویہؓ کی خدا خوفی اور فکرِ آخرت کا واقعہ ترمذی شریف جلد دوم، ص ۶۱، طبع مجتبائی دہلی، ابواب الزھد، تحت باب ما جاء فی الریاء والسمعۃ میں شفیا اصبحی سے منقول ہے۔

(۴)——— اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کی تواضع و انکساری اور اتباعِ سنت کی اہمیت کا واقعہ عبداللہ بن الزبیر و ابن صفوان کے ساتھ پیش آیا۔ ترمذی شریف جلد دوم، ص ۱۰۰، طبع مجتبائی دہلی، ابواب الآداب، باب ما جاء فی کراھیۃ قیام الرجل للرجل میں مذکور ہے۔

(۵)——— نیز حضرت معاویہؓ کا فرمانِ نبوی میں کوتاہی اور تبدیلی پر پریشان ہونا اور اہلِ مدینہ کو متنبہ کرنا ترمذی شریف جلد دوم، ص ۱۰۲، طبع دہلی۔ ابواب الآداب

باب ماجاء فی کراہیۃ اتخاذ القصّہ میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ ازراہِ اختصار امیر معاویہؓ کے واقعات کی طرف اشارے کر دیئے ہیں۔ اہلِ علم اور صاحبِ تحقیق حضرات رجوع فرما کر تسلّی کر سکتے ہیں۔ یہ حدیث کی روایات ہیں۔ تاریخی رطب و یابس نہیں۔

امیر معاویہؓ کی سیرت اور کردار پر

علّامہ ابن تیمیہؒ کی رائے

علّامہ ابن تیمیہؒ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کا تعلق اپنی رعیّت کے ساتھ بہترین تھا۔ جس کی وجہ سے رعیت آپ کو بہت پسند کرتی تھی۔ آپ کا شمار بہترین حکّام میں ہوتا تھا۔

صحیحین کی روایت ہے کہ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو اور وہ تم کو پسند کرتے ہوں۔ تم ان کے حق میں دُعا کرتے ہو اور وہ تمہارے حق میں دُعا کرتے ہوں۔

"وکانت سیرۃ معاویہ مع رعیّتہ من خیار سیرۃ الولاۃ وکانت رعیّتہٗ یحبّونہ وقد ثبت فی الصحیحین عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم انّہ قال خیار ائمتکم الذین تحبّونھم ویحبّونکم وتصلّون علیھم ویصلّون علیکم ...الخ

(منہاج السنّہ، ج ۳، ص ۱۸۹، تحت جوابات مطاعن عثمانی)

عوام کی خبر گیری کے لیے ایک شعبہ

منہاج السنّہ میں ابنِ تیمیہؒ نے بغوی کی

سند کے ساتھ ابوقیس سے ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ہر قبیلہ کے لیے ایک ایک آدمی مقرر کیا ہوا تھا جو محافل میں جا کر معلوم کرتا کہ کیا اس قبیلہ میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے یا نہیں؟ کیا اس رات میں کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے یا نہیں؟ یا کوئی مہمان قبیلہ میں فروکش ہوا ہے؟ وہ مذکورہ معلومات لے کر دفتر میں پہنچتا اور ان کے نام رجسٹر میں درج کرتا تاکہ ان کی ضروریات کا حکومت کی طرف سے انتظام کیا جاتے)۔

قال البغوی حدثنا سوید بن سعید حدثنا همام بن اسمٰعیل عن ابی قیس قال کان معاویۃؓ قد جعل فی کل قبیلٍ رجلًا وکان رجل منّا یکنّی ابا یحییٰ یصبح کل یوم فیدور علی المجالس هل وُلِدَ فیکم اللیلۃ ولدٌ؟ هل حدث اللیلۃ حادث؟ هل نزل الیوم بکم نازلٌ؟ قال فیقولون نعم - نزل رجل من اهل الیمن بعیاله یسمونه وعیاله فاذا فرغ من القبیل کله اتی الدیوان فاوقع اسماءهم فی الدیوان -

(۱) — منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۱۸۵ -

(۲) — البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۳۴ تحت تذکرہ معاویہؓ

مطلب یہ ہے کہ رعایا کے احوال کی خبر گیری اور ہر قبیلہ کی ضروریات دریافت کرنے کے لیے ایک مستقل دفتر ہوتا تھا۔ اس طریقہ سے عوام کی ضروریات کا ہر ممکن طریقہ سے اہتمام کیا جاتا تھا۔

— مذکورہ حوالہ جات کے ذریعہ سیدنا معاویہؓ کی طرزِ زندگی اور حسنِ معاشرت واضح ہے۔ اکابرینِ امّت کی ان تصریحات کے باوجود امیر معاویہؓ کے حق میں یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ ان کی عادات قیصر و کسریٰ کی عادات و اطوار کے

موافق تھیں اور ان کی عملی زندگی اسی انداز میں بسر ہوتی تھی۔ سراسر ناانصافی ہے اور واقعات کے برعکس ہے۔ ان کے متعلق لوگوں میں تنفر پھیلانے کے لیے یہ پروپیگنڈا ہے اور ناقابلِ اعتبار تاریخی مواد پر اعتماد کر کے یہ تصوّر پیش کیا جاتا ہے۔

عدل وانصاف پر حضرت سعدؓ کی شہادت

(۱) سیدنا امیر معاویہؓ بڑے عادل اور منصف مزاج تھے۔ وہ عوام کے حقوق کو احسن طریقہ سے ادا کرنے والے تھے۔ آپ کے حق میں سعد بن ابی وقّاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد امیر معاویہؓ سے زیادہ حق کو پورا کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

—— قال اللیث بن سعد حدثنا بکیر عن بشر بن سعید ان سعدَ بن ابی وقاص قال ما رأیت احداً بعد عثمان اقضیٰ بحقّ من صاحب ھٰذا الباب یعنی معاویۃ۔

(۱) —— تاریخ الاسلام للذہبی جز ثانی، ص ۳۲۱ تحت ذکر معاویہؓ۔

(۲) —— البدایہ لابن کثیر، ص ۱۳۳، ج ۸ تحت ذکر معاویہؓ۔ طبع اوّل مصری۔

—— حضرت سعد بن ابی وقّاص ان کبار صحابہؓ میں سے ہیں جنہوں نے جنگِ جمل وصفین سے عزلت وعلیحدگی اختیار کر لی تھی اور طرفین میں سے کسی ایک فریق کی حمایت نہیں کی تھی۔ ان مناقشات میں آپ غیر جانبدار رہے تھے

(دول الاسلام، ج ۱، ص ۱۵۔ للذہبیؒ۔ تحت خلافۃ علی بن ابی طالب)

انہوں نے حضرت معاویہؓ کے منصفانہ کردار کو اس طرح بیان کیا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کے بعد انصاف کرنے اور حق ادا کرنے میں امیر معاویہؓ کا بڑا مقام ہے۔

—— یہ شہادت بہت وزنی ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کے کردار میں تنقیص پیدا کرنے والی روایات کا کوئی درجہ نہیں ہے۔

الاعمش کی شہادت

اسی طرح آنے والے حوالہ مندرجہ میں الاعمش (جو ثقہ تابعی ہیں اور بڑے پائے کے محدث ہیں) کی گواہی بڑی قیمتی ہے۔ اس میں عمرؒ بن عبدالعزیز مشہور منصف خلیفہ کے ساتھ تقابل پیش کر کے الاعمش فرماتے ہیں "حلم و کرم میں نہیں بلکہ عدل و انصاف کے معاملہ میں حضرت امیر معاویہؓ عمر بن عبدالعزیز سے بڑھ کر تھے۔ اہل علم و فہم حضرات پر واضح ہے کہ اعمش وغیرہ حضرات کا زمانہ امیر معاویہؓ کے دور کے قریب تر ہے۔ ان قریب زمانہ والے لوگوں کی شہادت بعد والی تاریخی روایات سے بہر کیف مقدم ہوگی اور زیادہ معتبر ہوگی۔ امیر معاویہؓ کو ظالم و جائر وغیرہ ثابت کرنے والے تاریخی مواد کو مؤخر کیا جائے گا اور ناقابلِ اعتماد متصور ہوگا۔

ایک دفعہ اعمش (سلیمان بن مہران) کی مجلس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے عدل و انصاف کا تذکرہ ہوا تو اعمشؒ نے فرمایا کہ امیر معاویہؓ عمرؒ بن عبدالعزیز سے حلم میں نہیں بلکہ خدا کی قسم عدل و انصاف میں فائق تھے۔

... حدثنا محمد بن جواس حدثنا ابو هريرة المكتب قال كنا عند الاعمش فذكروا عمر بن عبد العزيز وعدله فقال الاعمش فكيف لو ادركتم معاوية قالوا في حلمه؟ قال لا والله بل في عدله۔ (۱)

(۱) منہاج السنہ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۱۸۵۔

(۲) ب ـــ المنتقیٰ للذہبی، ص ۴۸۸ طبع مصر

امیر معاویہؓ کے حق میں ناصحانہ کلام اور ان کی خدمت میں حق گوئی کا مسئلہ

ـــ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ کو بعض حضرات نصیحت فرماتے اور ان کے حق میں خیر خواہانہ کلام کرتے تو حضرت معاویہؓ کو یہ چیز پسند ہوتی تھی اور اسے بخوشی قبول کرتے تھے۔

(۱) ـــ ایک دفعہ ابوامامۃ الباہلیؓ (صحابی)، امیر معاویہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ اے امیر المومنین آپ ہمارے چشموں کے لیے اصل ہیں۔ آپ صاف رہیں گے تو چشموں کا میلا ہونا ہمیں ضرر نہ دیگا۔ اگر آپ میں تکدّر اور میلا پن ہوگا تو ہمارا صاف رہنا ہمیں نفع نہ دے گا اور یقین جانیے کہ ستونوں کے بغیر خیمہ کھڑا نہیں رہ سکتا۔

"۔۔۔۔۔ اخبرنی العتبی قال دخل ابو امامۃ الباہلی علی معاویۃؓ فقال یا امیر المؤمنین! انت رأس عیوننا فان صفوت لم یضرنا کدر العیون وان کدرت لم ینفعنا صفونا واعلم انّہ لا یقوم فسطاطٌ الّا بعمدٍ۔"

(کتاب المجتنیٰ، ص ۳۹ ـ تحت کلام معاویہؓ ـ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ـ لامام اللغۃ والادب ابی بکر محمد بن الحسن بن درید الازدی البصری ـ المتوفی ببغداد سنۃ (۳۲۱ھ)

(۲) ـــــ اور امیر معاویہؓ کی خدمت میں "حق بات" لوگ رُوبرو کہتے تھے۔ امیر معاویہؓ اسے خندہ پیشانی سے سماعت فرماتے۔ ان کے دَور میں حق گوئی مسلوب نہ تھی۔ ابن درید کی کتاب "المجتنیٰ" سے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرما دیں۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کو ایک آدمی آکر کہتا کہ اے معاویہ! اللہ کی قسم خود بخود ٹھیک رہیے ورنہ ہم آپ کو درست کر دیں گے تو امیر معاویہؓ فرماتے کہ کس کے ساتھ ٹھیک کر دگے تو وہ شخص کہتا کہ لاٹھی کے ساتھ۔ یہ سُن کر امیر فرماتے تو پھر ہم درست ہو جائیں گے۔"

ـــــ اخبرنا محمد قال اخبرنا معاذ عن دماذ قال اخبرنی ابوعبیدة قال ان کان الرجل لیقول لمعاویة و اللّٰه لتستقیمنّ یا معاویة! اولنقوّمنك فیقول بما ذا؟ فیقول بالخشب فیقول اذاً نستقیم۔"

(۱) کتاب المجتنیٰ لابن درید المذکور، ص ۴۱ طبع حیدر آباد دکن۔ تحت کلام معاویہؓ

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ، ج ۳، ص ۱۰۲۔ تحت ترجمہ معاویہؓ۔

(۳) تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲، ص ۳۲۲۔ تحت معاویہؓ۔

جس طرح حضرت امیر عمرؓ کے دَور کا ایک واقعہ مشہور ہے، کسی نے ان کو کہا تھا اگر آپ درست نہ ہونگے تو ہم آپ کو تلوار کے ساتھ ٹھیک کر دیں گے۔ اسی طرح سیدنا امیر معاویہؓ کی خدمت میں لوگ حق بات کہتے تھے اور

راست گوئی کا حق ادا کرتے تھے۔ حضرت امیرؓ نے ان پر کوئی رکاوٹ نہیں ڈال رکھی تھی ــــــــ یہاں سے معلوم ہوا کہ:

اس دور کے معترض بزرگوں نے "لوگوں کی زبانوں پر قفل چڑھائے جانے" کا جو کیس تیار فرمایا ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کا روایاتی مواد بالکل ردّی ہے اور لائق اعتبار نہیں۔ تاریخ میں ہر اچھے آدمی کے متعلق اس قسم کا ردّی مواد فراہم کر لینا کچھ مشکل نہیں۔ خداوند کریم "خُذ ما صفا و دع ما کدر" پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلامی خزانہ امیر معاویہؓ کے دَور میں!

ــــــــ سیّدنا امیر معاویہؓ کی خلافت کے دوران بیت المال کے متعلق کیا نظریات تھے اور اس کے اموال کے مصارف کس طرح جاری ہوتے تھے؟ امیر معاویہؓ کے نزدیک بیت المال کی حیثیت کیا تھی؟ یہ مسئلہ بہت کچھ تفصیل طلب ہے لیکن اختصار کے پیشِ نظر پہلے چند ایک حوالہ جات اس کے لیے تحریر کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے فوائد ملاحظہ فرماویں۔

ــــــــ (۱) ــــــــ

ــــــــ ایک دفعہ جمعہ کے روز امیر معاویہؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ بیت المال کا مال ہمارا ہے اور مال فئے بھی ہمارا ہے۔ جس شخص سے چاہیں ہم روک سکتے ہیں۔ اس بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔ دوسرے جمعہ میں اسی طرح کلام فرمایا۔ پھر بھی کسی نے جواباً کچھ نہ کہا۔ پھر تیسرے جمعہ میں جب امیر معاویہؓ نے وہی بات فرمائی جو پہلے جمعہ میں ذکر کی تھی۔

فقام الیہ رجل فقال کلا !

انما المال مالنا والفیٔ فیئنا فمن حال بیننا وبینہ حاکمناہ الی اللہ تعالیٰ باسیافنا فمضیٰ فی خطبتہ ثم لما وصل منزلہ ارسل للرجل فقالوا ھلک ثم دخلوا فوجدوہ جالسًا معہ علیٰ سریرہٖ فقال لھم ان ھٰذا احیانی احیاہ اللہ سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول سیکون من بعدی امراء یقولون فلا یرد علیھم یتقاحمون فی النار...... وانی تکلّمت اول جمعہ فلم یرد علیّ احدٌ فخشیت ان اکون منھم ثم فی الجمعۃ الثانیۃ فلم یرد علیّ احدٌ فقلت انی منھم ثم تکلّمت فی الجمعۃ الثالثۃ فقام ھٰذا الرجل فردّ علیّ فاحیانی احیاہ اللہ تعالیٰ۔

——یعنی ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اس نے (مجمع کے سامنے) کہا کہ اس طرح بات نہیں ہے بلکہ بیت المال کا مال ہمارا ہے اور فٔے کا مال بھی ہم سب مسلمانوں کا ہے۔ جو شخص اس مسئلہ میں حائل ہونے لگے گا اس کا فیصلہ ہم تلواروں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ہاں پہنچائیں گے۔

——اس کے بعد امیر معاویہؓ خطبہ تمام کر کے جب اپنے مقام پر پہنچے تو اس شخص کو بلا بھیجا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ اس کو سزا ملے گی۔ لیکن جب اور لوگ پہنچے تو دیکھا وہ (حق گو) آدمی چارپائی پر امیر معاویہؓ کے ساتھ باعزت انداز میں بیٹھا ہوا ہے۔

——اس وقت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ اس شخص نے گویا مجھے

زندہ کر دیا ۔ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے ۔ مَیں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ۔ آپ نے فرمایا تھا عنقریب میرے بعد امراء ہوں گے جو بات کہیں گے ان کے جواب میں کوئی کلام نہ کر سکے گا ۔ وہ آتش میں گریں گے . . . . . .

—— مَیں نے پچھلے جمعہ میں کلام کیا ۔ کسی نے جواب نہ دیا ۔ تو مجھے اندیشہ ہُوا کہ کہیں مَیں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جن کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ پھر دوسرے جمعہ پر بھی کسی نے جواب میں نہ ٹوکا تو خیال ہُوا مَیں ان میں سے ہُوں گا ۔ جب تیسرے جمعہ میں مَیں نے بات کی تو اس شخص نے کھڑے ہو کر صاف صاف جواب دیا تو گویا مجھے اس نے زندہ کر دیا (یعنی مَیں اس وعید مذکور سے بچ گیا) اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے ۔

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی ، ج ۲ ، ص ۳۲۲ ۔ تحت معاویہؓ ۔

(۲) تطہیر الجنان واللسان لابن حجر ، ص ۲۷ معہ الصواعق المحرقہ ، مطبوعہ مصر طبع ثانی ۔

—— اس واقعہ کے بعد ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ یہ بہت بڑی "منقبت عظیم" ہے ۔ جس میں حضرت معاویہؓ منفرد نظر آتے ہیں ۔ اس واسطے کہ اس نوعیت کا واقعہ کسی سے منقول نہیں ہے ۔

(۱) . . . . اور یقین جانیے کہ امیر معاویہؓ حضور علیہ السّلام کے فرمودات پر حتی الامکان عملدرآمد کرنے کے حریص تھے ۔

(۲) . . . . اور اپنی جگہ خائف رہتے تھے کہ ان سے کوئی تجاوز اور

اور زیادہ بھی نہ ہونے پائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس معاملہ میں محفوظ کر لیا۔ رضی اللہ عنہ

(۲)

منہاج السنہ میں باسند مذکور ہے:

"عن عطیۃ بن قیس قال سمعت معاویۃ بن ابی سفیان رض یخطبنا ان فی بیت مالکم فضلاً بعد عطیاتکم و انی قاسمہ بینکم فان کان یا تینا فضل عاماً قابلاً قسمناہ علیکم و الا فلا عتبۃ علیّ فانہ لیس بمالی و انما ھو مال اللہ الذی افاءکم علیکم"

"یعنی عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ ایک بار امیر معاویہ کو خطبہ دیتے ہوئے میں نے سنا کہہ رہے تھے اے لوگو! تمہیں عطیات دینے کے بعد تمہارے بیت المال میں جو مال بچا ہوا موجود ہے اس کو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دوں گا۔

اگر آئندہ سال بھی زیادہ مال پہنچ گیا تو وہ بھی تم لوگوں پر تقسیم کر دیں گے۔ اگر نہ آیا تو ہم پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ یقیناً بیت المال کا مال میرا مال نہیں ہے۔ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے جو اس نے تمہاری طرف لوٹا دیا ہے"

(۱) ــــ منہاج السنہ لابن تیمیہؒ، ج ۲، ص ۱۸۵، تحت السبب السابع، بیان فضائل معاویہ رض۔

(۲) ــــ المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۸۸ تحت ثناء الائمہ علی معاویہ رض وحکمہ وسیرتہ ... الخ

(۴۳) ـــــ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۱۰۰ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان۔

(۳)

ابن کثیرؒ نے ابن سعد کے حوالہ سے باسند نقل کیا ہے :۔

"۔۔۔ عن محمد بن الحکم ان معاویۃ لما احتضر اوصٰی بنصف مالہٖ ان یردّ الی بیت المال ۔۔۔ الخ

"یعنی امیر معاویہؓ جب قریب الوفات ہوگئے تو اپنے مال متاع کے متعلق وصیّت کی کہ اس کے نصف کو بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۴۱، تحت امیر معاویہؓ۔

کبار علماء کے فرمودات بالا کے ذریعہ ثابت ہُوا کہ

(۱) ـــــ حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں دینی مسائل میں حق گوئی کا مسئلہ متروک نہیں تھا۔ ان کے سامنے حق بات لوگ کہتے تھے اور وہ اس کو تسلیم کرتے تھے۔

(۲) ـــــ بیت المال کے حق میں امیر معاویہؓ اسلامی نظریات کے خلاف نہیں کیے ہوئے تھے بلکہ وہ اس مال کو اللہ اور مسلمانوں کا مال خیال کرتے تھے اور اسلامی قوانین کے تحت اسے استعمال میں لاتے تھے۔

(۳) ـــــ آخری ایام میں انہوں نے اپنے مال و متاع کے نصف حصّہ کو بیت المال میں جمع کر دینے کی وصیّت کر دی تھی تاکہ بیت المال کے معاملہ میں اگر کوئی کوتاہی واقع ہوگئی ہو تو اس کی تلافی ہو جائے۔ یہ کمال احتیاط کی علامت ہے۔

——— یہاں سے واضح ہوگیا کہ جو اعتراضات لوگوں نے بیت المال کے سلسلہ میں امیر معاویہؓ پر وارد کیے ہیں وہ درست نہیں۔

معترض احباب نے تاریخ سے بیکار مواد فراہم فرما کر بیت المال کے متعلق کیس مرتب فرما دیا ہے۔ اللہ انہیں خیر کی توفیق بخشے اور ہدایت نصیب فرما کر قبائلی تعصب اور خاندانی عناد سے محفوظ فرمائے۔ صحابۂ کرام کے حق میں سوءِ ظنی و بدگمانی سے بچا کر حُسن ظن نصیب فرمائے جس کی ہمیں مذہب اسلام نے تعلیم و تلقین کی ہے۔

مثالی شخصیّت اور عہدِ معاشرہ

حضرۃ امیر معاویہؓ کے ساتھ جب سیّدنا حسنؓ نے ۴۱ھ میں خلافت کے بارے میں صلح و مصالحت کر لی تو اس کے بعد امیر معاویہؓ تمام ممالکِ اسلامیہ میں واحد خلیفہ تسلیم کر لیے گئے۔ ان کے دَورِ خلافت میں دشمنانِ اسلام کے ساتھ جہاد قائم رہا اور فتوحات ہوتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کا کلمہ بلند ہُوا۔ اطرافِ ممالک سے غنائم بیت المال میں پہنچنے لگے اور مسلمان راحت و آرام اور عافیت و انصاف و عدل کی زندگی بسر کرنے لگے۔

——— امیر معاویہ کی خلافت کے ان حالات کو ابن کثیر نے عبارتِ ذیل میں ذکر کیا ہے :-

"واجمعت الرعایا علی بیعتہ فی سنۃ احدی واربعین کما قدمنا فلم یزل مستقلاً بالامر فی ھٰذہ المدۃ الی ھٰذہ السنۃ سنہ ۶۰ھ التی کانت فیھا وفاتہ، والجہاد فی بلاد العدوّ قائم وکلمۃ اللہ عالیۃ والغنائم ترد الیہ من اطراف الارض والمسلمون معہ فی راحۃٍ وعدلٍ وصفحٍ وعفوٍ"

(البدایہ لابن کثیر، ص ۱۱۹، ج ۸ ۔ تحت سنہ ۶۰ھ
ذکر معاویہ بن ابی سفیانؓ)

اور اس سے آگے چند صفحات کے بعد امیر معاویہؓ کے حق میں لکھتے ہیں :۔

"انّہ کان جید السیرۃ، حسن التجاوز، جمیل العفو، کثیر الستر رحمۃ اللہ علیہ ۔

(البدایہ، ج ۸، ص ۱۲۶ ۔ تحت ذکر معاویہؓ)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ :

"وفضائل معاویۃ فی حسن السیرۃ والعدل والاحسان کثیرۃ ۔"

"یعنی امیر معاویہؓ کے فضائل حسنِ سیرت اور عدل و احسان کے اعتبار سے بے شمار ہیں ۔"

(المنتقیٰ للذہبیؒ، ص ۳۸۸، طبع مصر)

مندرجاتِ بالا کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت انصاف و صداقت پر مبنی تھی اور عدل و انصاف کی آئینہ دار تھی ۔ اس میں اسلامی قوانین رائج تھے جس کی وجہ سے عوام ہر طرح مطمئن تھے حضرت امیر معاویہؓ کی قائم کردہ عدالتوں میں اسلامی قوانین کا پورا پورا احترام کیا جاتا تھا اور مسائل کا حل اسلامی آئین کے مطابق کیا جاتا تھا ۔ امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی قوانین کی بالا دستی ختم کر دینے کا پروپیگنڈہ جو ناقدین کی طرف سے کیا جاتا ہے وہ تاریخ کے ردّی مواد سے تالیف شدہ ہے اور اصل واقعات کے بالکل برعکس ہے اور امّت کے اکابرین کی تصریحات کے خلاف ہے ۔ اس لیے کہ حافظ ذہبیؒ حافظ ابن کثیرؒ، حافظ ابن تیمیہؒ وغیرہ اکابر علماء نے اس مسئلہ کی خوب

وضاحت پیش کردی ہے کہ امیر معاویہؓ کے دور میں آئینِ شرعی و قوانینِ اسلامی کو ختم نہیں کر دیا گیا بلکہ عدل و انصاف قائم تھا اور عوام کے ساتھ احسان اور حُسنِ سلوک کا معاملہ جاری و ساری رہتا تھا۔

——اس کے بعد اب وہ عنوانات ذکر کیے جاتے ہیں جن میں حضرت علیؓ کے خاندان اور امیر معاویہؓ کے خاندان کا قرب اور تعلق معلوم ہوگا۔

حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت

حضرت علیؓ اور انکے خاندان کی نظروں میں

——قبل ازیں عرض کیا گیا ہے کہ اس دور کے اشرار و مفسد عناصر کی کارستانیوں کی وجہ سے مرکزِ اسلام (خلیفہ ثالث) کو ایک سازش کے تحت ختم کیا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں میں دو طبقے بن گئے۔ ساتھ ساتھ شریر عناصر بھی پیدا شدہ اختلاف کو ہوا دینے کے لیے منقسم ہو کر شامل رہے۔ ایک دوسرے کے حق میں غلط فہمیاں پھیلائی گئیں۔ متنازعہ فیہ چیزوں میں کئی قسم کی بدگمانیاں نشر کر کے شدت پیدا کر دی گئی جو آخر کار جنگ و قتال پر منتج ہوئی اور جمل و صفین جیسے رُوح فرسا واقعات پیش آئے۔

یہاں ان واقعات کے علل و اسباب اور جنگی امور کی تفصیلات اور ان کے نتائج و عواقب پر بحث منظور نہیں۔ اس وقت ہمیں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ طرفین میں ان شدید قسم کے تنازعات پیش آنے کے باوجود یہ حضرات ایک دوسرے کے حق میں کیا نظریہ رکھتے تھے؟ اور کیا حکم لگاتے تھے؟ اور ایک دوسرے کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے؟ کیا ان بزرگوں کے دل میں ایک دوسرے کے حق

میں بغض وعناد بھرا ہُوا تھا ؛ یا ایک دوسرے کو دائمی دشمن خیال کرتے تھے جیسا کہ بعض لوگ ان حالات پر صدیوں گزر جانے کے باوجود آج بھی امیر معاویہؓ کو سبّ شتم سے نوازتے رہتے ہیں بلکہ عدمِ ایمان اور منافقت وفسق کا الزام لگاتے ہیں اور ان کے حق میں سوءِ ظن رکھنا اور بدگمانی پھیلانا فرضِ منصبی خیال کرتے ہیں۔

—— حالانکہ جن حضرات کا باہم وقتی اختلاف ہُوا تھا انہوں نے یہ سب کچھ ختم کر دیا ان کی مصالحت[1] ہوگئی اور عام الصلح کے بعد تو تنازعات بالکل ہی ترک کر دیئے گئے۔

عنوان بالا کو واضح کرنے کے لیے اس مقام میں چند ایسی چیزیں پیش کی جاتی ہیں جن سے حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے نظریات امیر معاویہؓ کے حق میں اور ان کی جماعت کے حق میں بیّن طور پر معلوم ہو سکیں گے۔ اس کے لیے ذیل میں حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے خاندان کے فرمودات اور واقعات ایک ترتیب سے

---

[1] قولہٗ مصالحۃ یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان ۴۰ھ میں صلح و مصالحت ہوگئی تھی۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے قلیل سی عبارت درج ذیل ہے :۔

—— وفی ھٰذہ السنۃ (۴۰ھ) جرت بین علی ومعاویۃ المہادنۃ بعد مکاتبات یطول ذکرھا علی وضع الحرب بینہما وان یکون ملک العراق لعلیؓ ولمعاویۃ الشام۔ ولا یدخل احدھما علیٰ صاحبہٖ فی عملہٖ بجیشٍ ولا غارۃٍ ولا غزوۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وامسک کل واحد منہما عن قتال الآخر۔ وبعث الجیوش الیٰ بلادہٖ واستقر الامر علیٰ ذالک "

(۱) —— تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۸۱، تحت سنۃ ۴۰ھ)

(۲) —— البدایہ لابن کثیر ج ۷، ص ۳۲۲، بحوالہ ابن جریر تحت ۴۰ھ

(۳) الکامل لابن اثیر الجزری صہ ۱۹۳ ج ۳ طبع مصر (منہ)

پیش خدمت ہیں ان پر غور فرمائیں :۔

امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی سب مومن تھے ان میں سے فوت شدہ آدمی کے لیے غسل، کفن، دفن اور جنازہ کیا گیا

(۱) ـــــ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے مقام استراحت سے باہر تشریف لائے۔ عدی بنؓ حاتم الطائی آپ کے ساتھ تھے۔ قبیلہ طیٔ کا ایک مقتول آدمی پڑا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ کی جماعت کے لوگوں نے اسے قتل کر دیا تھا تو اس کو دیکھ کر عدی کہنے لگے کہ افسوس! کل یہ مسلمان تھا، آج کافر ہو کر مرا پڑا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا ٹھہریئے (یعنی فتویٰ میں جلدی نہ کیجیے) ۔ یہ کل بھی مومن تھا، آج بھی مومن ہے ۔ (یعنی ہمارے مقابل ہو جانے سے بے ایمان نہیں ہوا، مومن ہے)۔

ـــــ . . . . عن سعد بن ابراھیم قال خرج علیؓ بن ابی طالب ذات یوم و معہ عدی بن حاتم الطائی فاذا رجل من طیٔ قتیل قد قتلہ اصحاب علیؓ فقال عدی یا ویح ھٰذا کان امس مسلماً والیوم کافراً فقال علیؓ مھلاً کان امس مومناً وھو الیوم مومن“

(۱) ـــــ تاریخ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۳۲۰، طبع دمشق۔

(۲) ـــــ تلخیص ابن عساکر، ج ۱، ص ۳۷، لابن بدران عبدالقادر

بن احمد المشہور بابن بدران الدمشقی، باب ما ورد
من اقوال المنصفین فی مَن قُتِل من اہل الشام
بصفّین۔

(۲) ـــــ مکحول کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کے ساتھیوں میں سے جو قتل ہو گئے تھے ان کے متعلق حضرت علیؓ سے خود حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے سوال پیش کیا۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا "وہ مومن ہیں"

"..... محمد بن راشدٍ عن مکحول ان اصحاب علیؓ سألوہ
عن من قتلوا من اصحاب معاویۃؓ قال ھم المؤمنون"
وفی روایۃ عن من قتل بصفین ما ھم؟ قال ھم المومنون"

(۱) ـــــ تاریخ ابن عساکر کامل، ج ۱، ص ۳۳۰ طبع دمشق
(۲) ـــــ تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ص ۴۷، طبع اوّل
باب مذکور
(۳) ـــــ منہاج السنۃ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۶۱ -
(۴) ـــــ المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۳۵ طبع مصری -

(۳) ـــــ عقبہ بن علقمہ الیشکری کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ صفین کی جنگ پر حاضر تھا۔ حضرت علیؓ کی خدمت میں امیر معاویہؓ کے ساتھیوں میں سے پندرہ عدد قیدی قید کر کے لائے گئے۔ ان میں سے جو فوت ہو گیا اس کو غسل دیا گیا، کفن دیا گیا اور اس پر حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھی۔"

"... قال عقبۃ بن علقمۃ الیشکری شہدت مع علیؓ
یوم صفین فأتیَ بخمسۃ عشر اسیراً من اصحاب معاویۃؓ
فکان من مات منہم غسلہٗ وکفنہٗ وصلّٰی علیہ"

(تلخیص ابن عساکر، ج ۱، ص ۴۷، طبع اوّل، لابن بدران
باب ما ورد من اقوال المنصفین فیمن قتل من اہل الشام
بصفین -

علوی ارشادات کے ذریعہ صاف معلوم ہوا کہ جن کا حضرت علیؓ سے اگرچہ مقابلہ کسی وجہ سے ہو گیا وہ مومن تھے، ایماندار تھے۔ ان کا غسل، کفن دفن، جنازہ سب صحیح تھا اور حضرت علیؓ نے کیا تھا۔ ان کو مومن نہ جاننا حضرت علیؓ کی نافرمانی ہے اور ان کے طریق کے خلاف ہے۔

صفین کے مقتولین کا حکم حضرت علیؓ کے فرمان سے
یعنی سب جنتی ہیں

——— جنگ صفین حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی جماعتوں کے درمیان ماہ صفر ۳۷ھ میں پیش آئی۔ اہلِ فساد اپنے مذموم مقصد (افتراق و انتشار میں) کامیاب ہو گئے۔

دونوں حضرات اپنی اپنی مجتہدانہ رائے کی بنا پر قتال کے مرتکب ہوئے لیکن قتال میں شرعی حدود سے متجاوز نہیں ہوئے۔ مثلاً قتال سے ہٹنے والے کے درپے قتل نہیں ہوئے۔ قیدیوں کو قتل نہیں کیا۔ کسی عورت کا پردہ نہیں اٹھایا۔ کسی شخص کا مال نہیں لوٹا۔ جس نے ہتھیار ڈال دیئے اس کو امان دے دی۔ مقتول کے ہتھیار اور لباس نہیں اتارے۔ کسی مرد مسلمان کو غلام نہیں بنایا، نہ کسی عورت مسلمہ کو لونڈی قرار دیا اور فریقین کے اموال کو مالِ غنیمت نہیں سمجھا وغیرہ۔

——— ان احکامات کے لیے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ فرما دیں:-

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۴ (قلمی) پیر جھنڈا سندھ، ص ۱۰۱۸ ۔ باب الجمل
(۲) فتح القدیر شرح ہدایہ، ج ۴، ص ۴۱۲ ۔ باب البغاۃ ۔ طبع مصر ۔
(۳) نصب الرایہ للزیلعی، ج ۳، ص ۴۶۳ ۔ باب البغاۃ ۔
(۴) الاخبار الطوال للدینوری الشیعی، ص ۱۵۱ ۔ تحت وقعۃ الجمل طبع مصر ۔

—— یہاں سے معلوم ہو گیا کہ یہ باہمی قتال کس نوعیت کا تھا؟

—— اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف سے وہاں کے مقتولین کے لیے باعتبار انجام کے فیصلہ ملاحظہ فرمائیں ۔ حضرت علی المرتضیٰؓ سے سوال کیا گیا کہ جو اس جنگ میں مارے گئے ان کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ ہمارے اور معاویہؓ کی جماعت کے مقتولین جنت میں جائیں گے ۔ ۔ ۔ الخ

"۔ ۔ ۔ سئل علیؓ عن قتال یوم الصفین فقال قتلانا وقتلاھم فی الجنۃ ویصیر الامر الیّ والی معاویۃؓ"

(۱) —— المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۰۳۶ (قلمی پیر جھنڈا سندھ) باب ما ذکر فی الصفین ۔
(۲) —— مجمع الزوائد للہیثمی، ج ۹، ص ۳۵۷ ۔ بحوالہ الطبرانی باب ما جاء فی معاویۃ بن ابی سفیانؓ ۔
(۳) —— کنز العمال، ج ۶، ص ۸۷ ۔ تحت واقعۃ الصفین طبع اوّل ۔
(۴) —— سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۹۵ ۔ تذکرہ معاویۃؓ

حضرت علیؓ کے فرمان کی روشنی میں
شرکائے جمل و صفین کا درجہ

——— اس عنوان کے تحت یہ چیز پیش کی جاتی ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ حضرت علیؓ المرتضیٰ کو قتال کی نوبت پہنچی ہے (مثلاً معرکۂ جمل و صفین میں شریک ہونے والے حضرات) تو ان کے متعلق حضرت مرتضیٰؓ نے کیا اظہارِ خیال فرمایا ہے؟ اور ان کو کس درجہ میں شمار کیا ہے؟ تو اس مسئلہ میں حضرت موصوفؓ کا بیان یہ ہے کہ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ لوگ مشرک ہیں جن سے آپ نے جنگ کی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں وہ مشرک نہیں۔ وہ تو شرک و کفر سے فرار ہو کر مسلمان ہوئے۔ پھر عرض کیا گیا وہ منافق ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، منافق بھی نہیں، منافق تو خدا کو کم یاد کرتے ہیں۔ پھر سوال ہوا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور کیا درجہ ہے؟ اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہمارے خلاف زیادتی کی۔

"...... سئل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وھو القدوۃ عن قتال اھل البغی من اھل الجمل والصفین أمشرکون ھم؟ قال لا! من الشرک فرّوا۔ فقیل أمنافقون؟ قال لا! لان المنافقین لایذکرون اللہ الا قلیلاً۔ قیل لہ فما حالھم؟ قال اخواننا بغوا علینا۔"

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۰۱۳ (المتوفی ۲۳۵ھ) باب الجمل (قلمی در کتب خانہ پیر جھنڈا سندھ)

(۲) ــــ السنن الکبریٰ للبیہقی ، ج ۸ ، ص ۱۷۳ ۔ کتاب قتال اہل البغی طبع دکن ۔

(۳) ــــ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) جلد سادس عشر ص ۳۲۴ تحت آیۃ فاصلحوا بین اخویکم ۔ سورۃ حجرات ، پارہ ۲۶ ۔

تنبیہ : ۔ اہلِ علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے ۔ حضرت علیؓ کا یہ فرمان بے شمار علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں درج کیا ہے ۔ اختصار کے پیشِ نظر عرض ہے کہ یہ تفاسیر میں سورۃ حجرات میں ہے ۔ روایات کی کتابوں میں جمل وصفین کے تحت ہے ۔ فقہائے کرام نے "اہل البغی" کے احکام کی بحث میں اسے نقل کیا ہے ۔ اور تاریخی کتب میں بھی ان بحثوں کے تحت یہ مرتضوی قول مذکور ہے ۔ حتیٰ کہ شیعہ اکابر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جعفر صادقؓ سے روایت کیا ہے ۔ وہ اپنے والد حضرت امام باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنے مقابلین (جمل وصفین والوں) کے حق میں شرک اور نفاق کی نسبت نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں ، ہمارے خلاف زیادتی کرنے لگے ۔

ــــ ... جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السّلام لم یکن ینسب احداً من اھل حربہٖ الی الشرك ولا الی النفاق و لکن یقول ھم اخواننا بَغَوْا علینا ۔"

(رسالہ قرب الاسناد لعبد اللہ بن جعفر الحمیری الشیعی ، ص ۴۵ ۔ من علماء القرن الثالث طبع قدیم ایران)۔

بغی کے مفہوم کی وضاحت
حضرت علیؓ کی زبانی

—— حضرت علیؓ نے جمل و صفین والے حضرات کے حق میں جو نظریہ مذکورہ (اخوانا بَغَوا علینا) یعنی "یہ ہمارے بھائی ہیں جو ہمارے خلاف ہو رہے ہیں" میں ظاہر فرمایا ہے۔ اس کی وضاحت میں لوگوں نے بہت کلام کیا ہے لیکن اس کی تشریح اگر حضرت علیؓ کے دیگر اقوال کی روشنی میں کی جائے تو بہت مناسب ہوگی اور طویل بحثوں میں پڑنے کی حاجت ہی نہ رہے گی۔ وہ اس طرح ہے کہ اسی جمل و صفین کے قتال کے موقع پر بعض لوگ حضرت علیؓ کی طرفداری کرتے ہوتے ان کے ساتھ مقابلہ پر آنے والے لوگوں کے حق میں غلو کرنے لگے۔ یعنی کفر کی نسبت کرنے لگے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایسامت کہو۔ کوئی کلمۂ خیر ہی کہو، فرمانے لگے کہ ان لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے اُن کے خلاف بغاوت کی ہے۔ اور ہم نے یہ گمان کیا ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی (پس اس پر قتال واقع ہوا)۔

ابن عساکر نے بالفاظِ ذیل یہ روایت باسند ذکر کی ہے:

—— نا ابو زرعة عن جعفر بن محمد عن ابيه قال سمع عليؓ يوم الجمل او صفين رجلاً يغلو فى القول يقول الكفر قال لا تقولوا فانّهم زعموا انا بغينا عليهم وزعمنا انهم بغوا علينا"

—— ابن تیمیۃ الحرّانی نے مسند اسحٰق بن راہویہ سے باسند اس روایت

کو بالفاظِ ذیل نقل کیا ہے۔

"....سفیان عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال سمع علیؓ یوم الجمل ویوم الصفین رجلاً یغلو فی القول فقال لا تقولوا الا خیراً انما ھم قوم زعموا انا بغینا علیھم و زعمنا انھم بغوا علینا فقاتلنا ھم۔"

(۱)۔۔ تاریخ ابن عساکر کامل، جلد اوّل، ص ۳۲۹۔ طبع دمشق۔ سن طباعت، ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء

(۲)۔۔ تہذیب ابن عساکر لابن بدران، ج ۱، ص ۴۳۔ باب ما ورد من اقوال المنصفین فیمن قتل من اہل الشام بصفین۔

(۳)۔۔ منہاج السنہ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۶۱ تحت الکلام ولما قال السلف ان اللہ امر بالاستغفار لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فسبتھم الرافضة.. الخ

(۴)۔۔ المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۳۵۔ طبع مصر۔ سن طباعت ۱۳۷۴ھ۔

اب ہم اس مطلب کو شیعہ بزرگوں کی روایت کے ذریعہ پختہ کرتے ہیں۔ اور اس کی تائید ان کی معتبر کتب سے پیش کرتے ہیں تاکہ سُنی و شیعہ احباب دونوں فریق کو اس مسئلہ پر غور و خوض کرنے کا موقعہ دستیاب ہو جائے۔

"... امام جعفر صادقؒ نے امام محمد باقرؒ سے نقل کیا ہے۔ محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے اہل حرب (جن سے ان کو قتال کا سامنا ہوا) کے حق میں فرماتے تھے کہ ہم ان سے ان کی

تکفیر کی بنا پر نہیں قتال کر رہے اور نہ اس وجہ سے قتال کر رہے ہیں کہ وہ ہماری تکفیر کرتے ہیں (یہ بات نہیں ہے) بلکہ بات یہ ہے، ہم کہتے ہیں کہ یقیناً ہم حق پر ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یقیناً وہ حق پر ہیں"۔

"۔۔۔۔جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام کان یقول لاھل حربہ انا لم نقاتلہم علی التکفیر لھم ولم نقاتلہم علی التکفیر لنا ولکنا رأینا انا علی حق و رأوا انھم علی حق۔"

(قرب الاسناد بعبداللہ بن جعفر الحمیری الشیعی مع رسائل دیگر از علماء القرن الثالث، ص ۴۵ طبع ایران قدیمی طبع)

———مختصر یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے فرمودات کی روشنی میں مسئلہ اس طرح حل ہوا کہ "اخواننا بغوا علینا" میں "اخوتِ دینی" مراد ہے اور بغی سے "بغاوت لغوی" مراد ہے۔ یعنی زیادتی اور حد سے تجاوز کرنا، طلب کرنا، وغیرہ اور اصطلاحی بغاوت مقصود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مندرجہ بالا روایات بطور قرینہ کے ہم نے عرض کر دی ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ "بغاوت اصطلاحی" اس کو کہا جاتا ہے کہ ایک خلیفہ برحق کے خلاف کسی شخص کا اپنی رائے اور تاویل کی بنا پر کھڑے ہونا۔ اور حضرت علیؓ تو کسی خلیفہ کے باغی نہ تھے۔ پھر بھی فرماتے ہیں کہ ان کا گمان ہے کہ ہم نے ان پر بغاوت کی۔ تو معلوم ہوا کہ مذکورہ کلمات میں بغاوت شرعی یا اصطلاحی مراد نہیں بلکہ لغوی معنیٰ مقصود ہیں۔

خلاصۂ کلام

حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت امیر معاویہؓ کو مشرک نہ جانتے تھے، نہ منافق کہتے

تھے، نہ کافر کہتے تھے، نہ فاسق کہتے تھے بلکہ

(۱) ـــــ ہر ایک فریق دوسرے فریق کو دینی برادر یقین کرنے کے بعد ایک دوسرے پر تجاوز کرنے یا زیادتی کرنے کا گمان کرتے تھے (اس سے زیادہ کچھ نہیں) ۔

(۲) ـــــ ہر ایک طبقہ اپنے آپ کو حق پر خیال کرتا تھا اور دوسرے کو ناحق جانتا اور خطا پر گمان کرتا تھا۔ (اسی نقطۂ نظر پر قتال واقع ہُوا) اور اسی کو" اجتہادی خطا سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

(۳) ـــــ حضرت علیؓ نے (ان برگشتہ حالات کے باوجود) یہ خصوصی فرمان جاری کر رکھا تھا کہ ہمارے مقابلین کے حق میں" کلمۂ خیر" کے بغیر بالکل لب کشائی نہ کی جائے لا تقولوا الّا خیراً (یعنی ان کے حق میں بہتر بات کے سوا کچھ نہ کہو) کا اعلان کیا ہُوا تھا۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے ۔

ـــــ مسئلہ ہٰذا کو مشہور شاعر حالؔی مرحوم نے اپنی تصنیف" مسدس حالی" میں ایک صحیح انداز میں نظم کیا ہے۔ یہاں اس کے صرف دو شعر ناظرین کے لیے پیش کیے جاتے ہیں ؎

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا
تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلاف، آشتی سے خوش آیندہ تر تھا

(مسدس حالی، ص ۲۵)

مسئلہ کی تنقیح

شرح مواقف کی عبارت میں تسامح

(یہ بحث اہلِ علم کے لیے مناسب ہے)

جب مسئلہ بغی اور بغاوت کا سامنے آیا ہے تو یہاں پر بعض شبہات کا ازالہ ہو جائے تو بہتر ہے۔ بعض مصنفین کی عبارات اس مقام میں موہم ہیں، غلط فہمی کا ان سے اندیشہ ہوتا ہے۔ مثلاً:

——— شرح مواقف میں امامت کے مباحث المقصد السابع میں حضرت علیؓ کے محاربین کے حق میں علماء کے اقوال نقل کرتے ہوئے شارح نے درج کیا ہے۔

"ومنهم من ذهب الى التفسيق كالشيعة وكثير من اصحابنا"

(شرح مواقف، ج ۸، صفحہ ۳۷۴۔ طبع مصری۔ تحت المقصد السابع)

اب اس کے جواب کے لیے امام ربانیؒ کا مکتوب پیشِ خدمت ہے جس سے اصل مسئلہ واضح ہوتا ہے اور دیگر علماء کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔

اوّلاً

۱ ——— امام ربانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔

——— "وآنچہ شارح مواقف گفتہ کہ بسیارے از اصحابِ ما

برآں اندکہ آں منازعت از روئے اجتہاد نبودہ مراد از اصحابِ
کدام گروہ را داشتہ باشد اہلِ سنت برخلاف آں حاکم اند
چنانکہ گذشت وکتب القوم مشحونۃ بالخطاء الاجتہادی کما صرح بہ
الامام الغزالی والقاضی ابوبکر وغیرہما پس تفسیق وتضلیل در حق
محاربان حضرت امیرؓ جائز نباشد ... الخ

(مکتوبات امام ربانی، ص ۲۷۲-۲۷۳، ج ۱، دفتر اوّل
حصّہ چہارم، مکتوب ۲۵۱، طبع قدیم نول کشور لکھنؤ
وطبع جدید لاہور، ص ۶۷-۶۸ حصہ چہارم، پنجم، ششم
نور کمپنی لاہور)۔

یعنی یہ بات جو "شارح مواقف" نے ذکر کی کہ ہمارے لوگوں میں سے بہت لوگ اس طرف ہیں کہ حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ کا باہمی تنازع اجتہاد کی بنا پر نہیں تھا۔ ان سے کون گروہ مراد ہیں۔ جیسا کہ گذر چکا ہے کہ اہلِ سنت نے تو اس کے خلاف حکم دیا ہے اور اس مسئلہ کو خطاء اجتہادی قرار دینے پر تمام قوم کی تصانیف پُر ہیں۔ امام غزالیؒ، قاضی ابوبکر، ابن عربی وغیرہما علماء نے تصریح کر دی ہے کہ بنابریں حضرت علیؓ کے خلاف جنگ کرنے والوں کے حق میں فسق و ضلالت کا حکم لگانا جائز نہیں۔

۲ ——— اس بحث کو مزید مفصل دیکھنا کسی اہلِ علم کو مطلوب ہو تو کتاب "التمہید" ابوشکور سالمی تحت قول السابع صفحہ ۱۶۸ (طبع لاہور) ملاحظہ فرما دیں، ابوشکور سالمی نے دلائل کے ساتھ ان لوگوں سے فسق کی نفی کی ہے۔

۳ ——— اور علّامہ تفتازانی نے شرح المقاصد (المبحث السابع) میں اہلِ صفین کے متعلق تصریح کی ہے کہ ولیسوا کفاراً ولا فسقۃ ولا ظلمۃ لما لھم من

التاویل وان کان باطلا فغایۃ الامر انھم اخطأوا فی الاجتھاد وذٰلك لایوجب التفسیق فضلًا عن التکفیر ولھٰذا منع علیؓ اصحابہٗ من لعن اھل الشام فقال اخواننا بغوا علینا۔" الخ

(شرح المقاصد، ص ۲۲۳، ج ۲ ۔ مبحث سابع

الاتفق اہل الحق۔ طبع استنبول)

۴ ۔۔۔ اسی طرح ملّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں بیان خلافتِ علیؓ کے تحت لکھا ہے: ثم کان معاویۃ مخطیًا الی انہٗ فعل ما فعل عن تاویلٍ فلم یصوبہ فاسقًا۔

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۲ ۔ طبع مجتبائی دہلی)

یعنی حضرت علیؓ کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ نے جو کچھ کیا وہ تاویل کی بنا پر تھا۔ وہ مخطی ہیں لیکن فاسق نہیں۔

۔۔۔ مختصر یہ کہ مجدّد الف ثانی ابوشکور سالمی۔ تفتازانی، ملّا علی قاری وغیرہم کبار علماء نے اہلِ صفین کے حق میں فسق اور ظلم کی نسبت کرنے کی نفی کر دی ہے۔ فلہٰذا" شارح مواقف کا مذکور قول تحقیق کے خلاف ہے اور تسامح پر محمول ہے۔ نیز اس سلسلہ میں جامع الاصول لابن اثیر الجزری صہ ۳، ج اول تحت فرع ثالث فی بیان طبقات المجروحین، بھی قابل ملاحظہ ہے۔

ثانیاً

بعض فقہاء نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں "جور اور جائر" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

ہدایہ جلد ثالث کتاب ادب القاضی میں مندرجہ ذیل عبارت پائی جاتی ہے۔

"ثم یجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز من العادل
لانّ الصحابۃ رضی اللہ عنہم تقلدوا من معاویۃ والحق
کان بید علیؓ فی نوبتہ۔ اس مضمون کے تحت فتح القدیر میں
مذکور ہے کہ ھٰذا تصریحٌ بجور معاویۃ۔"

—— اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ایک تو یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ ہدایہ
کی عبارت میں لفظ (فی نوبتہ) مخالف کے اعتراض کے جواب کے لیے کافی ہے
اس لیے کہ ہمارے نزدیک بھی حضرت علیؓ کی زندگی میں خلافت حضرت علیؓ کی صحیح ہے
اور امیر معاویہؓ کی خلافت صحیح نہیں، بلکہ خطاء اجتہادی پر محمول ہے اور امیر معاویہؓ
اس مسئلہ میں مجتہد ہیں (المجتہد قد یخطی ویصیب)

دوسری یہ چیز ہے کہ اس کی شرح فتح القدیر میں مذکورہ الفاظ (ہٰذا تصریحٌ
بجور معاویہؓ) کے متصلاً بعد یہ عبارت موجود ہے جس سے اعتراض رفع ہو سکتا ہے
وہاں لکھا ہے:-

"والمراد فی خروجہ لا فی اقضیتہٖ ثم انما یتم اذا ثبت انہ
ولی القضاء قبل تسلیم الحسن لہٗ و امّا بعد تسلیمہٖ فلا۔"

(فتح القدیر شرح ہدایہ، ج ۵، ص ۴۶۱ مع عنایہ
کتاب ادب القاضی۔ طبع مصر)

نیز اس مسئلہ کا حل امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مندرجہ ذیل مکتوب میں
کر دیا ہے، بشرط انصاف وہ کافی وافی ہے۔ ذیل میں اس کو بعینہٖ ذکر کیا جاتا
ہے، ملاحظہ فرما دیں:-

"آنچہ در عبارات بعضے از فقہا لفظ جور در حق معاویہ واقع شدہ
است و گفتہ کانَ معاویۃُ اماماً جائراً مراد از جور عدم حقیّت خلافت

او در زمانِ خلافت حضرت امیر خواہد بود نہ جوریکہ آنکش فسق و ضلالت
ست تا باقوال اہلِ سنت موافق باشد۔ مع ذالک ارباب استقامت
از اتیان الفاظ موہومہ خلاف مقصود اجتناب می نمایند و زیادۃ
بر خطا تجویز نمی کنند کیف یکون جائرا وقد صح انہ کان اماما عادلا فی حقوق
اللہ و فی حقوق المسلمین کما فی الصواعق۔“

(مکتوبات امام ربانی طبع قدیم نول کشور لکھنؤ ص ۲۷۳، ج ۱۔
مکتوب دو صد و پنجاہ و یکم (۲۵۱) بنام مولانا محمد اشرف
دفتر اوّل حصہ چہارم۔ نور کمپنی لاہور ص ۶۸-۶۹)

یعنی بعض فقہاء کی عبارات میں امیر معاویہؓ کے حق میں جور یا امام جائر
کا کلمہ استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے دورِ
خلافت میں امیر معاویہؓ کی خلافت ناحق اور غیر صحیح تھی۔ جور سے یہ مراد
نہیں ہے جس کا انجام فسق و ضلالت ہوتا ہے۔ تب یہ مسئلہ اہلِ سنت
کے اقوال کے موافق ہوگا۔ نیز اس قسم کے موہوم الفاظ جو مقصود کے
خلاف ہوں استعمال کرنے سے اربابِ استقامت اجتناب کرتے
ہیں خطاء اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں تجویز کرتے، امیر معاویہؓ کس
طرح جائر ہیں حالانکہ وہ امام برحق تھے اور حقوق اللہ اور حقوقِ اہلِ
اسلام کے حق میں عادل تھے، جیسا کہ صواعقِ محرقہ میں منقول ہے۔

فریقین دینی معاملہ میں متفق و متحد تھے

دونوں حضرات (حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ) دین و مذہب کے اعتبار سے
ایک تھے۔ ان میں دین و مذہب کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں تھا۔ یہ چیز ہم

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک تو مسلّمات میں سے ہے لیکن شیعہ کی معتبر کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اس طریقہ سے درج ہے کہ حضرت علیؓ اور اہل صفین کے درمیان جو ماجرا پیش آیا تھا اس کو علی المرتضیٰ نے لکھوا کر اکناف و اطرافِ ملک میں نشر کرایا فرمایا کہ ہمارا اور اہل الشام کا تقابل ہوا ہے۔ حالانکہ ظاہر بات ہے ہمارا رب ایک ہے۔ ہمارے نبی ایک ہیں۔ اسلام میں ہماری دعوت دینی ایک ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے اور اس کے نبی کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے زیادہ ہیں، نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں پس ان کا اور ہمارا دینی معاملہ بالکل ایک جیسا ہے۔ کوئی فرق نہیں مگر خونِ عثمانؓ کے بارے میں ہمارا اور ان کا اختلاف ہو گیا ہے۔ حالانکہ ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔

—— و من كتاب لهٗ عليه السّلام كتبهٗ الىٰ اهل الامصار يقتصّ فيه ما جرىٰ بينهٗ و بين اهل صفين وكان بدأُ امرنا انّا التقينا و القوم من اهل الشام والظاهر انّ ربّنا واحدٌ ونبيّنا واحدٌ و دعوتنا فى الاسلام واحدةٌ ، لا نستزيدهم فى الايمان بالله والتصديق برسوله صلّى الله عليه وسلّم ولا يستزيدوننا والامر واحدٌ الّا ما اختلفنا فيه من دم عثمانؓ ونحن منه برآءٌ“

(۱) نہج البلاغہ، کتاب لہٗ علیہ السلام الیٰ اہل الامصار، ج ۲، ص ۱۱۴ طبع مصری، مع حواشی عبدہٗ۔

(۲) درۃ نجفیہ، شرح نہج البلاغہ، ص ۳۴۴ طبع قدیم ایرانی تحت متن المذکور۔

امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کو سب وشتم کرنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرمان کے مطابق ممنوع ہے

یہ دونوں فریق مذہب کے اعتبار سے ایک جماعت ہیں اور دینِ اسلام کی حیثیت سے ایک چیز ہیں۔ ان حضرات کا باہمی کچھ فرق نہیں۔ صرف ایک دو چیزوں میں رائے اور فکر کا اجتہادی اختلاف (یعنی قتلِ عثمانی اور قاتلانِ عثمانؓ کے متعلق) تھا۔

اس بنا پر حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں جب بھی اپنے متقابل فریق پر لعن طعن کا مسئلہ پیش ہُوا تو آپ نے اپنے حمائتیوں کو اس تشنیع فعل سے برملا منع کر دیا اور بار بار منع کیا۔ ذیل میں اس کی وضاحت ملاحظہ کریں۔

عبداللہ بن صفوان کہتے ہیں کہ جنگِ صفین کے روز ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ شام والوں پر لعنت فرما۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اس کو فرمایا کہ شام کی جماعت کو مت سب وشتم کرو۔ یقیناً اہلِ شام میں ابدال ہیں۔ دو تین بار اسی طرح فرمایا۔

"عن عبداللہ بن صفوان قال قال رجل یوم صفین اللّٰھم العن اھل الشام قال فقال علیؓ لا تسبّ اھل الشام جمًّا غفیرًا فان بھا الابدال فان بھا الابدال فان بھا الابدال "

(۱) ـــــ المصنف لعبدالرزاق، ج ۱۱ ص ۲۴۹۔ باب الشام۔

(۲) ـــــ التاریخ لابن عساکر کامل، ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ دمشق، باب النہی عن سبّ اہل الشام)

(۳) ـــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۰، باب ذکر معاویہؓ بن ابی سفیان وملکہٗ۔

——— شُریح بن عبید ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ علی المرتضیٰ کی خدمت میں اہلِ شام کا ذکر ہُوا اور لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین! شام والوں پر لعنت کیجیے۔ آپؓ نے فرمایا " بالکل نہیں، میں نے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے کہ شام میں ابدال ہونگے اور چالیس شخص ہونگے۔ ایک اگر فوت ہوجائے گا تو اس کی جگہ دوسرا مقرر ہوگا ... الخ

" عن شریح بن عبید قال ذکر اھل الشام عند علی وقیل العنھم یا امیر المؤمنین قال انی سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلًا کلّما مات رجلٌ ابدل اللہ مکانہٗ رجلًا ... الخ

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص ۵۸۲-۵۸۳-بحوالہ احمد-باب ذکر اہل الیمن والشام۔

(۲) مجمع الزوائد و منبع الفوائد لنور الدّین الھیثمی، ص ۶۲، ج ۱۰، باب ماجاء فی الابدال وانہم بالشام۔

حضرت علیؓ کے یہ چند اقوال اپنی کتابوں سے پیش کیے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے فرامین شیعہ احباب کی کتب سے تحریر کیے جاتے ہیں۔

شیعہ کتب سے تائید

چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے صفین کے مقام میں جنگ کے دوران امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو سبّ وشتم اور لعن طعن کرنا شروع کر دیا۔ یہ حضرت علیؓ نے سُن لیا تو اس بات سے فوراً منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ مَیں تمہارے لیے اس چیز کو بُرا جانتا ہوں کہ تم دشنام دینے والے اور لعن طعن کرنے والے بن جاؤ۔ لیکن

اگر تم ان کے اوصاف و اعمال کو ذکر کرتے تو یہ اچھی بات ہوتی۔ اور ان کو سبّ کرنے کی جگہ تمہیں یوں کہنا چاہیے کہ اَے اللہ!

۱۔۔۔ ہم کو اور ان کو خونریزی سے محفوظ فرما۔

۲۔۔۔ اَے اللہ، ہم دونوں فریقوں کے درمیان اصلاح و درستگی فرما!

۳۔۔۔ اَے اللہ! راستہ سے بھٹکے ہوتے لوگوں کو ہدایت نصیب فرما۔ حتیٰ کہ حق سے ناواقف لوگ حق بات کو پہچان لیں اور تجاوز اور زیادتی سے باز آجائیں جو اس میں حریص کیے ہوتے ہیں۔

اوّل ۔۔۔ نہج البلاغہ کی عبارت ذیل میں یہ مضمون ملاحظہ کریں:۔

"ومن كلام له عليه السّلام وقد سمع قومًا من اصحابه يسبّون اهل الشام ايام حربهم بصفين انى اكره لكم ان تكونوا سبّابين ولكنّكم لو وصفتم اعمالهم وذكرتم حالهم كان اصوب فى القول وابلغ فى العذر وقلتم مكان سبّكم ايّاهم اللّهم احقن دماءنا ودماءهم واصلح ذات بيننا وبينهم واهدهم من ضلالتهم حتى يعرف الحق من جهله و يرعوىٰ عن الغيّ والعدوان من لهج به"

(نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۴۲۰ تحت من کلام لہٗ علیہ السّلام فی النہی عن سبّ اہل الشام طبع مصری۔

دوم ۔۔۔ مشہور شیعی مؤرخ احمد بن داؤد ابو حنیفہ الدینوری المتوفی ۲۸۲ھ نے اخبار الطوال میں بھی مرتضوی فرمان مفصّل نقل کیا ہے۔ اہلِ علم کی تسلّی کے لیے بعینہٖ عبارت حاضرِ خدمت ہے۔

"۔۔۔ وبلغ عليًّا (ع) ان حجر بن عدى وعمرو بن الحمق

يظهران شتم معاوية ولعن اهل الشام فارسل اليهما انّ كفّا عما يبلغني عنكما فاتياه فقالا يا امير المؤمنين! السنا على الحق؟ وهم على الباطل، قال بلى! ورب الكعبة المسدّنة قالوا فلِمَ تمنعنا من شتمهم ولعنهم؟ قال كرهت لكم ان تكونوا شتّامين، لعّانين، ولكن قولوا اللّهم احقن دماءنا و دمائهم واصلح ذات بيننا وبينهم واهدهم من ضلالتهم حتى يعرف الحق من جهله ويرعوي عن الغيّ من لجج به۔"

(۱) (الاخبار الطوال للدينوری الشیعی، ص ۱۶۵ - تحت وقعۃ الصفین - طبع القاہرہ مصر)

(۲) وقعۃ الصفین صہ ۱۱۵ تحت نصیحت علیؓ احجر بن عدی از نصر بن مزاحم الشیعی) -

"یعنی مطلب یہ ہے کہ صفین کے موقعہ پر حضرت علیؓ کے ساتھیوں حجر بن عدی، عمرو بن الحمق وغیرہ نے امیر معاویہؓ کو سبّ و شتم کرنا اور اہل شام کو لعن طعن کرنا شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے ان کی طرف آدمی بھیج کر فرمان جاری کیا کہ اس سب و شتم لعن طعن سے رک جاؤ تو وہ دونوں حضرت علیؓ کے ہاں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اے امیر المومنین کیا ہم حق پر نہیں؟ اور وہ باطل پر نہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے رب کعبہ کی قسم! پھر وہ کہنے لگے آپ ہم کو ان کو سبّ اور لعن کرنے سے کیوں منع کرتے ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تمہارے گالی دینے والے اور لعن کرنے والے بننے کو مکروہ جانتا ہوں بلکہ تم یوں کہو کہ اے اللہ ہم دونوں فریق کو خونریزی سے بچالے اور ہمارے درمیان اصلاح فرما دے اور ان کو ان کے بھٹک جانے سے ہدایت فرما حتیٰ کہ حق سے ناواقف حق بات

کو پہچان لے اور نزاع کرنے والا شخص جھگڑنے سے باز رہ جائے۔"

(الاخبار الطوال للدینوری الشیعی، ص ۱۶۵ تحت
وقعۃ الصفین۔ طبع القاہرہ مصر)

سوم ——— شیخ ابوجعفر الطوسی شیعی نے "الامالی" میں حضرت علی المرتضیٰؑ کی اپنے دوستوں کو وصایا نقل کی ہیں اور ان وصیتوں میں یہ مسئلہ درج ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "میں تم کو نماز کی وصیت کرتا ہوں ۔۔۔۔ زکوٰۃ کی وصیت کرتا ہوں، ۔۔۔۔ جہاد کی وصیت کرتا ہوں ۔۔۔۔ اور اپنے نبی کے اصحاب کے متعلق تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان کو سب و شتم مت کرنا ۔۔۔۔"

"۔۔۔۔ واوصیکم بالصلوٰۃ ۔۔۔۔۔ والزکوٰۃ ۔۔۔۔ والجہاد ۔۔۔۔ واوصیکم باصحاب نبیّکم لاتسبّوھم الخ"

(الامالی للشیخ الطوسی الشیعی، ص ۱۳۶، ج ۲
طبع نجف اشرف (عراق)

حضرت امیر معاویہؓ کو برا بھلا کہنے والے لوگ حضرت علیؓ کے ان فرمودات پر نظر کریں اور ان کے طریقِ کار پر غور سے توجہ کریں۔ اس کے بعد اپنے رویّہ کے متعلق سوچیں کہ کہاں تک درست ہے؟ حضرت معاویہؓ کی عداوت میں کہیں وہ حضرت علیؓ کے فرمان کے باغی تو نہیں بن گئے؟ اور عمل و کردار کے اعتبار سے ان کے نافرمان تو نہیں ہو گئے؟

حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرات حسنین کا صلح اور بیعت کرنا اور تنازعات کو ختم کر دینا

——— اُس دور کے مفسدین مثلاً عبداللہ بن سبا وغیرہ کی کارستانیوں کے نتائج

کی وجہ سے مسلمانوں میں اگرچہ جمل وصفین کے واقعات پیش آچکے تھے تاہم حضرت علی المرتضیٰ کی وفات کے بعد حضرت سیدنا حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح و مصالحت کر کے بیعت کرلی۔ یہ باہمی مصالحت وصلح نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و پیش گوئی کے موافق ہوئی تھی۔ فرمان نبوی تھا کہ ابنی ھٰذا سید سیصلح اللہ بہ بین الفئتین العظیمتین من المسلمین۔ یعنی یہ میرا بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۳۰۔ باب مناقب الحسن والحسین)

اور حضرت سیدنا حسینؓ بھی اپنے برادر حضرت حسنؓ کے ساتھ متفق ہو گئے۔ "مسئلہ خلافت" امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ امتِ اسلامیہ کی خیر خواہی کے پیش نظر و فتنی منافشات ختم کر دیئے۔ اور اتحاد و اتفاق کا راستہ ہموار کر دیا۔

——— یہ واقعہ اسلامی تاریخ کے مسلمات میں سے ہے۔ اہل السُّنۃ واہلِ تشیُّع دونوں جانب کے علماء اس کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔

صرف ناظرین کرام کے اطمینانِ قلب کے لیے دونوں فریقوں کی بعض مشہور کتابوں سے چند ایک مختصر حوالے پیشِ خدمت کیے جاتے ہیں۔

اہل السُّنۃ کی کتابوں سے

(۱) ——— مشہور مؤرخ خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ جزء اول میں سن ۴۱ھ کے تحت (جس کو عام الجماعۃ یعنی اجتماع کا سال کہا جاتا ہے) لکھا ہے کہ سوادِ عراق کے علاقہ میں انبار کے پاس حضرت سیدنا حسن و حضرت سیدنا امیر

معاویہؓ جمع ہوئے۔ دونوں حضرات نے مصالحت و صلح کرلی حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ کو خلافت سپرد کردی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر یا ماہ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں پیش آیا تھا۔

"وفيها (سنة الجماعة) اجتمع الحسن بن علی بن ابی طالب و معاوية فاجتمعا بمسكن من ارض السواد من ناحية الانبار۔ فاصطلحا وسلّم الحسن بن علیؓ الیٰ معاويةؓ وذالك فی شهر ربيع الأخر او فی الجمادی الاولیٰ سنة احدیٰ واربعين"

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۸۷۔ ج ۱ تحت
۴۱ھ (عام الجماعۃ)

(۲) ـــــ حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں درج کیا ہے کہ

"امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت حسنؓ نے صلح کی۔ معاملہ خلافت ان کے سپرد کردیا اور معاہدے اور شرائط پیش کرکے خلافت کی بیعت کرلی"

"فصالح الحسنؓ معاوية وسلّم الامر له وبايعه بالخلافة علیٰ شروط ووثائق ... الخ"

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۷۴، تحت
مصالحۃ الحسنؓ ومعاویۃؓ)

(۳) ـــــ ابو نعیم اصفہانی اور بیہقیؒ نے لکھا ہے "نخیلہ کے مقام پر یہ مصالحت دونوں حضرات کے درمیان ہوئی ۔۔۔۔ اور امام حسنؓ نے اس موقع پر فرمایا کہ اگرچہ وہ (یعنی خلافت) میرا حق بھی ہے تب بھی میں نے اہل اسلام کی بہتری اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لیے ترک کردیا"

"... تركته لمعاوية ارادة اصلاح المسلمين و حقن دمائهم"

(۱) ـــــ السنن الکبریٰ، ج ۸، ص ۲، ۱، کتاب قتال اہل البغی

(۲) ـــــ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی، ج ۲، ص ۳۷، تذکرہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب۔

صلح ہذا اور اس بیعت کے واقعہ کو متعدد علماء نے ذکر کیا ہے۔ مثلاً

۱ـــ الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۳، ص ۳۷۸۔ تحت ذکر معاویہؓ مع الاصابہ

۲ـــ اسد الغابہ، ص ۳۸۶-۳۸۷، ج ۴۔ ذکر معاویہؓ بن ابی سفیان۔

۳ـــ الاصابہ، ج ۳، ص ۴۱۳۔ مع الاستیعاب، ذکر معاویہؓ۔

۴ـــ تلخیص ابن عساکر لابن بدران، ج ۴، ص ۲۲۰۔ وغیرہ

مسئلہ ہذا کی شیعہ کتب سے تائید و تصدیق

امیر معاویہؓ کا حضرت امام حسنؓ کے ساتھ صلح و مصالحت کر کے بیعت کرنے کو شیعہ علماء و مؤرخین نے پرزور طور پر لکھا ہے۔ حسبِ عادتِ دیرینہ اس قدر اضافہ فرما دیا کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ بامرِ مجبوری تھا اور تقیہ فرما لیا تھا۔

اب اہلِ علم کی تسلی کے لیے حوالہ جات کی بعینہٖ عبارت پیشِ خدمت ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے ہاں شام میں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ اور قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو خط ارسال کر کے بلوایا۔ یہ حضرات شام میں پہنچے، اجازت ہوئی، اندر تشریف لائے اور خطیب لوگوں کو (مجلس میں) تیار رکھا گیا تھا۔ امیر معاویہؓ کہنے لگے کہ اے حسنؓ! اٹھیے اور بیعت کیجیے۔ حضرت حسنؓ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر حضرت حسینؓ کو فرمایا کہ اٹھیے اور بیعت کیجیے! حضرت حسینؓ بھی اٹھے

اٹھے اور بیعت کی۔ اسی طرح پھر قیس بن سعد کو کہا۔۔۔ الخ۔"

"۔۔۔ فقال یا حسن! قم فبایِعْ۔ فقام فبایَعَ۔ ثم قال للحسینؑ علیہ السلام، قم فبایع فقام فبایع۔ ثم قال یا قیس! قم فبایع فالتفت الی الحسین علیہ السلام ینظر ما یأمرہٗ فقال یا قیس انّہٗ امامی۔"

(۱) ـــــ رجال کشی (ابو عمرو کشی) تحت تذکرہ قیس بن سعد بن عبادہ، ص ۷۲، طبع ہند بمبئی۔ و طبع طہران طبع جدید، ص ۱۰۲۔

(۲) ـــــ کتاب بحار الانوار ملّا باقر مجلسی، ج ۱۰، ص ۱۲۲۔ ۱۲۴۔ باب کیفیت مصالحۃ الحسنؓ بن علیؓ۔ طبع قدیم ایرانی۔

اور "فروع کافی" کتاب الروضۃ میں یہ مسئلہ بعبارت ذیل ہے:۔

ـــــ عن ابی جعفرؑ قال و اللہ للذی صنعہٗ الحسن بن علی علیہ السّلام کان خیرًا لھٰذہ الامۃ ممّا طلعت علیہ الشمس۔"

(۳) ـــــ فروع کافی، ج ۳، ص ۱۵۳۔ کتاب الروضۃ۔ طبع لکھنؤ۔ فروع کافی، طبع جدید طہرانی بمع ترجمہ فارسی، ج ۲، ص ۲۵۲۔

ـــــ اور ملّا باقر مذکورہ بالا روایت کا ترجمہ بالفاظ ذیل لکھتے ہیں کہ "یعنی کلینی بسند معتبر از حضرت امام باقر روایت کردہ است کہ صلحے کہ حضرت امام حسنؓ با معاویہ کرد برائے ایں امت بہتر بود از دنیا و ما فیہا۔"

(۴)—— جلاء العیون، ملّا باقر مجلسی، ص ۲۹۲ - دربیان
صلح امام دوم با معاویہؓ -
... مطلب یہ ہے کہ سیدنا حسنؓ نے جو امیر معاویہؓ سے صلح کی تھی وہ
اُمت کے حق میں تمام جہان سے بہتر تھی"

تنبیہ

نیز یہ مسئلہ شیعہ کی معتبر کتابوں کے ذیل مقامات میں اپنی اپنی عبارات
کے ساتھ درج ہے۔ اہل علم رجوع فرما سکتے ہیں۔

(۱)—— مقاتل الطالبیین لابی الفرج اصفہانی، قدیم طبع، ص ۲۸ - ذکر
الخبر فی بیعۃ بعد وفات امیر المؤمنین وتسلیم الامر الی معاویۃ -
وطبع بیروت، ص ۴۸ - ۴۹ - جلد اول تحت الصلح -
(۲) احتجاج طبرسی، قدیم طبع، ص ۱۴۸ - ۱۵۶ - ۱۵۷ ا تحت احتجاج
علی من انکر علیہ مصالحۃ معاویۃ"
(۳) الامالی للشیخ الطوسی، ج ۲، ص ۱۸۹، ۱۸۰، ۱۷۳ - مجلس
یازدہم، صفر ۴۵۷ھ نجف اشرف۔ -
(۴) بحار الانوار، ج ۱۰ - ملا باقر مجلسی، طبع اوّل قدیم، ج ۱۰ -
ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲ - تحت علّۃ مصالحۃ الحسن بن علی - الخ

سیّدنا حسینؓ کا فرمان

شیعوں کے ایک تفضیلی قدیم مؤرخ (احمد بن ابی داؤد الدینوری الشیعی)
المتوفی ۲۸۲ھ نے اپنی مشہور کتاب اخبار الطوال میں امیر معاویہؓ کے ساتھ
حضرت سیدنا حسینؓ کی بیعت کو بڑے عمدہ انداز میں درج کیا ہے۔ ناظرین

کرام کے اطمینان کے لیے حضرت حسنؓ کی بیعت سے الگ ہم اسے پیش کرتے ہیں تاکہ دونوں برادران کا نظریہ اس مسئلہ کی خاطر پوری وضاحت سے سامنے آجاتے۔

—— دینوری نے لکھا ہے ایک صاحب (حجر بن عدی) حضرت علیؓ کے خاص حامیوں میں سے تھے حضرت حسنؓ کی امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح و مصالحت ہو جانے کے بعد وہ مُصر تھے کہ ان سے جنگ کرنی چاہیے لیکن حضرت حسنؓ جنگ پر آمادہ نہ ہوئے۔ پھر انہوں نے حضرت حسینؓ کو اس جنگ، وقتال کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو حضرت امام حسین نے ان کی رائے کے جواب میں یہ فرمایا کہ "امیر معاویہؓ سے ہم نے بیعت کر لی ہے اور ان سے ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے اب اس بیعت کو توڑ ڈالنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے"

"...... فقال الحسین انّا قد بایعنا وعاھدنا ولاسبیل الیٰ نقض بیعتنا"

(۱) اخبار الطوال لاحمد بن ابی داؤد الدینوری الشیعی، ص ۲۲۰ بحث مبایعۃ معاویۃ بالخلافۃ وزیاد بن ابیہ۔ طبع القاہرہ مصر سن طباعۃ ۱۹۶۰ء)

(۲) کتاب الارشاد للشیخ المفید الشیع صہ ۱۸۱، ۱۸۲ اقت الصلح۔

مزید برآں

مصالحت کے بعد بھی حضرت سیدنا حسینؓ کے متعلق ایک واقعہ شیعہ مؤرخین نے تحریر کیا ہے جس سے بھی حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق سیدنا حسینؓ کا نظریہ بخوبی واضح ہوتا ہے۔ دینوری شیعی کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کی خلافت کے دوران ان کے مدینہ کے حاکم نے انہیں یہ خبر دی کہ حسین بن علیؓ آپ کی خلافت کے خلاف

کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر امیر معاویہؓ نے حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ فتنہ پرداز لوگ آپ کو غیر مطمئن اور بے آرام کرنے کے درپے ہوں تو اس بات سے اجتناب فرمائیں۔"

ان حالات میں حضرت حسینؓ نے امیر معاویہؓ کو جواب لکھا کہ:

"آپ کے ساتھ ہمارا جنگ و قتال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی مخالفت کرنے کا قصد ہے۔"

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ دونوں بزرگوں نے امیر معاویہؓ کی تمام زندگی میں حضرت امیر معاویہؓ سے کوئی بُری بات اور ناپسند چیز نہیں دیکھی۔ امیر معاویہؓ نے حضرات حسنینؓ کے ساتھ جو شرائط طے کئے تھے ان میں سے کسی شرط کو ضائع نہیں کیا۔ اور کسی احسان اور بھلائی کی بات کو تبدیل نہیں کیا۔"

"۔۔ فكتب اليه الحسين رضي الله عنه ما اريد حربك ولا الخلاف عليك، قالوا ولم يرا الحسن ولا الحسين طول حياة معاوية منه سوءاً في انفسهما ولا مكروهاً۔ ولا قطع عنهما شيئاً مما كان شرط لهما ولا تغير لهما عن برٍ۔"

(الاخبار الطوال لابی حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری الشیعی۔ ص ۲۲۵۔ بحث بین معاویہ و عمرو بن العاص۔ طبع قاہرہ مصر)

مندرجات بالا سے واضح ہوا کہ:

(۱) ۔۔۔۔۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت امیر معاویہؓ سے جب،

بیعت کرلی اور ان سے معاہدہ کرلیا تو نقضِ عہد کا خیال تک نہیں کیا۔ نہ کسی قسم کی مخالفت پیدا کی۔

(۲) ـــــ امیر معاویہؓ کی مدت خلافت میں سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ نے ان سے کوئی برائی اور مکروہ چیز نہیں دیکھی۔

(۳) ـــــ حضرات حسنین شریفینؓ کے ساتھ جو شرائط حضرت معاویہؓ نے طے کیے تھے امیر معاویہؓ نے ان کا ایفا کیا۔ ان کو ضائع اور برباد نہیں کیا۔

(۴) ـــــ امیر معاویہؓ نے حسنین کریمینؓ کے ساتھ احسان اور سلوک صحیح طریقہ سے جاری رکھا، اس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں کیا۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں یہ الزام صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے حسنینؓ کے حقوق کو غصب کر لیا تھا اور شرائط صلح کو ختم کر دیا اور بنو ہاشم اور آلِ نبوی کے ساتھ بدسلوکی روا رکھی۔ اس وجہ سے یہ حضرات امیر معاویہؓ کے ساتھ تضاد و عناد رکھتے تھے۔ مذکورہ بالا بیانات دینوری شیعہ مورخ کے ہیں۔ یہ بزرگ شیعہ ہے اور طبری و جزری وغیرہما مؤرخین سے قدیم ہے۔ اس نے ان مسائل کو اپنے بیاناتِ بالا کے ذریعہ خوب حل کر دیا ہے۔ امید ہے کہ منصف طبائع اس کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ اور بعد کے مؤرخین کی رائے قابلِ التفات نہیں سمجھیں گے۔

امیر معاویہؓ کی خلافت کے دوران بنی ہاشم کا عملی تعاون

ـــــ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہاشمی حضرات

حضرت عثمانؓ سے عملی تعاون کرتے تھے۔ چنانچہ اس نوع کے چند واقعات رحماء بینہم حصہ عثمانی میں درج کیے گئے ہیں

اب حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت میں بھی بنی ہاشم کی طرف سے انتظامی امور میں عملی تعاون کے چند ایک واقعات زیرِ تحریر لائے جاتے ہیں۔ ان واقعات سے اہلِ فہم و انصاف پسند حضرات عمدہ فوائد و نتائج خود مرتب کر سکتے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں ہاشمی قاضی (عبداللہ) حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دور میں مروان بن الحکم کو مدینہ شریف کے علاقہ کا حاکم مقرر کیا۔ مدینہ طیبہ کے لیے شرعی قاضی کی ضرورت تھی تو مروان نے حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ہاشمی بزرگ کو مدینہ شریف، کا قاضی مقرر کیا۔ اس سے قبل مدینہ میں قاضی نہیں تجویز کیا جاتا تھا۔ اسی بناء پر بعض لوگ کہتے تھے کہ مدینہ میں عبداللہ بن الحارث (ہاشمی) پہلے قاضی تھے۔

طبقات ابن سعد میں ہے:۔

"۔۔۔۔۔ عن ابی الغیث قال سمعت ابا ھریرۃ لما ولی مروان بن الحکم المدینۃ لمعاویۃ بن ابی سفیان سنۃ اثنتین و اربعین فی الامرۃ الاُولیٰ استقضیٰ عبداللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب بالمدینۃ فسمعت ابا ھریرۃ یقول ھٰذا اوّل قاضٍ رأیتہٗ فی الاسلام۔"

(۱) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۲ تحت عبداللہ بن نوفل۔

(۲) کتاب الثقات لابن حبان ص ۵ ج ۵ تحت عبداللہ بن حارث

(۲) ـــــ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۹۸ تحت سنہ ۴۲ھ
(۳) ـــــ اسد الغابہ، ج ۳، ص ۲۶۹ تحت عبداللہ بن نوفل
بن الحارث بن عبدالمطلب طبع تہران

غزوات میں ہاشمی غازی

قثم بن عباس و امام حسینؑ

(۱) ـــــ حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی صغار صحابہؓ میں سے ہیں۔ یہ سیدنا حسین بن علیؓ کے رضاعی برادر تھے حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں جہاد کی خاطر خراسان کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔ پھر غزوۂ سمرقند پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضرت عثمان بن عفان کے صاحبزادے سعیدؓ بن عثمان جرنیل تھے۔ ان کی ماتحتی میں غزوۂ ہذا میں شریک ہوئے اور سمرقند میں شہادت پاکر فوت ہوئے۔

"۔۔۔۔ قال ابن سعد غزا قثم بن عباس خراسان وعلیھا سعید بن عثمان بن عفان ۔۔۔۔۔۔ قال الزبیر بن بکار سار قثم ایّام معاویۃ مع سعید بن عثمان الی سمرقند فاستشھد بھا"

(۱) طبقات بن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۱۰۱ طبع لیدن تحت ذکر قثم بن عباس بن عبدالمطلب۔
(۲) کتاب نسب قریش، ص ۲۷ تحت ذکر اولاد عباس بن عبدالمطلب۔
(۳) اسد الغابہ، ج ۴، ص ۱۹۷ تذکرہ قثم بن عباس

(۴) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص ۲۹۲ - ذکر قثم بن عباس -

—— اور شیعہ علماء نے بھی لکھا ہے کہ قثم بن عباس ہاشمی مطلبی حضرت علیؓ کی طرف سے مکہ مکرمہ پر والی و حاکم مقرر تھے۔ پھر حضرت علیؓ شہید ہو گئے۔ (کچھ مدت کے بعد) امیر معاویہؓ کے زمانہ میں غزوۂ سمرقند میں شریک جہاد ہو کر شہید ہوئے

"واستشهد بسمرقند فی زمن معاویة"

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی الشیعی، ج ۵، ص ۲، جلد خامس، طبع جدید طہران - تحت عنوان ملن من کتاب لہٗ علیہ السلام الی قثم بن عباس وہو عاملہٗ علی مکۃ -

(۲) —— مؤرخین نے بصراحت لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں سیدنا حسین بن علیؓ، امیر معاویہؓ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ ہدیے اور عطیے وصول کرتے تھے (جیسا کہ عنقریب اس پر حوالہ جات پیش ہو رہے ہیں) مزید یہ چیز عرض ہے کہ اس دور کے غزوات میں اور جنگی مہموں میں بھی بخوشی شریک و شامل ہوتے تھے۔ اس مسئلہ میں حضرت حسینؓ کو کوئی انقباض و اجتناب نہیں تھا۔ امیرِ وقت کے ساتھ ان کا یہ عملی تعاون تھا اور انتظامی امور میں بشرح صدر امداد تھی۔ اس میں کسی مجبوری و مقہوری کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اب اہلِ تاریخ کی بعینہٖ عبارت ملاحظہ فرماویں۔

(۱) .... "ووفد علی معاویة و توجه غازیاً الی القسطنطنیة فی الجیش الذی کان امیره یزید بن معاویة"

(تہذیب تاریخ ابن عساکر جلد ۴ ص ۳۱۱ - تذکرہ حسین بن علیؓ)

(۲) ۔۔۔۔ البدایہ لابن کثیر جلد ۸ میں ہے :-

"ولما توفی الحسن کان الحسین یفد الی معاویۃ فی کل عام فَیُعطِیْہِ وَیُکْرِمُہٗ وقد کان فی الجیش الذین غزوا القسطنطنیۃ مع ابن معاویۃ یزید فی سنۃ احدی و خمسین ۵۱ھ"

(البدایہ ص ۱۵۰-۱۵۱ جلد ۸ تذکرہ خروج الحسین الی العراق وکیفیۃ مقتلہؓ)

عنوانہائے بالا کا خلاصہ

(۱) ۔۔۔ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی حضرت علیؓ کے فرمان کی رو سے سب مومن تھے۔

(۲) ۔۔۔ جنگ صفین کے مقتولین سب اہلِ جنت سے ہیں۔

(۳) ۔۔۔ جمل و صفین میں شریک ہونے والے برادر دینی تھے لیکن ایک دوسرے کے حق میں ان سے زیادتی سرزد ہوئی۔

(۴) بغاوت کے مفہوم کی اس طرح تشریح کی گئی جس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ نہ فاسق تھے نہ جابر تھے۔

(۵) ۔۔۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابلہ میں آنے والوں کے حق میں سب وشتم کرنے اور لعن وطعن سے بر ملا منع کر دیا اور ان کے حق میں دعائیں کرنے کی ہدایت کی۔

(۶) ——— حضرت سیدنا امام حسینؓ کے تعلقات حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صحیح اور درست تھے عملی تعاون قائم تھا کوئی مخالفت نہ تھی۔ اور ان حضرات میں باہم نسلی امتیازات و قبائلی تعصبات بلکہ نہ تھے کہ ہاشمیوں کو عزت کے مقامات میں پیچھے ڈال دیا ہو اور امویوں کو مقدم کر دیا ہو۔ یہ بات بالکل نہ تھی۔ اس نوع کی چیزیں صحابہ کرامؓ کے دور میں نہیں۔ یہ بعد کی پیدا کردہ ہیں۔

(۷) ——— امیر معاویہؓ کی خلافت آئین اسلامی کے تحت جاری تھی اس میں قواعد اسلامی کو معطل نہیں کیا گیا۔ ہاشمی بزرگوں اور دیگر صحابہ کرامؓ کا عملی تعاون کرنا اور شریکِ انتظام رہنا اس چیز کے لیے مستقل شاہد اور گواہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۸) ——— امیر معاویہؓ کے حق میں ظلم و ستم کی داستانیں جو نشر کی جاتی ہیں وہ بے اصل ہیں۔ امیر معاویہؓ کا کردار بالکل صحیح تھا۔ انہوں نے قوم و ملت کی خدمات انجام دیں اور اسلام و اہل اسلام کو بہت نفع پہنچایا۔ ہاشمی حضرات اور دیگر صحابہ کرام ان کے ساتھ شامل تھے اور ان تمام حضرات کا خلافت امیر معاویہؓ کے حق میں عملی تعاون قائم رہتا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے خزانہ سے حضرات حسنینؓ و دیگر ہاشمی اکابر کے وظائف اور عطیات و ہدایا

عام الصلح کے بعد بیت المال سے امیر معاویہؓ نے سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ اور

دیگر ہاشمی حضرات کے لیے وظائف متعین فرما دیئے تھے۔ وقتی طور پر بھی انہیں ہدایا اور تحائف پیش کیے جاتے تھے۔ اور مستقل طور پر بھی صلح کے سال ۴۱ھ سے لے کر ۶۰ھ یعنی امیر معاویہؓ کی وفات تک یہ سلسلہ بدستور قائم رہا ہے۔ اور امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں کوئی ناغہ نہیں ہوا۔ اس مسئلہ میں بہت سی تفصیلات شیعہ سُنّی مؤرخین اور اہل تراجم نے تحریر کی ہیں۔ تمام واقعات پیش کرنے میں بڑی تطویل ہوگی ہمارے سامنے نہایت اختصار مقصود ہے۔ ذیل میں مسئلہ ہذا کے لیے چند ایک حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں۔

—— (۱) ——

—— ابن عساکر نے اپنی مشہور تاریخ بلدہ دمشق (تذکرہ سیدنا حسنؓ) میں عطیات کا واقعہ درج کرتے ہوتے پہلے وقتی عطیہ (چار لاکھ درہم) کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد مبرد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ ہر سال امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچتے تھے اور امیر معاویہؓ ان کو ایک لاکھ درہم سالانہ عنایت کرتے تھے۔

"۔۔۔ فاعطاہ اربعمائۃ الف درھم وروی المبرّد ان الحسن کان یفد کل سنۃٍ علیٰ معاویۃ فیصلہ بمائۃ الف درھمٍ"

(۱) —— تہذیب تاریخ ابن عساکر للشیخ عبدالقادر بن بدران آفندی، ج ۴، ص ۲۰۰ تذکرہ حسن بن علیؓ طبع اوّل قدیم۔

—— یہ مضمون ذیل مقامات میں بھی درج ہے :۔

"۔۔۔ کان لہ (حسن بن علیؓ) علیٰ معاویۃ فی کل عامٍ

جائزۃ وکان یفد الیہ فربما اجازہ باربعمائۃ الف درھم وراتبہ فی سنۃ مائۃ الف"

(۲) ——الاصابہ لابن حجر معہ استیعاب جلد اوّل ص ۳۲۹ تذکرہ حسن بن علی بن ابی طالب

(۳) البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۳۷ تذکرہ حسنؓ

(۴) البدایہ، ص ۴۱-۴۲، ج ۸ تذکرہ حسنؓ

(۵) البدایہ، ج ۸، ص ۱۳۷ تذکرہ امیر معاویہؓ۔

(۲)

سیدنا حسینؓ اور عطیات

ہر دو برادران (حسنینؓ) کے لیے اس نوع کے مشترک واقعات بہت سے دستیاب ہیں اور بعض مقامات میں خصوصاً حضرت حسینؓ کے حق میں منقول ہیں۔

حضرت شیخ علی ہجویری (المعروف داتا گنج بخش) لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب باب الثامن میں ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ:

"ایک روز حضرت حسینؓ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ اے رسولِ خدا کے بیٹے! میں ایک درویش آدمی ہوں عیالدار ہوں۔ آپ مجھے آج کا کھانا عنایت فرمائیں۔ سیدنا حسینؓ نے فرمایا کہ یہاں ٹھہر جائیے۔ ہمارا وظیفہ پہنچنے والا ہے وہ پہنچ جائے تو دے دیں گے۔

کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی کہ امیر معاویہؓ کی طرف سے پانچ عدد تھیلیاں (جن کے ہر ایک میں ایک ایک ہزار دینار تھا) پہنچانے والوں نے

آکر حضرت کی خدمت میں پیش کیں اور کہا کہ

"امیر معاویہؓ معذرت کرتے تھے کہ یہ قلیل سی مقدار ہے اسے صرف فرما دیں" حضرت حسینؓ نے وہ تھیلیاں سائل کو دے دیں اور معذرت بھی کی۔"

"...... حسین وے را گفت بنشیں کہ مارا رزقی در راہ است تا بیارند۔ بسے برنیامد کہ پنج صرّہ از دینار بیاوردند از معاویہؓ اندر ہر صرّہ ہزار دینار بود و گفتند کہ معاویہؓ از تو عذری می خواہد" الخ

(کشف المحجوب از شیخ علی بن عثمان الغزنوی الجویری ثم لاہوری۔ المتوفی ۴۵۶ھ، ص ۹۲-۹۳۔ باب السابع فی ذکر ائمتہم من اہل البیت۔ طبع سمرقند۔

اور ابن کثیرؒ نے وظائف کے مسئلہ کو بعبارت ذیل لکھا ہے۔ اہل علم احباب ملاحظہ فرما دیں۔

—— فلما استقرت الخلافۃ لمعاویۃ کان الحسین یتردد الیہ مع اخیہ الحسن فیکرمہما معاویۃ اکراماً زائداً و یقول لہما مرحباً و اھلاً ویعطیہما عطاء جزیلاً وقد اطلق لہما فی یوم واحد مائتی الف (یعنی فی بعض الایّام)

(البدایہ: ج ۸ ص ۱۵۰-۱۵۱ طبع اول مصر تحت قصۃ الحسینؓ وسبب خروجہ من مکۃ الی العراق)

—— مطلب یہ ہے کہ جب خلافت امیر معاویہؓ کے لیے مستقل ہوگئی تو سیدنا حسینؓ اپنے برادر حسنؓ کی معیت میں امیر معاویہؓ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ امیر معاویہؓ ان کی تشریف آوری پر مرحبا، اہلاً و سہلاً کے باعزت الفاظ سے

استقبال کرتے اور ان دونوں حضرات سے نہایت اکرام و احترام کے ساتھ پیش آتے۔ مالی عطیاتِ کثیرہ سے نوازتے۔ اور بعض اوقات ایک یوم میں دو دو لاکھ درہم بھی حاضر کر دیتے تھے۔

(۳) حسنین شریفین کے ساتھ دیگر ہاشمیوں کو بھی دس لاکھ کے وظائف ملنا

بعض علماء نے لکھا ہے کہ بعض دفعہ دس لاکھ درہم تک بھی امیر معاویہؓ نے دونوں برادران حسنینؓ کو اور عبد اللہ ابن عباس بن عبد المطلب کو اور عبد اللہ بن جعفر طیار کو وظائف دیتے اور عطیات عنایت فرماتے۔ ملاحظہ ہو:۔

"۔۔۔ ان معاویۃ کان یجیز فی کل عام الحسن والحسین وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب کل واحد منہم بالف الف درہم"

(۱) (لطائف المعارف، ص ۲۱-۲۲ (طبع مصری) لابی منصور عبد الملک بن محمد الثعالبی المتوفی ۴۲۹ھ)

(۲) المستدرک للحاکم ص ۵۶۷ ج ۳ تحت ذکر عبد اللہ بن جعفر۔

مسئلہ ہذا شیعہ کے نزدیک

(۱) حضرت سیدنا حسینؓ و ابن عباسؓ وعبد اللہ بن جعفرؓ کے وظائف

ابن ابی الحدید شیعی نے بھی دس لاکھ والی روایت مذکورہ اپنی حدیدی شرح میں نقل کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ حضرات حسنینؓ اور عبد اللہ بن العباسؓ اور عبد اللہ بن جعفرؓ کو امیر معاویہؓ ہر سال بطور وظیفہ دس دس لاکھ درہم، [illegible]

"فانہٗ کان یجیز الحسن والحسین ابنی علیؓ فی کل عام لکل واحدٍ منہما بالف الف درھم وکذالك کان یجیز عبداللہ بن العباس وعبداللہ بن جعفر"

(۱) (شرح نہج البلاغہ حدیدی، ج ۱۵، ص ۲۵۰ - طبع قدیم و طبع بیروتی، ص ۲۰۵-۲۰۶ - جلد ثالث بحث فی المفاخرۃ بین جود ملوک بنی امیۃ و ملوک بنی ہاشم)

(۲) الفخری صہ ۱۹۲ الشیعی طبع اول مصر تحت اخر فصل اول -

حسنین و عبداللہ بن جعفرؓ کے وظائف

(۲) ـــــ نیز ملا باقر مجلسی نے سیدنا جعفر صادقؒ سے روایت نقل کی ہے اس میں درج ہے کہ:

"ایک دن امام حسنؓ نے بھائی حضرت حسینؓ کو اور چچازاد برادر عبداللہ بن جعفر طیار کو فرمایا کہ اس ماہ کی پہلی تاریخ کو امیر معاویہؓ کی جانب سے ہدایا و تحائف تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ جب اس مہینہ کی اول تاریخ ہوئی تو امیر معاویہؓ کی طرف سے کثیر مال پہنچ گیا اور ان ہر سہ حضرات کو دے دیا گیا۔"

ـــــ حضرت حسنؓ پر بہت سا قرض تھا۔ انہوں نے ان اموال سے پہلے اپنا قرض ادا کیا۔ باقی ماندہ مال کو اپنے اہل وعیال اور اپنے خاص لوگوں میں تقسیم فرمایا۔

ـــــ حضرت حسینؓ نے بھی پہلے اپنا قرض ادا کیا۔ باقی مال کو اس طرح تقسیم کیا کہ ایک حصہ اپنے رشتہ داروں اور خصوصی شیعوں کو دیا اور دو حصے اپنے اہل وعیال کو عنایت فرمائے۔

ـــــ اور عبداللہ بن جعفر طیار نے بھی اس مال سے اپنا قرض ادا کیا۔

"... از حضرت صادق علیہ السّلام روایت کردہ است کہ روزے حضرت امام حسن بحضرت امام حسین و عبداللہ بن جعفر فرمود کہ جائزہ ہائے معاویہ در روز اوّل ماہ بشما خواہد رسید۔ چوں روز اوّل ماہ باشد۔ چنانچہ حضرت فرمودہ بود اموال معاویہ رسید۔ جناب امام حسن قرض بسیارے داشت از آنچہ او فرستادہ بود برائے آنحضرت قرضہائے خود را ادا کرد۔ و باقی را درمیان اہل بیت و شیعیان خود قسمت کرد۔ جناب امام حسین قرض خود را ادا کرد آنچہ ماندہ بود سہ قسمت کرد۔ یک حصہ را با اہل بیت و شیعان خود داد۔ و دو حصہ را برائے عیال خود فرستاد و عبداللہ بن جعفر قرض خود را ادا کرد۔۔۔ الخ"

(جلاء العیون ملا باقر، ص ۲۷۰۔ باب دربیان نصوص امامت و معجزات امام حسن۔ طبع تہران (سن طباعت ۱۳۳۲ھ)

تنبیہ :۔ عبداللہ بن جعفر طیارؓ کو امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم عطا کیا۔ اس مسئلہ کو ابن عنبۃ الشیعی نے عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، ص ۳۸، ذکر عقب جعفر طیارؓ میں درج کیا ہے۔ نیز یہی چیز کتاب ناسخ التواریخ (جلد طراز المذہب مظفری) ص ۳۹۵، احوال زینب کبریٰؓ میں منقول ہے۔ واقعہ درست ہے عبداللہ مذکور نے یہ عطیہ حاصل کیا اور امیر معاویہؓ نے دیا ہے لیکن واقعہ کو جس شکل و صورت میں دکھایا گیا ہے وہ امیر معاویہؓ سے تنفر دلانے و مبغوض بنانے کے لیے تیار فرمایا گیا ہے، جیسا کہ کسی کا مشہور مقولہ ہے :۔

ع ولیکن قلم درکفِ دشمن است

وہی معاملہ یہاں بھی ہے۔

برادرِ مرتضیٰ حضرت عقیلؓ کا وظیفہ

(۳) — حضرت علی المرتضیٰؓ کے برادر عقیل بن ابی طالب ایک دفعہ امیر معاویہؓ کی خدمت میں تشریف لے گئے (مناسب موقع گفتگو ہوئی)۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمان دیا کہ ان کو ایک لاکھ درہم دیا جائے۔ چنانچہ انہیں وہ دے دیا گیا۔

"..... فقد امرنا لك بمائة الف فاعطاه المائة الالف۔"

(امالی للشیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی (شیخ الطائفہ) ج ۲، ص ۳۳۴، طبع عراق (نجف اشرف)

حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی بن الحسینؓ کے لیے وظیفہ کا تقرر

(۴) — حضرت سیدنا حسینؓ کے صاحبزادے (علی بن الحسینؓ)، یعنی زین العابدین کے متعلق فروع کافی میں واقعہ لکھا ہے کہ:

"مدینہ شریف پر مروان بن الحکم کو حضرت امیر معاویہؓ نے حاکم بنایا اور حکم دیا کہ قریش کے نوجوانوں کے لیے وظائف مقرر کریں۔ چنانچہ (اس سلسلہ میں) حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی بن الحسین مروان کے ہاں تشریف لے گئے ...... (گفتگو ہوئی) علی بن الحسین فرماتے ہیں کہ میرے لیے مروان نے (امیر معاویہؓ کے فرمان کے مطابق) وظیفہ مقرر کر دیا تو میں نے واپس آ کر اپنے والد محترم کو اس واقعہ کی اطلاع کی۔"

"..... استعمل معاویۃ مروان بن الحکم علی المدینۃ وامرہ ان یفرض لشباب قریش ففرض لھم فقال علی بن

الحسین علیہما السّلام فاتیتہ فقال ما اسمک؟ فقلت علی بن الحسین . . . . . ففرض لی فرجعت الیٰ ابی علیہ السلام فاخبرتہ ؎

(۱) ـــــ فروع کافی، ج ۲، ص ۲۶۲ طبع نول کشور لکھنؤ۔ کتاب العقیقہ باب الاسماء والکنیٰ۔ طبع قدیم۔

(۲) ـــــ ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک، جلد یازدہم (کتاب دوم) ص ۴۰ تحت مکالمہ مروان باآں حضرت۔

سیدنا حسنؓ کو ایک گاؤں کا عطیّہ

ـــــ شیعہ احباب کی مشہور تاریخ ناسخ التواریخ کی جلد نہم (جس کو طراز المذہب مظفری کہتے ہیں) میں ایک واقعہ درج ہے کہ امیر معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حاکمِ مدینہ (مروان بن حکم) کو فرمان دیا کہ ان کے بیٹے یزید بن معاویہؓ کے لیے عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی لڑکی (زینب) کا رشتہ طلب کریں اور نکاح حاصل کریں۔ ہم اس قدر مال دیں گے اور اس طرح مہر ادا کریں گے۔ وغیرہ

ـــــ مروان نے عبداللہ بن جعفرؓ کو بلا کر اس مسئلہ کی ترغیب دی۔ عبداللہ نے یہ کام حضرت حسن بن علیؓ کی سپردگی میں دے دیا۔ پھر ایک مجلس قائم کر کے مروان کو حضرت حسنؓ نے جواب دیا کہ ہم نے یہ رشتہ اپنے بھتیجے (قاسم بن محمد بن جعفر) کو دے دیا ہے اور مہر میں زینب کے لیے ہم نے وہ ایک گاؤں دے دیا ہے جو مدینہ کے علاقہ میں تھا اور ہم کو امیر معاویہؓ نے دس ہزار دینار (طلائی) کے عوض میں دے رکھا تھا۔ یہ مہر زینب کے لیے کافی ہوگا۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ

"ما چناں بصواب شمردیم کہ زینب را بہ پسر عمش قاسم بن محمد بن جعفر کابین بندم و او را با قاسم تزویج کردم و کابین او را البقریۃ کہ در مدینہ دارم و معاویہ در ازائے دہ ہزار دینار بمن دادہ است مقرر داشتم و زینب را این مبلغ کفایت می کند۔

(ناسخ التواریخ جلد نہم طراز المذہب مظفری) ص ۳۸۰

دربیان احتجاج عبد اللہ بن جعفر با معاویہ و حکایت او

با معاویہ و یزید۔ طبع قدیم ایران سن طباعت ۱۳۱۵ھ)

واقعہ ہذا نے صاف بتلادیا کہ حضرت حسنؓ کو امیر معاویہؓ کی طرف سے باقی وظائف کی طرح مدینہ طیبہ کے علاقہ میں ایک مستقل گاؤں بھی ملا ہوا تھا جس کو وہ اس موقع پر بطور مہر نکاح کے استعمال میں لا رہے ہیں۔

عنوانہائے مذکورہ کے فوائد

۱۔ واضح ہو گیا کہ امیر معاویہؓ کے متعلق بنو ہاشم و آلِ نبوی کے ساتھ بدسلوکی کا الزام بالکل واقعات کے برخلاف ہے۔

۲۔ آلِ نبی اولادِ علیؓ کے ساتھ امیر معاویہ کی خلافت میں ظلم و ستم کی داستانیں مخالفین کی تصنیف شدہ ہیں ان میں کوئی صداقت نہیں۔

۳۔ ملکی نظم و ضبط کے تحت اگر کوئی واقعہ اس دور میں پیش آیا تو وہ وقتی مصلحت اور ضرورت کی وجہ سے رونما ہوا۔ لیکن اس کو مؤرخین نے بڑی آب و تاب کے ساتھ داستانِ ظلم و ستم بنا کر تحریر کیا۔ اور پھر "اہلِ عناد" کے قلم نے اس کو مزید زیب و زینت دے کر رائی کا پہاڑ بنا کر عوام میں پھیلایا۔

۴ - اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت اور انصاف نصیب فرماتے اور یہ صحیح فہم بخشے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام حاملِ قرآن اور عاملِ قرآن تھے۔ اور ایک ایک آیتِ قرآنی ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ اور اتباعِ سنتِ نبوی ان کا مقصدِ حیات تھا۔ لہٰذا انہوں نے اسلامی اصولوں کے ماتحت تمام ملکی نظم و نسق قائم رکھا اور امتِ مسلمہ کے لیے وہ ہادی اور خیر خواہ ثابت ہوتے۔

سبّ و شتم کا اعتراض

_____ معترض بزرگوں کی جانب سے عوام میں بڑی کوشش سے پروپیگنڈا شروع ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں امیر معاویہؓ کے حکم سے خطیب لوگ برسرِ منبر حضرت علی المرتضیٰؓ اور ان کی اولاد کے حق میں برملا سبّ و شتم کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے عزیز سنتے تھے اور مروان تو مسجد نبوی میں منبر پر اس قبیح فعل کا ارتکاب کرتا تھا۔

_____ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب کو سب و شتم کرنا بُرا بُرا عمل ہے۔ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ہمیشہ یہ طریق کار جاری رہا۔

اب اس طعن کے جواب میں مندرجۂ ذیل معروضات پیش ہیں۔

ازالہ

_____ حضرت امیر معاویہؓ پر اس اعتراض کا ورود تو ظاہر ہے لیکن ساتھ ہی امیر معاویہؓ کے دور کے عمّال و خطباء بھی اس طعن کے مورد بناتے گئے ہیں چاہے وہ صحابہ ہیں یا غیر صحابہ۔ اور مروان بن الحکم کو بھی اس مسئلہ میں خاص طور پر

مطعون کیا گیا ہے۔

اب شبہ ہٰذا کے ازالہ کے لیے کلام پیش کیا جاتا ہے۔

اوّلاً

قابلِ توجہ یہ چیز ہے کہ سب و شتم، لعن و طعن کے مثالب و مطاعن جن روایات سے مستنبط فرماتے جاتے ہیں پہلے ان کا تجزیہ کیا جاتے۔ اگر وہ فنی قواعد کے اعتبار سے صحیح ثابت ہوں اور سقیم نہ ہوں تو پھر بے شک ان سے استدلال بھی درست اور ان سے استخراج فرمودہ مطاعن بھی صحیح ہوں گے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہُوا اور یہ روایات غیر صحیح اور بیکار ثابت ہوئیں تو ان سے تیار شدہ اعتراضات بھی بے کار اور بے جا تصوّر کیے جائینگے۔

تمہیداً یہ ایک اصولی بات عرض کرنے کے بعد پہلے روایات درج کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد ان پر متعلقہ کلام تحریر ہوگا اور اس کے ساتھ مزید چیزیں بھی ذکر ہونگی۔

قابلِ اعتراض تاریخی روایات

جو مطاعن کا ماخذ و محور ہیں

(۱) ـــــ ایک روایت تو طبقات ابن سعد سے نقل کرتے ہیں :-

"..... عن لوط بن یحییٰ قال کان الولاۃ من بنی امیّۃ قبل عمر بن عبد العزیز یشتمون علیاً فلما ولی عمر امسک عن ذالک"

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۹۱ تذکرہ عمر بن عبد العزیز)

"یعنی عمر بن عبد العزیز سے پہلے بنو امیّہ کے والی و حاکم حضرت علی بن ابی طالب کو سب و شتم کرتے تھے۔ جب عمرؒ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے

اس بات سے روک دیا۔"

یہ روایت لوط بن یحییٰ (ابو مخنف) کا اپنا قول ہے اور یہ لوط جس قسم کا بزرگ ہے اس کی کیفیت آگے آ رہی ہے۔

(۲) ۔ ـــ ایک طبری کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ اس میں درج ہے کہ امیر معاویہؓ نے جمادی الثانیہ ۴۱ھ میں جب مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا والی بنا کر روانہ کیا تو اس وقت مغیرہ کو نصیحتیں و وصیتیں کیں اور احکام دیئے۔ ان میں مذکور ہے کہ

"۔ ۔ ۔ ولست تاركاً ايصاءك بخصلة لا تتحمّ عن شتم عليٍ وذمّه والترحّم على عثمان والاستغفار له والعيب على اصحاب عليٍّ والاقصاء لهم وترك الاستماع منهم ۔ ۔ ۔ ۔"

"۔ ۔ ۔ ۔ غير انّه لا يدع ذم عليٍّ والوقوع فيه"

(تاریخ طبری، ص ۱۴۱-۱۴۲-جلد ۶ تحت ابتداء سنہ ۵۱ھ - ذکر سبب مقتل حجر بن عدی)

"یعنی امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو کہا ایک خصلت کی میں وصیت کرتا ہوں کہ سب و شتم علیؓ و مذمت علیؓ سے نہ پرہیز کرنا عثمانؓ پر رحمت بھیجنا اس کے لیے استغفار کرنا، علیؓ کے ساتھیوں کی عیب چینی کرنا، ان کو دور رکھنا، ان کی طرف کان نہ رکھنا ۔ ۔ ۔ ۔"

"۔ ۔ ۔ ۔ آگے راوی کہتا ہے کہ مغیرہ کی اور تو اچھی سیرت تھی لیکن حضرت علیؓ کی مذمت کرنے اور عیب چینی کو اس نے نہیں چھوڑا تھا۔" الخ

ـــ اس روایت کا راوی ہشام بن محمد کلبی اور لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہے۔ ان کی پوزیشن ابھی آپ کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے۔

(۳) ـــ طبری کے بعد اب "جزری شریف" (الکامل لابن اثیر الجزری) کی روایت

عرضِ خدمت ہے۔ اس کا یہ حوالہ بھی سب و شتم کی بحث میں پیش کیا کرتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے مغیرہؓ بن شعبہ کو کوفہ پر حاکم بنا کر روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"...... ولستُ تاركاً ايصاءك بخصلةٍ لا تترك شتم عليٍّ وذمّه والترحم على عثمانؓ والاستغفار له والعيب لاصحاب عليؓ والاقصاء لهم... الخ"

(الکامل لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۲۳۴۔ ابتدا سن ۵۱ھ)

"یعنی میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ علی بنؓ ابی طالب پر سبّ و شتم و مذمّت کو ترک نہ کرنا اور عثمانؓ پر رحمت و استغفار کرتے رہنا اور علیؓ کی پارٹی کی عیب چینی کرنا اور ان کو دُور رکھنا... الخ"

یہاں ناظرین یاد رکھیں، جزری کی یہ روایت طبری کی بالا روایت ہی ہے کوئی الگ دوسری روایت نہیں ہے۔ جزری طبری سے ناقل ہے۔ اسی بنا پر اس کے الفاظ بالکل طبری کے الفاظ کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ معمولی فرق ہے۔ اور سن ۵۱ھ کی ابتدا میں نقل کیا ہے۔

الکامل لابن اثیر الجزری کے لیے تاریخ طبری کا ماخذ" سلمات میں سے ہے۔ اور علّامہ جزری نے اپنی کتاب کے ابتدائی مقدمے میں اس چیز کو بصراحت ذکر کیا ہے کہ میں نے طبری پر اعتماد کر کے اس سے تاریخی مواد حاصل کیا ہے۔

(۴) ——— اور البدایہ سے ایک روایت نقل کیا کرتے ہیں کہ

"...... ولمّا كان (مروان) متوليّاً على المدينة لمعاويةؓ كان يسبّ عليّاً كل جمعةٍ على المنبر وقال له الحسن بن عليّ لقد لعن الله اباك الحكم وانت في صلبه على لسان نبيّه فقال (النبیؐ)

لعن اللہ الحکم و ما ولد - واللہ اعلم "

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۵۹ تحت ترجمہ مروان بن الحکم۔ طبع اوّل مصری)

"یعنی جب مروان مدینہ پر امیر معاویہؓ کی جانب سے والی وحاکم تھا تو ہر جمعہ میں منبر پر علی المرتضیٰ کو سب وشتم کرتا تھا اور حسن بن علیؓ نے اس کو (جواب میں) کہا کہ تیرے باپ الحکم پر اللہ نے اپنے نبی کی زبان پر لعنت کی تو اس وقت اس کی پشت میں تھا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ الحکم پر لعنت کرے اور جو اس کی اولاد ہو"

(۵) ——— نیز البدایہ والنہایہ سے مزید ایک روایت کوشش سے تلاش فرما کر میدانِ طعن میں لایا کرتے ہیں وہ بھی سماعت فرمادیں -

"ایک شخص محمد بن یوسف الثقفی، ولید بن عبدالملک کے دور یعنی ۹۰ھ میں یمن کا والی تھا اس کے متعلق لکھا ہے کہ :

"... کان یلعن علیاً علی المنابر"

"یعنی محمد بن یوسف ثقفی یمن میں منبر پر علی المرتضیٰ کو لعنت کرتا تھا"

(البدایہ، ج ۹، ص ۸۰، تحت سنۃ ۹۰ھ)

البدایہ کی ان دونوں روایات کی متعلقہ چیزیں اور مذکورہ روایات ابن سعد وطبری وجزری کے متعلقات ایک ترتیب سے ذکر کیے جاتے ہیں بغور ملاحظہ فرمادیں اور "قلیل ما انصاف" بھی ساتھ ملالیں اگر دستیاب ہوسکے -

مندرجہ روایات کا متعلقہ کلام

(۱) پہلی روایت جو طبقات ابن سعد جلد پانچ سے نقل کی گئی ہے وہ لوط بن یحیٰ

(ابومخنف کا اپنا قول ہے کسی صحابی اور تابعی کا قول نہیں اور لوط بن یحییٰ بعد کے دور کا آدمی ہے، اس دور کا آدمی نہیں۔ اور یہ شخص اس فن کے علماء کے نزدیک نہایت مجروح ہے "غیر معتمد" ہے ضعیف اور متروک ہے۔ اور جلنے والا شیعہ ہے۔

"—— ابو مخنف لوط ابن یحییٰ هالكٌ۔ لا یوثق به۔ ضعیفٌ لیس بشیءٍ۔ شیعیٌّ محترقٌ۔ صاحب اخبارهم۔"

(۱) المغنی للذہبی، جلد دوم، ص ۸۰۷ تحت ابی مخنف

(۲) میزان الاعتدال للذہبی، ج ۲، ص ۳۶۰۔ تحت لوط بن یحییٰ۔ طبع قدیم مصری۔

(۳) لسان المیزان لابن حجر، ج ۴، ص ۴۹۲ تحت لوط بن یحییٰ۔ طبع دکن۔

(۲) —— دوسری طبری کی روایت ہے جس کے روایت کرنے والے ہشام بن محمد کلبی اور لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہیں۔ لوط کے متعلق تو پہلے معلوم ہو چکا ہے اب ہشام کے متعلق اس فن کے علماء کا فیصلہ سن لیجیے۔

—— ہشام بن محمد بن السائب الکلبی متروک ہے، قصہ گو اخباری ہے، رافضی ہے اور غیر معتبر ہے اور ناقابل اعتماد ہے۔"

" ترکوہ وھو اخباریٌ۔ متروکٌ۔ رافضیٌ۔ لیس بثقةٍ لا یوثق به۔"

(۱) —— المغنی فی الضعفاء للذہبی، ج ۲ ص ۷۱۱، جرثانی۔ تحت ہشام بن محمد کلبی مذکور۔

(۲) میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳ ص ۲۵۶ تحت ہشام مذکور

(۳) لسان المیزان لابن حجر، ص ۱۹۶ - ۱۹۷، ج ۶ تحت ہشام مذکور

(۳) ـــــ تیسری روایت الکامل لابن اثیر جزری کی ہے جس نے طبری سے ہی نقل کی ہے اور ۵۱ھ کے شروع میں طبری کی طرح درج کی ہے اور طبری کی اس روایت کے راوی جس پوزیشن میں ہیں وہ آپ کے سامنے درج کر دی گئی ہے۔ لہٰذا ابن اثیر جزری کی اس روایت کے غیر معتبر ہونے میں وہی درجہ ہے جو طبری کی روایت کا ہے اس کے لیے الگ جرح کی حاجت نہیں۔

(۴) ـــــ چوتھی روایت جو البدایہ جلد آٹھ سے (مروان بن حکم کے ترجمہ کے تحت) منقول ہے، یہ روایت البدایہ کے ایک نسخے میں پائی جاتی ہے اور مصری نسخہ سے یہ روایت ساقط ہے اور البدایہ میں اس کے منقول عنہ اور ماخذ کو نہیں بتایا گیا اور نہ ہی اس کی کوئی تخریج ذکر کی گئی ہے تاکہ صحت اور سقم کا ماخذ سے پتہ چل سکے۔ یہ ابن کثیر کی عام روش کے خلاف ہے۔

روایت کا ایک نسخہ میں پایا جانا اور دوسرے سے ساقط ہونا مصنّف کے نزدیک اس کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

اور طبری نے بھی اس روایت کو اس مقام میں نہیں نقل کیا صاحب البدایہ یعنی ابن کثیر ۷۷۴ھ کا متوفیٰ ہے۔ آٹھویں صدی کے مورّخ کی بے سرو پا روایت کیسے قبول کی جاسکتی ہے جس کے ذریعہ صحابۂ کرام کا کردار مجروح ہوتا ہو؟

دوسری بات یہ ہے کہ ابن حجر مکّی نے "تطہیر الجنان" میں منبر مدینہ پر سب کی روایت کے متعلق خوب نقد کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"..... وجوابہٗ انہ لم یصح عنہ شیئٌ من ذالک کما ستعلمہٗ مما ساذکرہ، ان کل ما فیہ نحو ذالک فی سندہ علۃ۔

(تطہیر الجنان واللسان لاحمد بن حجر الہیتمی المکی الفصل الثانی

(تنبیہ الرابع عن شیخ الاسلام والحفاظ الخ، ص ۲۲۶ مطبوعہ در آخر الصواعق المحرقہ) طبع مصر، جدید طبع)

یعنی اس قسم کی روایت کا جواب یہ ہے کہ اس نوعیت کی روایت مروان سے صحیح ثابت نہیں۔ اور جو روایت اس طرح کی منقول ہیں ان کی سند میں جرح اور قدح پائی گئی ہے۔

——— نیز یہاں یہ چیز بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس میں دو مسئلے مذکور ہوئے ہیں۔ ایک مروان کا حضرت علیؓ کو برسرِ منبر سبّ کرنا، دوسرا حضرت امام حسنؓ کا زبان نبوی کے ذریعہ مروان اور اس کے باپ پر لعنت کرنا۔ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں۔

نیز آئندہ مروان پر شبہات کے ازالہ کی بحثیں آ رہی ہیں ان میں مروان پر لعن کی حدیث پر کلام مذکور ہوگا قلیل سا انتظار فرمادیں۔

(۵) ——— البدایہ کی روایت جو نہم جلد سے حضرت امیر معاویہؓ پر طعن کرنے کے لیے پیش کی گئی ہے اس روایت کا نہ ماخذ بیان کیا گیا ہے نہ تخریج ذکر کی ہے۔ اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ اگر بالفرض اس واقعہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ولید بن عبدالملک کے دور یعنی سنہ ۹۰ھ کا واقعہ ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال سنہ ۶۰ھ میں ہو چکا تھا۔ اتنی مدتِ دراز یعنی تیس سال بعد والے واقعہ کا ان کے دور کے ساتھ حقیقتاً کچھ تعلق نہیں۔ اور اس روایت کے ذریعے امیر معاویہؓ پر طعن کرنا سراسر ناانصافی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا ابن سعد و طبری و جزری وغیرہ کی روایات فنِ روایت کے قواعد کے اعتبار سے مجروح ہیں اور بے سروپا ہیں، قابلِ استدلال نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے ذریعہ طعن قائم نہیں ہو سکتا۔ اور ان کے بے اصل

ہونے پر مزید چیزیں آئندہ سطور میں آرہی ہیں۔

ثانیاً

اِن روایات کی بنا پر اگر حضرت امیر معاویہؓ اور اُن کے سب حکام و عمال (خصوصاً مروان) اگر مساجد میں اور خطبوں میں یہ سب و شتم کی بوچھاڑ برملا کرتے تھے تو پھر غور کرنا چاہیے کہ

● —— دیگر صحابہ کرامؓ نے ایسے غلط کردار والے لوگوں کے ساتھ تعاون کیوں کیا؟ ان کے خلاف کیوں نہیں ہو گئے؟ عدمِ تعاون کی آیات (وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ) وغیرہ ان کو فراموش ہو گئی تھیں؟

● —— ایک جماعت صحابہ کرامؓ کی ہے جو امیر معاویہؓ کے دور میں والی و حاکم بنے ہوئے تھے وہ حضرات اس غلط کام سے کیوں الگ نہیں ہوتے؟

● —— مروان بن الحکم کو خاص طور پر مطعون کیا جاتا ہے کہ مسجد نبوی میں منبر نبوی پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزیز و اقارب کو گالی گلوچ دیا کرتا تھا تو توجہ فرمایئے! ایسے شخص کے پیچھے صحابہ کرام نمازیں کیسے ادا کرتے تھے؟ بالدوام اس کی امامت کیسے صحیح ہوتی؟ حسنین شریفین کی نمازیں کیسے صاف رہیں؟ جو پنجگانہ مسجد نبوی میں باجماعت ادا کرتے تھے (حوالہ مروان کے متعلقات کے تحت عنقریب آئے گا)۔

● —— صحابہ کرام مروان کے کارِ خیر میں متعاون کیوں ہوتے تھے۔ مثلاً حضرت ابوہریرہؓ مدینہ طیبہ پر مروان کی نیابت قبول کرتے اور نائب بنتے تھے۔

(۱) —— البدایہ لابن کثیر، ص ۱۱۳ - ج ۸ تحت ذکر ابی ہریرہ ۵۹ھ۔

(۲) —— المنتخب ذیل المذیل لابن جریر الطبری، ص ۸۱ - تحت ذکر من قال ذالک مطبوعہ در آخر تاریخ الطبری

——— مروان بن الحکم صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے سوالات دریافت کرکے شرعی مسائل حل کرتا تھا۔ایسے غلط کردار اور بد اخلاق شخص کے ساتھ اچھا سلوک کیوں روا رکھا گیا؟

نیز دیگر مسائل کے ساتھ سب وشتم کا ازالہ کرکے اس بد رسم کو کیوں نہیں درست کروایا گیا؟

طبقات ابن سعد، ص ۳۰ - ج ۵ - آخر تذکرہ مروان بن الحکم۔

نیز ہاشمیوں نے عدالت میں قاضی بن کر اور غزوات میں غازی بن کر اور بیت المال سے ہمیشہ وظائف اور عطیات لیکر امیر معاویہؓ کے ساتھ عملی تعاون کیوں قائم رکھا؟

جبکہ وہ خود اور ان کے حکام جناب علیؓ اور اولاد علیؓ کو سب وشتم روا رکھے ہوئے تھے۔

پیش کردہ مذکورہ بالا اشیاء کو سامنے رکھیے اور منبر نبوی پر سب وشتم کی بوچھاڑ ثابت کرنے والی روایات کو بھی سوچیے۔تھوڑا سا انصاف ساتھ ملا کر خود فیصلہ فرمایئے کہ کونسی بات صحیح ہے؟

ثالثاً

علی السبیل التنزل گذارش ہے لیکن اس کے پیش کرنے سے قبل ناظرین کرام خوب یاد رکھیں کہ ہمارے نزدیک نہ یہ روایات صحیح ہیں جن میں حضرت علیؓ پر یا حسنینؓ پر امیر معاویہؓ کی جانب سے یا مروان کی طرف سے سب وشتم، لعن طعن کرنا دکھایا جاتا ہے اور نہ وہ روایات درست ہیں جن میں امیر معاویہؓ پر یا ان کے دیگر ہمنوا اصحابِ کرام پر حضرت علی یا حسنینؓ کی طرف سے لعن طعن، سب وشتم، ذکر کیا جاتا ہے۔ان اکابر صحابہ کی "ملاعنت ومشاتمت" کو ان روایات کی رُو سے ہم صحیح تسلیم نہیں کرتے۔یہ بات بالکل غلط ہے۔

ہم اپنا موقف اور نظریہ واضح کر دینے کے بعد عرض کرتے ہیں کہ بالفرض اگر

گذشتہ روایات معترض صاحبان کے ہاں درست ہیں تو اس کے بالمقابل بعض روایات ایسی بھی کتب میں پائی جاتی ہیں جو بطور الزام کے جواباً پیش کی جا سکتی ہیں جن میں معاملہ ہٰذا الٹا نظر آئے گا یعنی وہ روایات بتاتی ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ خود اور حضرت علیؓ کے حامی لوگ حضرت امیر معاویہؓ کو اور حضرت عثمانؓ کو نیز دیگران کے ہم نوا صحابہ کو سب و شتم و لعن طعن ہمیشہ کرتے تھے اور خیر سے ابتدا بھی انہوں نے فرمائی تھی اور دوسرے فریق نے گویا جوابی کارروائی کی تھی۔ مقاماتِ ذیل قابلِ مطالعہ ہیں۔

(۱) ــــــ تاریخ طبری، جلد سادس ذکر اجتماع الحکمین بدومۃ الجندل۔ تحت سنۃ سبع وثلاثین۔ طبع مصری قدیم۔

(۲) ــــــ تاریخ طبری، جلد سادس تحت ذکر سبب مقتل حجر بن عدی تحت سنۃ احد وخمسین۔ طبع مصری قدیم۔

(۳) ــــــ التاریخ الکبیر، جلد ثانی القسم الاوّل، باب حنظلہ (للبخاری) طبع حیدر آباد دکن

(۴) ــــــ کتاب المحبّر لابی جعفر البغدادی۔ بحث من شہد صفین مع معاویہ (طبع حیدر آباد دکن)

اس قسم کی روایات اور بھی دستیاب ہیں لیکن مسئلہ ہٰذا کا توازن کرنا ہو تو اس قدر کافی ہیں۔ یہ بطور الزام ذکر کر دی گئی ہیں ورنہ مشاجراتِ صحابہؓ کے مسئلہ میں ہمارا مسلک وہی ہے جو جمہور اہل السنۃ والجماعۃ اور سلف صالحین کا ہے یعنی یہ کہ ہمارے لیے تمام صحابہ قابلِ صد احترام ہیں۔ اور ہم کسی پر زبانِ طعن دراز کرنا درست نہیں سمجھتے۔ اور ہم اس نوع کی روایات کے ذخیرہ کو صحیح نہیں قرار دیتے۔ یہ تاریخی ملغوبات کے درجہ میں ہیں جن پر کچھ اعتماد نہیں۔

رابعاً

تحریر ہے کہ مسئلہ سب و شتم کا زیر بحث آگیا تو اس ضمن میں قاعدہ کے طور پر اجمالاً اس چیز کو ذکر کر دیا جاتا ہے جو عام ناظرین کے لیے مفید ہے۔ اکابر علماء اس سے پہلے ہی واقف ہیں۔ ان کو اس کی حاجت نہیں۔

——— صحابہ کرام کا مقام و احترام ان کی صداقت، دیانت، ان کا کردار و اخلاق کتاب اللہ اور سنتِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس بنا پر ان کے حق میں اگر روایت سب و شتم لعن وغیرہ کی پائی جائے تو وہ روایت ضعیف و مجروح و بے اصل ہو گی اور قابلِ التفات نہ ہو گی۔

——— اور اگر صحیح سند کے ساتھ پائی گئی ہے تو وہاں سب و شتم کا مفہوم قابلِ تاویل ہو گا اور وہ روایت مؤوّل ہو گی اس لیے کہ سبّ و شتم کے الفاظ ہمیشہ گالی گلوچ کے معنی میں ہی مستعمل نہیں ہوتے بلکہ کئی مواقع میں تو صرف سخت گوئی، درشت کلامی اور مخاطب کی عیب چینی، ایک دوسرے کے عیوب و نقائص کی نشاندہی کرنا وغیرہ معانی میں پائے جاتے ہیں۔ اس پر چند مثالیں ملاحظہ ہوں:-

——— نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو چشمہ کے پانی کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے قبل ہاتھ لگانے سے منع فرمایا۔ ان سے غلطی ہو گئی اور پانی کو ہاتھ لگا دیا تو فرمانِ نبوی ہوا کہ

(۱) ——— هل مستتما من مائها شيئاً فقالا نعم فسبّهما رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وقال لهما ما شاء الله ان يقول... الخ

"یعنی کیا تم نے پانی کو ہاتھ لگایا تو انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو سخت سُست کہا اور جو اللہ نے چاہا وہ فرمایا۔"

(۱)۔۔۔۔ الموطاء الامام مالک باب الجمع بین الصلوٰتین فی الحضر والسفر۔

(۲)۔۔۔۔ المصنّف لعبد الرزاق، ج ۲ ص ۵۴۶ - طبع بیروت۔

(۲)۔۔۔۔ حضرت عمرؓ خندق کے روز پریشانی کے عالم میں کفّار کو سب کرنے لگے۔

"۔۔۔ ان عمر بن الخطابؓ قال یوم الخندق وجعل یسبّ کفّار

قریش قال یا رسول اللہ ماکدت اصلی العصر۔۔۔ الخ"

(یعنی خندق کے روز عمر بن الخطابؓ کفّار قریش کو سخت کہنے اور بُرا کہنے لگے۔ الخ

(جامع الترمذی باب ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوٰۃ

بایتھنّ یبدأ - ج ۱، ص ۵۳ - طبع قدیم)

(۳)۔۔۔۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کا ایک معاملہ میں

تنازعہ ہو گیا تو وہاں "استبّا - استبّا کے الفاظ مذکور ہوئے (یعنی ایک

دوسرے سے سخت کلام ہوئے اور درشت کلامی کی۔

(۱)۔۔۔ بخاری شریف، ج ۲، ص ۵۷۵ - کتاب المغازی۔

باب حدیث بنی نضیر و مخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الیہم - طبع نور محمدی دہلی۔

(۲)۔۔۔ بخاری شریف کتاب الاعتصام، ج ۲، ص ۱۰۸۵۔

باب مایکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین

طبع نور محمدی دہلی۔

۔۔۔۔ اور بعض روایات میں طعن و قدح کی کوئی چیز منقول پائی گئی ہے اور اس

کی اچھی تاویل یا بہتر محمل بن سکتا ہے تو بتایا جائیگا اور اگر کوئی صحیح تاویل وہاں نہ ہو سکتی

ہو تو اس روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا اور صحابہ کرام کے ادب کو ہر حال میں ملحوظ

رکھا جائے گا۔

یہ مسئلہ اپنی تفصیلات کے ساتھ مندرجۂ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرماویں :-

(۱) ——— الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم للقاضی عیاض، ص ۵۰-۴۹، ج ۲ - طبع مصر فصل ومن توقیرہ وبرہ صلی اللہ علیہ وسلّم توقیر اصحابہ ... الخ

(۲) ——— نسیم الریاض شرح الشفاء للشہاب الخفاجی ص ۴۶۶-۴۶۷ ج ۳ - تحت فصل ومن توقیرہ وبرّہ صلی اللہ علیہ وسلم توقیر اصحابہ ... الخ - طبع قدیم مصری -

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ پر طعن ہٰذا کے متعلق ہم نے چند باتیں عرض کی ہیں - ان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خود انصاف فرماویں کہ یہ اعتراض کہاں تک صحیح ہے؟ اور بے سر و پا روایات کا سہارا لے کر عوام میں غلط تاثرات دینا کہاں تک درست ہے؟

——— ایک فریق نے دوسرے فریق پر بعض اوقات اگر نقد و تنقید کی کوئی چیز ذکر کی ہے یا اعتراض و تعریض کر بھی دی ہو (جو وقتی طور پر ہو سکتی ہے) تو اس کو دائمی سب و شتم سے تعبیر کرنا خالص "تعصّب" ہے - اور منبروں پر ہمیشہ گالی گلوچ دیتے جانے کی شکل میں اس کو ذکر کرنا ناروا جانب داری ہی نہیں بلکہ "عناد" پر دال ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ عناد اور کینہ رکھنے سے محفوظ فرمائے -

گذارش

امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قریبی رشتہ دار تھے - دورِ عثمانی میں ایک بڑے ملک کی ذمّہ داریاں ان کے سپرد رہیں - پھر ان کا اپنا دورِ خلافت آیا اس میں بھی ملّی خدمات کے کارنامے سرانجام دیتے - اور خاندان بنی ہاشم کے ساتھ عمدہ روابط

قائم رکھے۔ ان کے دور میں اسلام اور اہلِ اسلام کو بہت فروغ ہُوا۔ اس چیز کا صحیح نقشہ پیش کرنے کے لیے وسیع دفتر درکار ہے تاہم اِس دَور کے کچھ مختصر سے کوائف ہم نے ذکر کیے ہیں۔ اس سے امیر معاویہؓ کی شخصیت اور کردار بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

معترض احباب نے اس دَور کو جس شکل میں پیش کر کے ہر آئینِ اسلامی کے خاتمہ کا ذکر کیا ہے اور فتن و حوادث کا اسے گہوارہ دکھایا ہے اس کی حقیقت بھی آپ کے سامنے آگئی ہے۔ انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے۔ موازنہ کر کے آپ نتیجہ خود مرتّب کر سکتے ہیں۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کے متعلقات

(۵)

معترض لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ذریعہ بھی کئی قسم کے اعتراضات وارد فرماتے ہیں۔ مثلاً ایک قدیم تجربہ کار صحابی (عمرو بن العاص) کو مصر سے بلاوجہ دور کرکے اپنے رضاعی برادر (عبداللہ بن سعد) نوجوان کو والی وحاکم بنا دیا۔ اس نے اہلِ مصر پر کئی قسم کے مظالم کیے وغیرہ۔

ابن مطہر حلی شیعی نے لکھا ہے کہ

"۔۔۔ وولّی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح مصر حتّیٰ تظلم منہ اھلھا ۔۔۔ الخ"

(منہاج الکرامۃ لابن مطہر الحلی الشیعی، ص ۶۶ بحث عثمانی مطاعن۔ مطبوعہ لاہور در آخر منہاج السنۃ جلد رابع)

یہاں عبداللہ بن سعد کی زندگی کے چند مختصر حالات ناظرین کرام کی خدمت میں سامنے رکھے جاتے ہیں۔ ان سے ان کی اہلیت وصلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا اور ان کی اسلامی خدمات بھی معلوم ہو سکیں گی۔ اور آخر میں بعض شبہات کا ازالہ کرنا پیشِ نظر ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ درج ہو گا۔ اس کے ذریعہ وارد کردہ شبہات رفع ہو سکیں گے۔

۱۔ نسب و رضاع | ان کا نام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن الحارث ہے عامری

قبیلہ سے ہیں یعنی بنو امیّہ قبیلہ کے فرد نہیں ہیں۔

ـــــ حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضاعی برادر تھے۔
حضرت عثمانؓ نے عبداللہ مذکور کی والدہ کا دودھ پیا تھا۔

طبقات ابن سعد و اُسد الغابہ میں یہ مسئلہ درج ہے :۔

"عبد الله بن سعد بن ابی سرح بن الحارث ... بن عامر ... الخ
هو اخو عثمان من الرضاعة ارضعت اُمّهٗ عثمان ... الخ"

(۱) ـــ طبقات ابن سعد، ج ۷۔ ص ۱۹۰-۱۹۱۔ ق ۲۔
طبع لیدن تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔
(۲) ـــ اُسد الغابہ، ص ۱۷۳، ج ۳۔ تحت عبداللہ
بن سعد۔ طبع طہران۔

(۲) اسلام کے بعد ارتداد پھر اسلام لانا اور بیعت کرنا اور دین پر پختہ رہنا

تراجم نویس عُلماء نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سعد اسلام لائے۔ کچھ مدّت کے بعد شیطانی فتنوں میں گرفتار ہو کر اسلام چھوڑ بیٹھے۔ اسلام کی طرف سے ان کو گردن زدنی قرار دیا گیا۔

ـــــ جب ۸ھ میں فتح مکّہ ہوئی تو اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ نے ان کو نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کر کے معافی کی درخواست کی اور امن و امان طلب کیا۔ امان دے دی گئی اور پھر اسلام کی بیعت نبی کریمؐ سے عبداللہ نے کی۔ اور آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو اسلام پر بیعت فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ:

"اسلام لانا ماقبل کی تمام چیزوں کو کاٹ دیتا اور ختم کر دیتا ہے۔"

ـــــ اس کے بعد ان کا اسلام پختہ ہو گیا۔ دینی حالت بہتر ہو گئی پھر ان سے امرِ خیر ہی منقول ہے اور کوئی اس قسم کی چیز ان سے صادر نہیں ہوئی جس کو منکر اور بُرا

کہا جا سکے۔

—— اور لکھا ہے کہ عبداللہ بن سعد قبیلہ قریش کے بہت عمدہ لوگوں میں سے تھے، نہایت عاقل تھے اور شرفاء میں ان کا شمار تھا۔"

—— فی نسب قریش .... واستا من لہٗ عثمان یوم فتح مکۃ من رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فآمنہ وقد کان امر بقتلہ .... الخ

—— فی الطبقات .... وکان قد اسلم قدیمًا .... ثم افتتن وخرج من المدینۃ الیٰ مکۃ مرتدًا فاھدر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم دمہ یوم الفتح فجاء عثمان بن عفان الی النبی صلّی اللہ علیہ وسلم فاستأمن لہٗ فآمنہ .... وقال یا رسول اللہ تبایعہ فبایعہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یومئذٍ علی الاسلام وقال الاسلام یَجُبُّ ما کان قبلہٗ۔"

—— وفی الاستیعاب ..... واسلم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ایام الفتح فحسن اسلامہٗ فلم یظھر منہ شیٔ ینکر علیہ بعد ذالک ھو احد النجباء العقلاء الکرماء من قریش۔"

—— وفی المنتقیٰ (للذھبی) .... ثم انّہ حسن اسلامہٗ ولم یؤثر عنہ بعدھا الا الخیر۔"

(۱) —— نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۴۳۳ تحت ولد ابی سرح۔

(۲) —— طبقات ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۱۹۰-۱۹۱- تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

(۳)—— الاستیعاب (معہ الاصابہ) ج ۲ ص ۳۶۸۔
تحت عبداللہ بن سعد مذکور۔

(۴)—— اسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۷۳ تحت عبداللہ مذکور

(۵)—— المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۰۳ ۔ طبع مصر۔

(۶)—— جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۳۲ ۔ تحت غزوہ فتح مکہ)

۳۔ والی و حاکم ہونا

عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ صلاحیت بخشی ہوئی تھی۔ انتظامی معاملات میں متعدد کارکن تھے۔ اسی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں "صعید" کے علاقہ کا والی اور حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ اس کے بعد پھر حضرت عثمانؓ نے ان کو مصر کا حاکم بنایا۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابن البرقونی کے حوالہ سے یہ مسئلہ بالفاظ ذیل نقل کیا ہے :۔

"..... ثنا ابو صالح من اللیث قال کان ابن ابی سرح علی الصعید فی زمن عمرؓ ثم ضم الیہ عثمانؓ مصر کلہا ... الخ"

(الاصابہ (معہ الاستیعاب) ج ۲ ص ۳۰۹
تحت عبداللہ بن سعد)

۴۔ فتوحاتِ اسلامی میں کارنامے

وقتی مصالح کے پیش نظر جب حضرت عثمانؓ نے عبداللہ کو مصر کا حاکم مقرر کیا تو انہوں نے متعدد معرکے سر کیے اور اسلام کی اشاعت کے لیے قتال کیا۔ افریقہ کی فتح توان کی نگرانی میں سب سے زیادہ مشہور رہے جو ۲۷ھ میں ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ غزوۂ اساود (ارض نوبہ میں ۳۱ھ میں)، اور غزوہ الصواری (بحر روم میں ۳۴ھ میں)، انہوں نے فتح حاصل کی۔ اور ان تمام وسیع علاقوں کی فتوحات عبداللہ بن سعد

کی نگرانی اور ماتحتی میں ہوتیں۔ یہ ان کی اعلیٰ ملّی خدمات ہیں جنہیں اکابرینِ اُمّت بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

——— فی الاستیعاب . . . . ثم ولّاہ عثمان بعد ذٰلک مصر . . . . وفتح علیٰ یدیہ افریقیۃ سنۃ سبع وعشرین . . . الخ"

——— وفی الاصابۃ . . . . ولہٗ مواقف محمودۃ فی الفتوح . . . . وکان محموداً فی ولایتہ وغزا ثلاث غزواتٍ افریقیۃ وذات الصواری والاساود . . . الخ"

(۱) ——— الاستیعاب (معہ الاصابہ)، ج ۲، ص ۳۶۸۔ تحت عبداللہ بن سعد۔

(۲) ——— اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۷۳۔ تحت عبداللہ مذکور

(۳) ——— الاصابہ (معہ الاستیعاب)، ج ۲، ص ۳۰۹ تحت عبداللہ بن سعد۔

۵۔ عبداللہ کا خاتمہ بالخیر

عبداللہ بن سعد نے ایک مدّت تک اسلامی ملّی خدمات سرانجام دینے کے بعد شہادتِ عثمانی کے فتنہ کے دَور میں عزلت نشینی و خلوت گزینی پسند کر لی تھی اور پیدا شدہ تنازعات سے الگ رہنے لگے تھے۔ بعض نے عسقلان کے مقام میں، بعض نے رملہ کے مقام میں ان کا مقیم ہونا ذکر کیا ہے۔

——— آخری ایّام میں بارگاہِ خداوندی میں انہوں نے دُعا کی کہ "خداوندا! میرا خاتمہ بالخیر نماز میں فرما دے" دُعا قبول ہو گئی۔

صبح کی نماز کے لیے وضو کیا۔ نماز میں مشغول ہو گئے۔ نماز کے آخر میں داہنی طرف سلام پھیرا، بائیں جانب سلام کہنے لگے تو پیغامِ اجل پہنچ گیا اور دارِ آخرت

میں تشریف لے گئے (سبحان اللہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"...... قیل بل اقام بالرملة حتیٰ مات فاراً من الفتنة ودعا ربّهٗ فقال اللّٰھم اجعل خاتمة عملی صلوٰة الصبح فتوضّأ ثم صلّی الصبح ...... ثم سلّم عن یمینه و ذهب یسلّم عن یساره فقبض الله روحهٗ "

(۱)۔۔۔ الاستیعاب، ج ۲ ص ۳۶۶ معہ الاصابہ۔ تحت عبداللہ بن سعد۔

(۲)۔۔۔ اُسد الغابہ، ج ۳ ص ۱۷۴۔ تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

(۳)۔۔۔ الاصابہ، ج ۲ ص ۳۰۹ تحت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

(۴)۔۔۔ سیرۃ الحلبیۃ (علی بن برہان الدین الحلبی، ص ۲۶۳ ج ۳۔ باب ذکر المشاہیر من کُتّابہ صلعم۔

چند شبہات کا ازالہ

حضرت سیدنا امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ پر معترض احباب نے گوناگوں اعتراضات وارد کیے ہیں ان میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلق بھی کئی اعتراض تجویز فرماتے ہیں۔ اور ابن ابی سرح چونکہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی برادر ہیں، (اگرچہ قبیلہ بنو امیہ سے نہیں) اور ان کو حضرت عثمانؓ نے مصر کا والی بنایا تھا اس وجہ سے حضرت عثمانؓ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح پر یہ مشترکہ اعتراضات ہیں۔ یہاں ان کا ازالہ کرنا پیش نظر ہے۔

(ا)

ایک تو یہ بات قابلِ اعتراض تجویز کرتے ہیں کہ عبداللہ مسلمان ہوتے پھر کچھ زمانہ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ گردن زدنی قرار دیئے گئے تھے۔ وغیرہ۔ اس کے متعلق یہ وضاحت کی جاتی ہے (جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے) کہ ان کا اسلام لانا پھر کچھ مدت کے بعد مرتد ہونا یہ فتح مکہ سے پہلے کا زمانہ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ نے ان کو حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ یہ مسلمان ہوتے اور تجدید بیعت کی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا کہ اسلام لانا سابقہ تمام خطاؤں اور غلطیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ (انّ الاسلام یجبّ ما کان قبلہ) جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عنقریب گزرا ہے۔ اس فرمانِ نبوت کے ذریعہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ گذشتہ خطائیں چھوٹی بڑی سب معاف ہیں۔ اور ان کا اسلام منظور ہے۔

—— ایک مشہور صحابی عمرو بن العاصؓ ہیں ان کا واقعہ بھی کتب حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کرنے لگے تو اپنے ہاتھ کو بڑھانے سے روک کر عرض کی یا رسول اللہ! یہ شرط ہے کہ میری سابقہ غلطیاں معاف ہو جائیں تو اس وقت بھی فرمانِ نبوی یہی ہوا تھا کہ اے عمرو بن العاص! تو جانتا نہیں کہ ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ (یعنی اسلام ماقبل کی چیزوں کو گرا دیتا ہے)۔

مسلم شریف جلد اوّل کتاب الایمان، ص ۷۶ (طبع نور محمدی) باب کون الاسلام یھدم ما کان قبلہ... الخ

—— اسی طرح اس دور میں کئی لوگ مرتد ہوتے تھے لیکن بعد میں مسلمان ہو کر ٹھیک ہو گئے۔ عبداللہ بن سعدؓ کی بھی یہی صورتِ حال ہے۔ اب ان حالات کے بعد بھی گذشتہ خطاؤں کو شمار میں لا کر گرفت کرتے رہنا اور ان کو مرتد و طریدِ رسولؐ کے لقب سے

یاد کرنا اسلامی طریقہ کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں وعید کے طور پر فرمانِ خداوندی ہے کہ:

"وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۂ حجرات)

"یعنی اور ایک دوسرے کو بُرے لقب سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد بُرا نام گنہگاری ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں"

(۲)

——— نیز ان لوگوں کی جانب سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح وغیرہ پر یہ طعن کیا جاتا ہے کہ یہ طلقاء تھے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر انہیں معافی دے دی تھی۔ ان طلقاء کو حضرت عثمان رضؓ نے اُمّت کا سرخیل بنا دیا تھا۔ اس وجہ سے لوگ ان کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ وغیرہ

——— اس مسئلہ کے متعلق اتنی گزارش کافی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر باب کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر جہاں اور احکامات اور فرمان صادر فرمائے تھے ان میں یہ فرمان بھی تھا کہ "یا معشر قریش! (یعنی اے قریش کی جماعت) اللہ تعالیٰ تم سے جاہلیت کا تکبر و غرور اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کرنا لے گیا ہے۔ تمام لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ... الخ

"یعنی اے لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلے اور شاخیں بنایا تاکہ تم باہم جان پہچان کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں سے پرہیزگار زیادہ ہے۔

پھر فرمایا :-

" یامعشر قریش! تمہارا کیا خیال ہے؟ تمہارے ساتھ میں کیا معاملہ کروں گا؟ تو لوگوں نے کہا اچھا اور بہتر معاملہ کریں گے۔ آپ خود مہربان و شریف ہیں اور مہربان و شریف کے لڑکے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب چلے جاؤ، تم "طُلقاء" ہو۔ یعنی تم سب کو معافی دے دی گئی ہے "

(سیرۃ ابن ہشام، ص ۴۱۲، ج ۲ تحت طواف الرسول بالبیت وکلمتہ فیہ طبع مصر)

خطبہ مذکورہ کے وقت قریش کے تمام قبائل حاضر تھے۔ تمام قوم سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا۔ کسی ایک قبیلہ کے افراد مخاطب نہ تھے۔ اور نہ ہی چند خصوصی افراد مقصود تھے۔ قریش کے متعدد قبیلے خدمتِ نبوی میں حاضر تھے۔ بنی تیم تھے۔ بنی عدی تھے۔ بنی مخزوم تھے۔ بنی خزیمہ تھے۔ بنی اسد تھے۔ بنی نوفل تھے۔ بنی زہرہ تھے۔ بنی ہاشم تھے۔ بنی عبد شمس (بنی امیہ) تھے۔ وغیرہ۔ ان تمام حاضرین کو فرمان ہوا تھا کہ "اذھبوا فانتم الطلقاء" (جاؤ، تم سب کو معافی دے دی گئی ہے)۔ کسی خصوصی قبیلہ کے لیے یہ حکم نہیں تھا۔ یامعشر قریش، یا معشر قریش کے الفاظ عدم تخصیص پر بڑا واضح قرینہ ہے۔

اس کے بعد خاص بنو امیّہ کے چند افراد (ولید بن عقبہ، امیر معاویہ، عبداللہ بن ابی سرح وغیرہ) کو طلقاء طلقاء کہہ کر عوام میں نفرت پھیلانا کون سا کارِ خیر ہے۔ پہلے تو یہ کوئی بُرا لفظ نہیں تھا جسے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ صرف معافی کے الفاظ ہیں۔ پھر اس لفظ کی وجہ سے صحابہ کرام کے دور میں کوئی باہمی تنفر یا حقارت نہیں قائم تھی۔ نہ ہی ایک دوسرے کے حق میں اسے بطور طعن استعمال کرتے تھے نہ ہی ان حضرات کے صاحبِ منصب ہونے پر صحابہ کرام پریشان تھے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے وہ اس طرح

کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ان (طلقاء) کو اچھے اچھے منصب عطا فرمائے۔ عہدے دیئے۔ جیسا کہ ہم نے سابقاً ذکر کر دیا ہے۔ اور خاص عبداللہ ابن ابی سرح کو بھی حضرت عمرؓ نے "الصعید" کے علاقہ کا حاکم بنایا، یا دوسرے لفظوں میں طلقاء کو امت کا سرخیل بنا دیا۔ (عنقریب گذشتہ صفحات میں حوالہ دیا گیا ہے)

——— حیرت کی بات ہے کہ صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظم کے ادوار میں انہی طلقاءؓ کو منصب و عہدے دیئے جائیں تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ نہ پبلک پریشان ہوتی ہے، نہ حضرت عمرؓ پر کوئی طعن ہے۔ اور اگر ان کو حضرت عثمانؓ کے دور میں چند عہدے مل جائیں تو یہ طلقاء مبغوض و مطعون بن جاتے ہیں۔ سارے عوام ان سے متنفر ہونے لگتے ہیں اور طلقاء کو سرخیلِ اُمت بنائے جانے کا پروپیگنڈا شروع ہو جاتا ہے۔

(یا للعجب)

——— (۳) ———

——— ایک طعن یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ تجربہ کار صحابی کو مصر سے ہٹا دیا اور اپنے برادر عبداللہ بن سعد کو یہ جلیل منصب دے دیا۔ یہ متعصبانہ کاروائی تھی اور نسلی امتیازات کی بنا پر کی گئی تھی۔ پھر عبداللہ بن سعدؓ نے بڑی خرابیاں کر دیں۔ وغیرہ

——— اس شبہ کے ازالہ کے لیے ذیل میں چند چیزیں پیش خدمت ہیں ان پر غور فرما دیں۔ مزید کسی جواب کی حاجت نہ رہے گی۔

(۱) ——— عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ حضرت عثمانؓ کے قبیلہ (بنو امیہ) سے نہیں قبیلہ بنی عامر سے ہیں البتہ ان کے رضاعی برادر ہونے کو ہی معترضین نے جُرم تجویز کر لیا ہے۔

(۲) ——— عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جس سال مصر سے معزول کیا گیا اور عبداللہ بن سعدؓ کو والی و حاکم بنایا گیا تھا۔ اسی سال (یعنی ۲۷ھ) میں جنگ افریقہؓ کی تھی۔ عبداللہ بن سعد مذکور کی ماتحتی میں یہ تمام مہم سر کی گئی تھی۔ ان مجاہدین میں عمرو بن العاص

کے حقیقی صاحبزادے عبداللہ بن عمرو بن العاص، شامل تھے۔ عبداللہ خود صحابی تھے اور دیگر صحابہ کرام (مثلاً عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن الزبیر، معبد بن عباس، عبداللہ ابن عباس، ابن جعفر، حسن وحسین وغیرہمؓ کے ساتھ افریقیہ کی جنگ میں بذوق وشوق شریک ہوئے۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ تمام حضرات نے غنائم حاصل کیے۔ یہ سب امور عبداللہ بن سعد کی ماتحتی میں سرانجام پاتے اور عبداللہ بن سعد امیر لشکر تھے۔

خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تاریخ جلد اوّل میں لکھا ہے:-

"وفیھا (سنہ ۲۷ھ) عزل عثمان بن عفان عمرو بن العاص عن مصر وولاها عبد الله بن سعد بن ابی سرح فغزا ابن ابی سرح افریقیۃ ومعه العبادلۃ عبد الله بن عمرؓ وعبد الله بن عمرو (بن العاص) وعبد الله بن الزبیر" الخ

(۱) —— تاریخ خلیفہ بن خیاط، جزاوّل، ص ۱۳۴۔
تحت سنۃ ۲۷ھ۔ طبع عراق۔

اور یہ واقعہ مندرجہ ذیل مؤرخین نے بھی درج کیا ہے کہ جنگ افریقیہ میں حضرت عمرو بن العاص کے لڑکے عبداللہ شریک ہوئے اور امیر لشکر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔

(۲) —— فتوح البلدان البلاذری، ص ۲۳۴ تحت
عنوان فتح افریقیۃ۔

(۳) —— تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۱۰۰۳۔ تحت
ولایۃ عبداللہ بن ابی سرح علی مصر وفتح افریقیہ
طبع جدید بیروت۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو مصر سے اگر ناجائز طریقہ سے

معزول کیا تھا اور یہ عزل متعصبانہ تھا تو پھر اس موقعہ پر اکابر صحابہ کرامؓ نے بر وقت کیوں یہ اعتراض نہ اٹھایا؟ اور خود عمرو بن العاصؓ کے لڑکے عبداللہ نے یہ اعتراض نہ پیدا کیا اور نہ ہی اس عزل کو غلط محسوس کیا بلکہ انہیں چند ایام میں (جب جنگ افریقہ پیش آئی) تو بڑی خوشی سے عبداللہ بن سعد کے ماتحت ہو کر اس مہم میں شریکِ جہاد ہوتے اور ان کے ساتھ مکمل عملی تعاون کیا۔ گویا ان کے عمل نے اس اعتراض کو رفع کر دیا کہ حضرت عثمان نے عمرو بن العاص کو بے جا معزول کر دیا تھا۔ اور تعصّب کی بنا پر کیا تھا۔ نیز اس چیز کو شاہ عبدالعزیزؒ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سعد کے لشکر میں فتح افریقہ کے موقعہ پر بہت سے صحابہ کرامؓ شامل تھے اور صحابہ کی اولاد بھی شریک تھی۔ عبداللہ بن سعد کی سیرت اور معاملہ سے سب لوگ خوش تھے۔ کسی وجہ سے عبداللہ کے کردار پر انہوں نے انکار نہیں کیا جو حضرات اس لشکر میں شامل تھے ان میں عقبہ بن عامر الجہنی، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن عمروؓ بن العاص تھے ...... "در لشکر او بسیارے از صحابہؓ و اولادِ صحابہؓ بودند۔ ہر ہمہ از سیرت او خوش ماندند و ہیچ وجہ بر اوضاعِ او انکار نہ کردند از جملہ آنہا عقبہ بن عامر جہنی و عبدالرحمٰن بن ابی بکر و عبداللہ بن عمرو بن العاص "

(تحفہ اثنا عشریہ، ص ۳۱۵۔ مطاعن عثمانی آخر طعن چہارم۔
طبع جدید۔ لاہور)

یہ چیز قابلِ توجہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص بنو امیہ حضرات کے خاص حمایتی اور معاون تھے۔ جیسا کہ تاریخ اس پر شاہد ہے اگر بالفرض حضرت عثمانؓ نے ان کو کسی تعصب کی بنا پر الگ کیا ہوتا اور ناجائز طور پر ان سے یہ عہدہ واپس لیا ہوتا تو حضرت عمرو بن العاص کو قلبی رنج ہونا چاہیے تھا۔ رنجیدگی کی وجہ سے بنو امیّہ کے نہ صرف خلاف رہتے بلکہ ان کے مخالف گروپ کے ساتھ متعاون ہو جاتے۔ یہاں معاملہ برعکس ہے۔

تو معلوم ہوا کہ مصر سے ان کی معزولی متعصبانہ نہ تھی اور نہ اس کا ان کو رنج تھا بلکہ یہ منصب کی تبدیلی وقتی مصالح کے تحت ہوتی تھی۔

تنبیہ :-

انہی ایام میں افریقیہ کا تمام خمس ابن ابی سرح کو دیئے جانے کا طعن مشہور ہے۔ اس کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ (باعتبار مال کے اقربانوازی) کے تحت پیش کیا جائیگا۔ یہ بحثیں باعتبار منصب کے اقربانوازی کی جا رہی ہیں۔ ان کے بعد بحث رابع مذکور درج ہو گی۔ اس میں یہ مسئلہ درج کیا جائے گا۔ (بعونہ تعالیٰ)

افادہ

اس موقعہ پر اعتراض کنندہ لوگوں کی طرف سے تاریخ طبری جلد پنجم، ص ۱۷ تحت ۳۱ھ سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس میں حضرت عثمانؓ پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ اور کہا ہے کہ عثمانؓ کا خون گرانا حلال ہے۔ اور عبداللہ بن سعد پر گرفتیں مذکور ہیں۔ یہ تمام عیب چینی محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ کی طرف سے ذکر کی گئی ہے۔

—— روایت ہٰذا طویل ہے۔ اس کو نقل کرنا پھر اس کا ترجمہ دینا مزید طوالت کا موجب ہے۔ اس قدر نشاندہی جو ذکر کی ہے تعیین روایت کے لیے کافی ہے۔

—— مختصراً اس پر روایۃً و درایۃً کلام عرض ہے جو منصف طبائع کے لیے کفایت کرے گا۔ اور اس سے روایت ہٰذا کا غیر معتبر ہونا واضح ہو سکے گا۔

باعتبار روایت کے گفتگو

وہ اس طرح ہے ابن جریر طبریؒ نے محمد بن عمر (واقدی) سے اور واقدی نے معمر بن راشد سے پھر معمر نے زہریؒ سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔

(۱) —— محمد بن جریر طبری نے تاریخ میں سب طرح کی صحیح و سقیم، ضعیف و

قوی۔ رطب و یابس موضوع بے اصل تمام قسم کی روایات جمع کر دی ہیں عموماً سند لاتے ہیں کبھی نہیں لاتے۔ اپنے قول کے طور پر بات ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ چیز اہل علم پر واضح ہے۔ کوئی مخفی امر نہیں۔ اس روایت کی مذکورہ سند ذکر کی ہے۔

(۲) ـــــــ طبری نے محمد بن عمر واقدی سے یہ مال حاصل کیا ہے۔ واقدی بزرگ مشہور کذّاب ہے، متروک ہے، واضع الحدیث ہے۔

(تقریب التہذیب و تہذیب التہذیب، ج ۹،

ص ۳۶۴۔ تحت محمد بن عمر واقدی، ج ۹، ص ۳۶۶۔

ج ۹، ص ۳۶۷ تحت محمد بن عمر واقدی)

جب تک دوسرے ذریعہ سے اس کے قول کی تصدیق و توثیق نہ ہو جائے قابل تسلیم نہیں اور اس کی متفردانہ اشیاء متروک ہوتی ہیں۔ اس روایت میں جو کچھ درج ہے کسی صحیح روایت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔

(۳) ـــــــ واقدی نے معمر بن راشد سے نقل کیا اور معمر اگرچہ ثقہ آدمی ہے اور اس کے لیے مدح و توثیق بہت کچھ اہل علم نے درج کی ہے۔ اس کے باوجود یہ بات بھی ملتی ہے کہ معمر کا ایک برادر زادہ (یا خواہر زادہ) رافضی تھا۔ معمر کے ذخیرہ روایات (یعنی کتابوں) پر اس کو قدرت حاصل ہوئی اور اس نے ان میں تصرفات کر دیئے۔ اس مسئلہ کے لیے مندرجۂ ذیل مقامات ملاحظہ فرمادیں۔ اور ابن حجر کے الفاظ مندرجۂ ذیل ہیں:۔

"قال ابو حامد ابن الشرقی ھو حدیث باطل والسبب فیہ ان معمراً کان لہٗ ابن اخ رافضی وکان معمر یمکنہٗ من کتبہ فادخل علیہ ھٰذا الحدیث۔"

(۱) ـــــــ میزان الاعتدال للذہبی، ج ۱، ص ۳۸، تحت

احمد بن الازہر بن منیع النیساپوری۔

(۲)—— تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۱، ص ۱۲ تحت احمد بن الازہر بن منیع۔

(۳)—— ذیل اللآلی المصنوعۃ السیوطی۔ کتاب المناقب ص ۶۱ مطبع علوی لکھنوی قدیم طبع۔ تحت مناقب علی بن ابی طالب۔

یہاں یہ بات لازماً قابلِ ذکر ہے کہ کوئی مبیّع عن الحق کرنے والا دوست یہ قاعدہ نہ تصنیف فرمائے کہ پھر تو معمر کی تمام روایات مشکوک ہوگئیں نہیں یہ بات غلط ہے۔ بلکہ مذکورہ واقعہ علماء نے معمر کی ان روایات کے تحت نقل کیا ہے جو قواعد مسلّمہ کے خلاف ہیں۔ منکر اور شاذ قسم کی روایات ہیں۔ شریعت کے مسلّمہ قواعد کے مخالف نظر آتی ہیں اور ان کا کوئی صحیح محمل قائم نہیں ہوسکتا۔ معمر سے ایسی روایات کے متعلق محققین علماء نے بیشک تصریح کی ہے کہ ان میں اشتباہ و تخلیط پائی گئی ہے۔ اور ہماری زیر بحث طبری کی روایت بھی اسی نوع کی ہے۔ فلہذا وہ بھی قابلِ قبول نہیں۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۱۱-۱۲ تحت عنوان غریبۃ من الغرائب وآبدۃ من الاوابد)

(۴)—— پھر معمر نے اس قصّہ کو زہری سے لیا ہے اور یہ تمام واقعہ زہری کا اپنا قول ہے۔ اس دور کے کسی معروف شخص کا قول نہیں۔ زہری ثقہ آدمی ہے لیکن قابلِ غور یہ بات ہے کہ ابن شہاب زہری اس وقت موجود ہی نہ تھے۔ بلکہ ان کی پیدائش ۵۸ھ میں علماء نے لکھی ہے۔ اور یہ واقعہ (جنگ افریقیہ کا قریباً ۲۷ھ میں) پیش آیا تھا۔ (جیسا کہ ابن خیاط کا حوالہ گزرا ہے) اور طبری نے اس کو سن ۳۳ھ کے تحت درج کیا ہے لیکن خلیفہ ابن خیاط کی تحقیق درست معلوم ہوتی ہے۔ گویا کہ قریباً قریباً اکتیس ۳۱ سال ۔ امام زہری بعد میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر ان کا سنِ شعور کم از کم پندرہ سال ہی سمجھا جائے

توسینتالیس سال ہوئے۔ اتنی مدت کے اندر یہ روایت کہاں کہاں رہی کس کس نے اسے بیان کیا۔ کس شخص نے ابن شہاب زہری کو سنائی سارے مراحل قابلِ تامل ہیں پس کے مقابل متصل السند اور صحیح روایات جو ہیں جن میں یہ مطاعنِ عثمانی نہیں ہیں ان کو قبول کیا جائے گا اور اس روایت کو متروک سمجھا جائے گا۔

درایت کے اعتبار سے اس پر کلام

قابلِ غور چیز یہ ہے کہ اگر اس روایت کی بیان کردہ اشیاء درست فرض کرلی جائیں (کہ عثمانؓ میں فلاں فلاں عیب ہیں اس وجہ سے ان کا خون گرانا درست ہے وغیرہ) تو جنگ افریقہ کی اس مہم میں مدینہ منورہ سے اکابر صحابہ اور ہاشمی و قریشی جوانوں کی ایک بڑی جماعت مثلاً ابن عمرؓ، عمروؓ بن العاص، ابن عباسؓ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ بن العوام، مسورؓ بن مخرمہ، بسرؓ بن ارطاۃ۔ سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ (بقول ابن خلدون) وغیرہ کیوں شریک جہاد ہوئے۔ ان لوگوں کو پہلے حضرت عثمانؓ پر، پھر عبداللہ بن سعد پر یہی اعتراضات کھڑے کرنے چاہیے تھے کیوں نہ اعتراض قائم کیے؟ خاموشی کے ساتھ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ماتحت ہو کر جنگی مہموں میں کیوں شامل ہو گئے؟

——— دوسری یہ چیز قابلِ توجہ ہے، محمد بن ابی بکر و محمد بن ابی حذیفہ دونوں چھوٹے طبقے کے لوگ ہیں بڑے بڑے اشراف و اکابر قریش تو مذکورہ مطاعن کو مدنظر نہ رکھیں اور نہ یہ عیوب پھیلائیں۔ یہ چھوٹے لوگ ان عیوب کا پرچار کریں۔ گویا ان کو یہ عیوب نظر آگئے اور اکابر کو نظر نہ آئے۔

——— اور بقول بلاذری حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اس جنگ افریقہ میں عبداللہ بن سعد کی ماتحتی میں بخوشی شریک ہوئے اور ان کے برادر محمد بن ابی بکر عبداللہ بن سعد پر اور حضرت عثمانؓ دونوں پر شدت سے اس موقعہ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

یہ دونوں بھائیوں کا عملی و قولی تضاد ہُوا ۔ اس صورت میں عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کے عملی تعاون کو مقدم رکھا جائے گا اور محمد بن ابی بکرؓ کے اختلاف کو مؤخر کر دیا جائیگا ۔ اس لیے کہ عبد الرحمٰن کا مقام و مرتبہ محمد بن ابی بکرؓ سے ہر لحاظ سے فائق ہے ۔

———— اس کے علاوہ ایک یہ چیز بھی سوچنے کی ہے ۔ اس روایت کی رُو سے محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن ابی حذیفہ نے یہ تمام شورش جنگ کے موقعہ پر جا کر کھڑی کی ہے ۔ یہاں مدینہ شریف میں یہ مسئلہ کیوں نہیں اٹھایا ؟ اگر یہ مسائل صحیح تھے تو ان کو پہلے مرکزِ اسلام مدینہ میں لوگوں کے سامنے بات رکھنی چاہیے تھی مصر سے آگے نکل کر میدانِ جنگ میں جا کر اس کا کیا موقع تھا ؟ خلاصۃ المرام یہ ہے کہ یہ روایت عقلاً بھی قابلِ تسلیم نہیں ہے ، جیسا کہ نقلاً نا قابلِ قبول ہے ۔

مروان ابن الحکم کے متعلقات

—(۶)—

حضرت عثمانؓ نے جن اقرباء کو حکومت کے کاموں میں شامل کیا تھا ان میں ایک مروان بن الحکم بھی ہے۔

حضرت عثمانؓ کے باقی اقارب کی طرح اس پر بھی کئی قسم کی تنقیدیں کی جاتی ہیں۔ مروان کی خوبیاں معدوم کر دی گئی ہیں اور خرابیاں اُجاگر کی گئی ہیں۔ حالانکہ ایک شخص میں اگر خامیاں ہوتی ہیں تو ضرور کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ تو اس اعتبار سے یہاں مروان کے جستہ جستہ حالات ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)—— مروان کی زندگی کا وہ نقشہ جو اعتراض کنندگان نے پیش کیا ہے۔ اس میں قبائلی تعصب اور تاریخی بے راہ روی کو بہت کچھ دخل ہے۔ انہی تاریخی مواد پر نظر کرتے ہوئے بعض علماء اور مصنّفین نے مروان پر تنقید کر دی ہے۔

—— آئندہ سطور میں ہم مروان کی زندگی کے چند حالات و واقعات پیش کرتے ہیں جن سے اس کی اہلیت و صلاحیت نمایاں ہوگی اس کا اخلاق و کردار روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگا۔ قبائلی تعصب کا جواب بھی ساتھ ساتھ ہوگا۔ "نسلی امتیازات" بے وزن نظر آئیں گے۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات کا بہتر پہلو بھی سامنے آسکے گا۔

(۲)—— مروان کی معصومیت کے ہم دعویدار نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہم اس بات پر مُصر ہیں کہ مروان سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ ہو سکتا ہے اس سے بعض

خطائیں موقعہ بہ موقعہ صادر ہوئی ہوں۔ اللہ اس کو معاف فرمائیں لیکن اس کی خوبیوں کا پہلو سامنے لانا ایک علمی اور تاریخی ضرورت ہے۔ اس بنا پر ہم آئندہ سطور میں مروانی تصویر کا دوسرا رُخ عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ منصف طبائع خود بخود اصلیت سے مطلع ہو سکیں۔ اور مخالفینِ مروان نے جو مروان کا کردار بطور حقارت بیان کیا ہے اس کے ساتھ موازنہ کر سکیں۔

(۳) ــــ قبل ازیں بحث اوّل میں مروان کے منصب وعہدہ کے متعلق مختصراً بعض اشیاء ذکر کی ہیں ان کو بھی تذکرہ مروان میں ملحوظ رکھیں۔ نیز یہ بھی عرض ہے کہ مروان کی مندرجہ اشیاء عثمانی دور کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کئی چیزیں بعد کے دور کی ہیں۔ گویا کہ مروان کی شخصیت کے اعتبار سے بحث ہو رہی ہے۔

(۴) ــــ اس بحث کے آخر میں بعض شبہات کا ازالہ بھی مناسب ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو حسبِ موقعہ پیشِ خدمت کیا جائے گا۔

مختصر حالات | مروان کے والد کا نام الحکم بن ابی العاص بن اُمیہ ہے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے انتقال کے وقت بعض علماء کے ہاں مروان کی عُمر پانچ سال اور بعض کے نزدیک آٹھ سال تھی۔ یہ اپنے والد کی معیت میں ان کے انتقال تک مدینہ شریف میں مقیم رہا اور الحکم بن ابی العاص کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی تھی۔

"... قالوا قبض رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ومروان بن الحکم ابن ثمان سنین فلم یزل مع ابیہ بالمدینۃ حتیٰ مات ابوہ الحکم بن ابی العاص فی خلافۃ عثمان بن عفان ... الخ

(۱) ــــ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۴۔ تحت مروان بن الحکم۔ طبع لیدن۔

(۲) ـــــ الاصابہ، ص ۲۵۶، ج ۳ - معہ الاستیعاب

تحت مروان بن الحکم، فی القسم الثانی -

" مات الحکم سنۃ اثنین وثلاثین فی خلافۃ عثمانؓ "

(۳) ـــــ الاصابہ، ج ۱، ص ۳۴۵ - تحت الحکم بن ابی العاص

ـــــ ماہ رمضان المبارک ۶۵ھ میں ۶۳ سال کی عمر پاکر دمشق میں مروان نے اس دارِ فانی سے انتقال کیا -

" مات فی شھر رمضان سنۃ خمس وستین بدمشق ... الخ

(۱) ـــــ الجمع بین رجال الصحیحین، ص ۵۰۱ - ۵۰۲ - تحت

مروان بن الحکم - طبع حیدر آباد دکن -

(۲) ـــــ الاصابہ، ص ۴۵۶، ج ۳ معہ الاستیعاب تحت

مروان فی القسم الثانی) - طبع مصر -

(۳) ـــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۶۰ - آخر ترجمۃ

مروان بن الحکم -

دامادِ عثمانؓ حضرت عثمانؓ کے نزدیک مروانؒ عمدہ اخلاق اور بہتر کردار کا مالک تھا - اس لیے انہوں نے اپنے اس چچا زاد برادر کو اپنی صاحبزادی امّ ابان الکبریٰ نکاح میں دی تھی - اس سے مروان کی اولاد ہوئی اور امّ ابان الکبریٰ مروان کی زوجیت میں ہی فوت ہوئیں -

" ... وتزوّجت امّ ابان الکبریٰ مروان بن الحکم بن ابی العاص فولدت لہ وتوفیت عندہ زوّجھا ایّاھا عثمان "

(نسب قریش، ص ۱۱۲ - تحت اولادِ عثمانؓ)

ـــــ اس کے بعد مرتضوی خاندان اور مروان کے قبیلہ کے مابین چند رشتے ذکر

کیسے جاتے ہیں۔بغور ملاحظہ فرمادیں۔

حضرت علیؓ کی اولاد اور مروان کے خاندان کے باہمی رشتے

(۱)۔۔۔علماء انساب نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی رملہ مروان بن الحکم کے لڑکے معاویہ کے نکاح میں تھی۔رملہ کا نکاح اس سے قبل ابوالہیاج عبداللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کے ساتھ تھا۔اس کی رملہ سے اولاد بھی ہوئی لیکن یہ اولاد فوت ہو کر ختم ہو گئی۔اس کے بعد رملہ کا نکاح مروان کے لڑکے معاویہ کے ساتھ ہوا۔

اول (۱)۔۔۔۔۔وکانت رملة بنت علی عند ابی الہیّاج واسمه عبداللّٰه بن ابی سفیان بن الحارث بن عبد المطّلب ولدت لهٗ وقد انقرض ولد ابی سفیان بن الحارث ثم خلف علیها معاویة بن مروان بن الحکم بن ابی العاصی۔

(کتاب نسب قریش، ص ۴۵ تحت ولد علی بن ابی طالب)

(۲)۔۔۔۔۔۔۔۔ ومعاویة۔۔۔۔ شقیق عبد الملک۔۔۔۔
۔۔۔۔وتزوّج رملة بنت علی بن ابی طالب بعد ابی الهیّاج عبداللّٰه بن ابی سفیان بن الحارث بن عبد المطّلب۔

(جمهرة انساب العرب لابن حزم، ص ۸۷ تحت اولاد الحکم بن ابی العاصی وولد مروان ابنه)

دوم (۲)۔۔۔۔۔دوسرا رشتہ علماء انساب نے اس طرح لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؓ کے لڑکے حسن مثنیٰ کی لڑکی زینب مروان کے پوتے ولید بن عبدالملک کے نکاح میں تھی جبکہ وہ خلیفہ تھا اور یہ زینب وہ ہیں کہ جن کی ماں حضرت فاطمہ بنت حسین بن علیؓ بن ابی طالب ہیں۔

مصعب بن عبداللہ الزبیری نے حسن مثنیٰ کی اولاد کے تحت یہ رشتہ درج کیا ہے۔

"وکانت زینب بنت حسن بن حسنؓ بن علیؓ عند الولید بن عبدالملك بن مروان وھو خلیفة"

(کتاب نسب قریش لمصعب زبیری، ص ۵۲۔ تحت اولاد حسن مثنیٰ)

اور ابن حزم نے جمہرۃ الانساب میں مروان بن الحکم کی اولاد کی تفصیل کے تحت رشتہ مذکورہ بالا ذکر کیا ہے۔

"۔۔۔۔ وولد معاویة بن مروان بن عبد الملك الولید بن معاویة امّه زینب بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب"

(جمہرۃ انساب العرب لابن حزم الاندلسی، ص ۱۰۸ تحت اولاد مروان بن الحکم)

فائدہ: ناظرین کرام پر واضح رہے کہ معاویہ بن مروان کے نکاح میں رملہ بنت علیؓ پہلے تھی اور زینب بنت حسن مثنیٰ اس کے نکاح میں اس کے بعد آئی تھیں (ان ہر دو کے نکاح کا زمانہ الگ الگ ہے) اور زینب بنت حسن مثنیٰ کے یکے بعد دیگرے دو خاوند تھے۔ ایک معاویہ بن مروان تھا، اس کے بعد مروان کا پوتا ولید بن عبدالملک بن مروان تھا۔ یہ تصریح معلوم نہیں ہو سکی کہ پہلے کس کے نکاح میں تھی اور بعد میں کس کے نکاح میں آئی۔ چچا اور بھتیجے کے نکاح میں یکے بعد دیگرے ایک عورت کا منکوحہ ہونا کوئی عیب نہیں۔

سوم (۳) ـــــ اور اس خاندان کا تیسرا رشتہ اس فن کے علماء نے اس طرح

لکھا ہے کہ :-

"حضرت سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کے لڑکے زید بن حسن کی لڑکی نفیسہ کا نکاح مروان کے پوتے ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔

"...... ونفیسۃ بنت زید تزوجھا ولید بن عبدالملک بن مروان فتوفیت عندہ وامّھا لبابۃ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ھاشم"

(۱) (طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۳۴ - تحت زید بن حسن بن علی بن ابی طالب)

(۲) کتاب نسب قریش صہ ۳۲ تحت اولاد عبید اللہ بن عباس

"...... وکان لزید ابنۃ اسمھا نفیسۃ خرجت الی الولید بن عبدالملک بن مروان فولدت منہ۔

"وقد قیل انما خرجت الی عبدالملک بن مروان انھا ماتت حاملاً منہ والاصح الاوّل وکان زید یفد علی الولید بن عبدالملک ویقعد علی سریرہ ویکرمہ لمکان ابنتہ"

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب از سید جمال الدین ابن عنبۃ الشیعی، ص ۷۰ المقصد الاوّل تحت عقب زید بن حسن)

تنبیہ: بعض علماء نے کہا ہے کہ نفیسہ کا نکاح عبدالملک سے ہوا، لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلکہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے ساتھ نکاح ہونا صحیح ہے۔ اور لفظ "خرجت" کی تعبیر شیعہ علماء کی طرف سے ہے۔ ہمارے علماء نے اس طرح نہیں ذکر کیا۔ فافہم۔

چہارم (۴) ــــــ اور چوتھا رشتہ اس طرح منقول ہے کہ مروان بن الحکم کے حقیقی بھائی

الحارث بن الحکم کے پوتے (مسمّٰی اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث) کے نکاح میں حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ کی پوتی مسماۃ خدیجہ بنت حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب تھی۔ اس سے اسماعیل مذکور کی اولاد (مسلمہ۔ اسحاق۔ حسین۔ محمد وغیرہ) بھی ہوئی۔ اور خدیجہ کو بعض علماء ام کلثوم کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔

"...... فولد اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث مسلمۃ واسحٰق ومروان وحسیناً ومحمداً امهم ام کلثوم بنت الحسین بن الحسن بن علی بن ابی طالب"

(۱) —— کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۶۱ تحت الحارث بن الحکم۔

(۲) —— کتاب نسب قریش، ص ۵۱ تحت حسن بن علیؓ بن ابی طالب۔

"...... وولد اسمٰعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم المذکور محمد الاکبر والحسین واسحاق ومسلمۃ امهم خدیجۃ بنت الحسین بن حسن بن علی بن ابی طالب"

(جمہرۃ انساب العرب لابن حزم، ص ۱۰۹۔ تحت اولاد محمد بن مروان بن الحکم)

پنجم (۵) اور پانچواں رشتہ علامہ ابن حزمؒ نے اسی مقام میں یہ ذکر کیا ہے کہ خدیجہ مذکورہ کے بعد خدیجہ کی چچا زاد بہن مسماۃ حمادہ (بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب) اسمٰعیل مذکور کے نکاح میں آئی اور اس سے (محمد الاصغر۔ الولید۔ یزید وغیرہ) اسمٰعیل کی اولاد ہوئی۔

"...... وولد اسمٰعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم

"...... محمد الاصغر والولید و یزید امهم حمادة بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب خلف علیها بعد بنت عمها المذکورة۔"

(جمهرة انساب العرب، ص ۱۰۹ ، تحت ولد محمد بن مروان بن الحکم)

مندرجہ بالا عنوان کے تحت متعدد رشتہ داریاں ان ہر دو خاندانوں کی ذکر کر دی گئی ہیں۔ یہ "نسبی تعلقات" دونوں قبائل کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کے لیے عمدہ آثار ہیں جو ہمیشہ کے لیے تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں اور عمدہ شہادتیں ہیں جن کی تکذیب کرنا مشکل ہے۔

اب اگر وقتی طور پر گاہے گاہے ان خاندانوں کے درمیان کوئی تنازعہ یا مناقشہ پیش آیا ہے تو اس کا وقوع ایک وقتی مسئلہ کی حیثیت میں متصور ہوگا جیسے وقتی مسائل سامنے آتے ہیں اور رفع ہو جایا کرتے ہیں اور ان کو اپنی حدود میں ختم کر دیا جاتا ہے۔

...... حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے تنازعات عموماً وقتی ہوا کرتے ہیں اور رشتہ داری کا تعلق دائمی ہوتا ہے اور پشتہا پشت تک جاری رہتا ہے۔

نیز تاریخی مواد میں جو ان خاندانوں کے درمیان اختلافات کی داستانیں ذکر کی جاتی ہیں ان میں اصلیت کم ہوتی ہے اور افراط و تفریط کو زیادہ دخل ہوتا ہے۔ ان تاریخی چیزوں کو مبنی بر حقیقت قرار دینا کسی طرح صحیح نہیں ہوتا۔

______ یہ تمام رشتے حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شریف نے مروان کے خاندان کو خوشی دیئے اور برضامندی یہ نسبی تعلق قائم کیے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں ان کے ذریعہ یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مرتضیٰ کا خاندان مروان کے خاندان کو برا نہیں جانتے بلکہ اچھا سمجھتے تھے اسی بنا پر یہ نسبی تعلقات باہمی قائم کیے۔

نیز واضح ہُوا کہ مروان بن حکم کے حق میں قباحتوں کی داستانیں صحیح نہیں ہیں۔ جس طرح بعد والے لوگوں نے پیش کی ہیں۔ اس لیے کہ مروان کے خاندان کے ساتھ رشتے قائم کرنے والے ہاشمی حضرات اس دَور کے قریب تر لوگ ہیں ان پر یہ تمام "مروانی کارستانیاں" آشکارا ہونی چاہییے اور ان کے سامنے مروانی کردار واضح ہونا چاہییے تھا۔

بایں ہمہ اگر ہاشمی بزرگ یہ دائمی نسبتیں اس قبیلہ کے ساتھ قائم کرتے ہیں تو ان حضرات نے خاندانی تعامل اور "عملی تعاون" کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ مروان اور اس کا خاندان اس طرح قابلِ نفرت اور لائق مذمت نہیں ہے جس طرح روایات کے راویوں نے قوم میں نشر کر دیا ہے۔

علمی قابلیّت اور ثقاہت

مروانؒ کے علمی مقام اور قابلیّت کے متعلق ہماری دینی کتب میں بہت کچھ مواد موجود ہے۔ چند ایک چیزیں اس مضمون کے متعلق ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

——— مروان ابن الحکم کی علمی توثیق اس قدر مسلّم ہے کہ یہ اکابر صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ، عبدالرحمٰن بن الاسود وغیرہم سے روایاتِ حدیث اور مسائلِ شرعی نقل کرتا ہے۔ اور مروان سے بعض صحابہ کرامؓ اور اکابر تابعین مثلاً سہل بن سعد (الصحابی)، علی بن الحسین (التابعی)، عروہ بن الزبیر (التابعی)، سعید بن المسیّب و مجاہد وغیرہم روایت حاصل کرتے ہیں۔

"روی مروان عن عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم وروی عنه (مروان) سهل بن سعد، علی بن الحسین وعروة بن الزبیر وابوبکر بن عبد الرحمٰن"

(۱) ——— (کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی

ج ۴-ق ۱، ص ۲۷۱ تحت مروان بن الحکم۔ طبع دکن۔

(۲)۔۔۔ الجمع بین رجال الصحیحین، ص ۵۰۱-۵۰۲ تحت مروان بن الحکم بن ابی العاص۔ طبع دکن۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ مروان بن الحکم کا مقام حدیث میں مستند و معتبر ہے۔ یہ فن حدیث میں متہم نہیں۔ اس کی روایت پر اکابر محدثین اور کبار فقہائے امت نے اعتماد کیا ہے۔ اور اس کی مرویات کو اپنی اسانید کے ساتھ کتابوں میں نقل کیا ہے مروان کی چند ایک مرویات بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہیں۔

۔۔۔ عُروہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ حدیث کے باب میں مروان متہم نہیں۔

۔۔۔ سہل بن سعد صحابی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مروان کے صدق پر اعتماد کر کے اس سے روایت نقل کی ہے۔

۔۔۔ امام مالکؒ نے مروان کی حدیث اور اس کی مجتہدانہ رائے پر پورا اعتماد کیا اور اپنے "مؤطا" میں مروان سے متعدد شرعی مسائل نقل کیے اور مسلم کے علاوہ باقی محدثین نے مروان کی روایات پر اعتماد کیا ہے۔

۔۔۔ قال عروة بن الزبیر کان مروان لا یتہم فی الحدیث "

۔۔۔ وقد روی عنه سہل بن سعد الساعدی الصحابی اعتماداً علی صدقه ....."

۔۔۔ وقد اعتمد مالك علی حدیثه ورأیه والباقون سوی مسلم الخ

(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری لابن حجر، ج ۲۔ ص ۱۶۴ تحت حرف المیم۔ طبع مصر۔)

مؤطا امام مالکؒ | امام مالکؒ نے اپنی مشہور تصنیف مؤطا کے متعدد مقامات میں مروان بن الحکم سے شرعی مسائل باسند نقل کیے ہیں اور

اس پر پوری طرح اعتماد کیا ہے۔ مثال کے طور پر چند مقام ذکر کیے جاتے ہیں :۔

(۱) —— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۱۴ ۔طبع مجتبائی دہلی تحت الوضوء من مس الفرج ۔

(۲) —— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۸۰ ۔طبع مجتبائی دہلی ۔ کتاب الصیام، باب ماجاء فی صیام الذی یصبح جنباً ۔

(۳) —— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۳۰۴ ۔طبع مجتبائی دہلی ۔ جامع ماجاء فی الیمین علی المنبر ۔

(۴) —— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۳۴۲ ۔طبع مجتبائی دہلی تحت القصاص فی القتل ۔

(۵) —— المؤطا لامام مالکؒ، ص ۳۵۶ ۔کتاب السرقہ باب مالاقطع فیہ ۔طبع دہلی ۔

مؤطا امام محمدؒ

اسی طرح امام محمد بن حسن الشیبانیؒ نے بھی اپنی کتاب "مؤطا" میں مروان بن الحکم سے متعدد دینی مسائل باسند نقل کیے ہیں اور پورے وثوق کے ساتھ انہیں درج کیا ہے ۔ذیل میں ابواب کے ذریعہ نشاندہی کر دی ہے ۔تمام عبارت نقل کرنے میں تطویل تھی ۔اس لیے یہ صورت اختیار کی ہے ۔ اہلِ علم رجوع فرما کر تسلی فرما سکتے ہیں ۔

(۱) —— مؤطا امام محمد بن حسن شیبانیؒ، ص ۱۸۰ ۔مطبوعہ مصطفائی لکھنؤ ۔باب الرجل یطلع لہ الفجر فی رمضان وھو جنبٌ ۔

(۲) —— مؤطا امام محمد بن حسن شیبانی، ص ۲۹۰ ۔باب دیۃ الاسنان ۔

(۳)ـــــ مؤطاء امام محمد، ص ۲۹۹ - کتاب الحدود - باب من سرق ثمراً او غیر ذالک مما لم یحرز -

(۴)ـــــ مؤطاء امام محمد، ص ۳۰۳ - باب المختلس کتاب الحدود -

(۵)ـــــ مؤطا امام محمد، ص ۳۴۷ - کتاب البیوع - باب الہبۃ والصدقۃ - مطبوعہ مصطفائی لکھنؤ -

مصنّف عبدالرزاق مشہور محدّث عبدالرزاق نے اپنی تصنیف "المصنّف" میں مروان کے ذریعہ اپنی سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کا ایک فرمان نقل کیا ہے - جو بحث ایلاء کے متعلق ہے -

"...... مروان نے کہا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایلاء کے چار ماہ جب گزر جائیں تو ایلاء کنندہ شخص کو محبوس کر کے مجبور کیا جائے گا - یا تو اس عورت کے حق میں (قسم سے) رجوع کرے، یا پھر طلاق دے دے -"

یہ روایت کرنے کے بعد مروان نے کہا کہ اگر اس نوعیت کا نازعہ میرے سامنے آئے گا تو علیؓ المرتضیٰ کے فرمان کے مطابق میں فیصلہ کروں گا -"

ـــــ عن عبدالرزاق عن الثوری عن لیث عن مجاھد عن مروان عن علیؓ قال اذا مضت الاربعۃ فانّہٗ یحبس حتی یفئ اویطلّق - قال مروان ولو وُلّیتُ ھٰذہ القضیتُ فیہ بقضا علیؓ -

(۱)ـــــ المُصنَّف لعبدالرزاق، ج ۶، ص ۴۵۷ طبع اوّل مجلس علمی باب انقضاء الاربعۃ (بحث ایلاء) طبع بیروت

—— اور المصنّف لابن ابی شیبہ، جلد خامس میں مروان کا یہ قول بہ الفاظ ذیل منقول ہے :-

"..... قال مروان ولو ولّيتُ لفعلت، مثل ما يفعل"

(المصنّف لابن ابی شیبہ، ج ۵، ص ۱۳۱ طبع حیدرآباد دکن تحت فی المولی یوقف - ابحاث ایلاء -

مُسندامام احمدؒ

امام احمدؒ نے مُسند امام احمدؒ، جلد رابع میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ اس میں المسور بن المخرمۃ الزہری اور مروان بن حکم کی مرویات کو ملا کر درج کیا ہے۔ اور مسور بن المخرمہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ ص ۳۲۳، ج ۴ سے لے کر ص ۳۳۱ تک ان دونوں حضرات کی بہت سی روایات مُسند احمد میں مدوّن ہیں اور عنوان ان الفاظ کے ساتھ قائم کیا ہے لہ

—— "حدیث المسور بن مخرمۃ الزہری و مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما"

—— اور مسند احمد جلد خامس میں زید بن ثابتؓ کی روایات کے تحت بھی مروان کی روایت نقل کی ہے۔

"..... عروۃ بن الزبیر انّ مروان اخبرہٗ قال قال لی زید بن ثابت مالك تقرأ فی المغرب بقصار المفصّل ... الخ

(مُسند احمد، ج ۵، ص ۱۸۹ معہ منتخب کنز العمّال تحت زید بن ثابت) - طبع مصر، قدیم طبع -

—— اسی طرح مُسند ہٰذا کے متعدد مقامات میں مروان کی مرویات دستیاب ہوتی ہیں یہ نشان دہی بطور نمونہ پیش کر دی گئی ہے۔

بخاری شریف

امام بخاریؒ نے مروان بن الحکم کی روایات صحیح بخاری میں ذکر کی ہیں۔ ایک مقام میں المسور بن مخرمہ اور مروان دونوں

کی روایت کتاب الوکالۃ میں ذکر کی ہے۔

"...... عن ابن شہاب قال وزعم عروۃ ان مروان بن الحکم والمسور بن المخرمۃ اخبرا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام حین جاءہ وفد ھوازن مسلمین ...الخ"

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۳۰۹۔ کتاب الوکالۃ، باب اذا وہب شیئاً لوکیل؟... الخ۔ طبع نور محمدی۔ دہلی۔)

اسی طرح مروان سے سہل بن سعد الساعدی (صحابی) و دیگر تابعین نے روایت حاصل کی ہے وہ بھی بخاری میں ہے۔ اس چیز کی تائید و تصدیق حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں ان الفاظ سے کی ہے کہ مروان بن الحکم الاموی حدیثان۔ الخ یعنی بخاری میں مروان کی دو عدد حدیثیں منقول ہیں۔

(ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری ص ۱۹۲۔ ج ۲۔ تحت ذکر عدۃ ما لکل صحابی فی صحیح البخاری موصولاً او معلقاً... الخ)۔

اور ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:۔

"..... فانما حمل عنہ سھل بن سعد وعروۃ بن الزبیر وعلی بن الحسین وابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث وھؤلاء اخرج البخاری احادیثھم عنہ فی صحیحہ .... الخ"

(ھدی الساری، ج ۲، ص ۱۶۴۔ تحت حرف المیم۔ طبع مصر)۔

اس مقام میں حافظ ابن حجرؒ نے وضاحت کر دی کہ مروان بن حکم سے

سے روایت حاصل کرنے والے بعض صحابہ کرامؓ کے علاوہ بڑے بڑے اکابر تابعین مثلاً عروہ بن زبیر اور امام زین العابدینؒ (علی بن الحسین) وغیرہ بھی ہیں جنہوں نے مروان پر دینی و علمی اعتماد کرتے ہوئے روایت حاصل کی ہے[1] اور شرعی مسائل ان سے نقل کیے ہیں اور امام بخاریؒ نے ان چیزوں کو صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے۔

(فائدہ)

اہل علم کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر جلد رابع القسم الاوّل، ص ۳۶۸ میں مختصر سا تذکرہ کیا ہے لیکن ناقدانہ کوئی چیز مروان کے حق میں نہیں ذکر کی اور اسی طرح ابن ابی حاتم رازی نے کتاب الجرح والتعدیل جلد رابع القسم الاوّل، ص ۲۷۱ میں مروان کا تذکرہ مختصر ذکر کیا ہے کہ فلاں صحابی اور فلاں تابعی نے مروان سے روایت حاصل کی، لیکن مروان پر نقد کا لفظ نہیں لکھا، صرف ثقاہت درج کی ہے۔

اہل علم حضرات کو معلوم ہے کہ مذکورہ دونوں کتابیں تراجم و رجال کی کتب کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ کتابیں مروان کی تنقیدات سے خاموش ہیں۔ وہ نقد نہیں ذکر کرتیں جو بعد کے لوگوں نے تاریخی ذخائر سے متاثر ہو کر ذکر کر دیئے ہیں۔

مروان کا دینی و علمی مقام اور فقہاء میں شمار

علامہ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں مروان کے ترجمہ کے تحت مروان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور خوبیوں کو ذکر کیا ہے۔ وہاں حضرت معاویہؓ کا قول مروان کے حق میں نقل کیا ہے جس سے مروان کی علمی اور دینی قابلیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱)۔۔۔۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ مروان بن الحکم اللہ کی کتاب کا قاری ہے۔ اللہ کے دین کا فقیہ ہے، اللہ کے حدود قائم کرنے میں مضبوط ہے۔

"فقال اما القاری لکتاب اللہ الفقیہ فی دین اللہ الشدید فی حدود اللہ مروان بن الحکم۔

(البدایہ، ج ۸، ص ۲۵۷۔ تحت ترجمہ مروان بن الحکم)

(۲)۔۔۔۔ اس کے بعد مروان کے عہدہ قضا کا بیان درج ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ (امیر معاویہؓ کے دور میں بعض دفعہ) مروان منصبِ قضا پر بھی فائز تھا۔ اور امیر المومنین عمرؓ کے فیصلہ شدہ قضایا کی روشنی میں اپنے مقدمات کا فیصلہ صادر کرتا تھا۔

"عن الامام احمد قال یقال کان عند مروان قضاء وکان یتتبع قضایا عمر بن الخطاب۔"

(البدایہ، ج ۸، ص ۲۵۸۔ تحت ترجمہ مروان)

(۳)۔۔۔۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں مروان کی علمی لیاقت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ "مروان اپنے دور کے فقہاء میں شمار کیا جاتا تھا"۔۔۔۔ وکان یُعَدُّ فی الفقہاء۔۔۔ الخ

(الاصابہ معہ الاستیعاب، ج ۳، ص ۴۵۵ تحت مروان بن الحکم فی القسم الثانی)

(۴)۔۔۔۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے مروان کا علمی و فقہی مقام ان الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے۔

"۔۔۔ اخرج اھل الصحاح عدۃ احادیث عن مروان ولہ قول مع اھل الفتیا۔۔۔ الخ

(منہاج السنہ، ج ۳ ص ۱۸۹)

یعنی صحاح کے محدثین نے متعدد احادیث مروان سے تخریج کی ہیں اور اہل فتاویٰ میں مروان کا قول لیا جاتا ہے۔

(۵) ـــــ مذکورہ چند ایک چیزیں مروان کی علمی ثقاہت کی ذکر کی ہیں۔ اب ہم آخر میں قاضی ابوبکر بن العربی المتوفی ۵۴۳ھ کا قول مروان کے حق میں درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام مروان کے علمی مقام کا اندازہ کر سکیں۔ فرماتے ہیں کہ

ـــــ مروان صحابہ کرامؓ اور تابعین اور فقہائے مسلمین کے نزدیک عادل اور ثقہ آدمی ہے . . . ."

ـــــ بہرحال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سہل بن سعد انصاری نے مروان سے روایت نقل کی ہے۔ مروان تابعی ہے اور وہ اپنے ہمعصروں سے ایک قول کے اعتبار سے صحابی ہونے کے شرف میں فضیلت حاصل کر چکا ہے۔

ـــــ فقہائے زمانہ کے ہاں اس کی عظمت اور اعتبارِ خلافت مسلّم ہے۔ وہ اس کے فتوے کی طرف التفات کرتے ہیں اور اس کی روایت کو تسلیم کرتے ہیں۔

ـــــ بے وزن مؤرخین اور بے وقعت ادیب اپنے اپنے مقام کے مطابق مروان پر ناقدانہ کلام کرتے ہیں۔

۱ ـــــ ". . . . مروانُ رجلٌ عدلٌ من کبار الامۃ عند الصحابۃ والتابعین وفقہاء المسلمین۔

۲ ـــــ اما الصحابۃ فان سہل بن سعد الساعدی روی عنہ۔

۳ ـــــ واما التابعون فاصحابہ فی السن وان جازھم باسم الصحبۃ فی احد القولین۔

۴ ـــــ واما فقہاء الامصار فکلھم علی تعظیمہ واعتبار خلافتہ والتلفّت الی فتواہ والانقیاد الی روایتہ۔

۵ ــــــ واما السفهاء من المؤرخين والادباء يقولون على اقدارهم۔
(العواصم من القواصم للقاضی ابی بکر بن العربی
ص ۸۹-۹۰ بحث مطاعن عثمانی مطا)

ــــــ خلاصہ یہ ہے کہ مروان کی علمی ثقاہت وقابلیت اُمت کے اکابرین کے نزدیک مستند ہے اور اکابر محدثین وفقہاء نے مروان سے دینی مسائل نقل کیے ہیں اور ان پر صحیح اعتماد کیا ہے۔ اور ہم نے اس چیز کو بطور مُشتے نمونہ از خروارے پیش کر دیا ہے۔ اب اگر بعض مؤرخین مروان کے حق میں تاریخی رطب ویابس مواد کی بنا پر نقد وتنقید کریں تو وہ قابلِ توجہ نہ ہو گی۔ اور ظاہر بات ہے کہ اکابر محدثین و فقہاء کی تصریحات کے مقابلہ میں تاریخی ملغوبات کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

دینی مسائل میں صحابہ کرام سے مشورہ

مروان کے تذکرہ نویس علماء نے یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ مروان کو اپنی ولایت ونیابت کے دوران مدینہ طیبہ میں جب کسی دینی مسئلہ میں مشورہ کی ضرورت پیش آتی تو اس وقت موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے مشورہ کر لیتا تھا۔ پھر جو چیز مشورہ سے طے ہو جاتی اس پر عملدرآمد کرتا تھا۔ مثلاً مدینہ شریف میں اس دور میں غلہ ناپ کرنے کا صاع ایک پیمانہ تھا اور معاشرہ میں چھوٹے بڑے کئی قسم کے صاع مروّج تھے۔ ان کے متعلق مشورہ سے ایک درمیانہ صاع مقرر کر کے مروان نے مروّج کیا۔ لوگ اسے مروان کا صاع کہنے لگے تھے۔

ــــــ اہل علم اس مسئلہ کو عبارتِ ذیل میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔
ابن سعد فرماتے ہیں:

"۔۔۔۔ وکان مروان فی ولایتہ علی المدینۃ یجمع اصحاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستشیرھم ویعمل بما یجمعون لہٗ علیہ ۔۔۔ الخ"

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۰ - آخر تذکرہ مروان بن الحکم طبع لیدن)

——— اور ابن کثیر لکھتے ہیں کہ :-

"قالوا ولما کان نائبًا بالمدینۃ کان اذا وقعت معضلۃ جمع من عندہٗ من الصحابۃ فاستشارھم فیھا قالوا وھو الذی جمع الصیعان فاخذ باعدلھا فنسب الیہ الصاع فقیل صاع مروان "

(البدایہ، ص ۲۵۸ - ج ۸ تحت مروان)

مروان کا محتاط رویہ علمائے انساب نے مروان بن الحکم کے متعلق احتیاط کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے :-

"عنبسہ بن سعید کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ مروان بن الحکم کو اس زمانہ میں دعوت دی جبکہ وہ حاکم وقت تھا میں نے اپنے مکان کو خوب آراستہ پیراستہ کیا۔ بہترین قسم کے پردے لگائے، عمدہ قسم کے فرش بچھائے، ملبوسات فاخرہ کا اظہار کیا اور پرتکلف کھانے تیار کیے اس دعوت میں مروان اور اس کے دونوں بیٹے عبدالملک اور عبدالعزیز شریک ہوئے۔ جب کھانا پیش کیا گیا تو مروان نے کھانے میں ہاتھ ڈالا اور اپنے منہ کی طرف لقمہ لے جانے سے قبل دریافت کیا۔ اے عنبسہ! تجھ پر کوئی قرض ہے؟ میں نے جواب دیا، ہاں میں مقروض ہوں۔ مروان نے کہا کتنا قرض ہے؟ میں نے جواب دیا :-

ستر ہزار درہم - مردان نے یہ سُن کر کھانے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ کھانے سے ہاتھ اٹھا لو - اے عنبسہ ! تیرے گھر سے کھانا تناول کرنا ہمارے لیے ناجائز ہے - تو ان سب چیزوں اور فضولیات کو اپنے قرض میں لگا دیتا تو بہتر ہوتا ۔ پھر مروان کھڑا ہو گیا اور طعام سے اجتناب کیا اور کچھ نہ تناول کیا ... الخ

"..... فقال یاعنبسة ! هل علیك من دین ؟ قلت نعم ان علیّ لدیناً قال وکم ؟ قلت سبعون الف درهم فقبض یده ورفعها من طعامی وقال لا بنیه ارفعا یدیکما حرم علینا طعامك ماکنت تقضه ان تجعل بعض هٰذه الفضول التی اریٰ فی دینك ؟ فهوکان اولیٰ به ثم قام ولم یاکل من طعامی شیئاً ۔"

(کتاب نسب قریش ، صفحہ ۱۸۰-۱۸۱ لمصعب ابن عبداللہ الزبیری تحت اولاد سعید بن العاص)

جنگی معاونت اور انتظامی صلاحیت

قبل ازیں بحث اوّل میں ہم اس واقعہ کو ذکر کر چکے ہیں کہ بلاذری نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے کہ جس وقت غزوہ افریقیہ پیش آیا تو حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی امداد کے لیے ۲۷ھ یا ۲۸ھ میں ایک لشکر عظیم مدینہ شریف سے روانہ کیا - اس لشکر میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و دیگر اکابرین شریک ہوئے - ان میں مروان بن الحکم ، حارث بن الحکم ، معبد بن عباس بن عبدالمطلب وغیرہ حضرات شامل تھے -

"...... وامدّه (عثمان) بجیش عظیم فیه معبد بن العباس بن عبد المطلب ومروان بن الحکم والحارث بن الحکم اخوه و

عبداللہ بن الزبیر ۔۔۔ الخ"

(فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۳۴ تحت عنوان

فتح افریقیۃ)

۔۔۔۔۔۔ اور مروان بن الحکم انتظامی صلاحیت کے حامل تھے۔ اسی بنا پر حضرت عثمانؓ کی جانب سے ان کو بحرین کے علاقہ کا والی اور حاکم بنایا گیا۔ خلیفہ بن خیاط نے اس مسئلہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے اور قبل ازیں بحث اول میں ہم اس کو نقل کر چکے ہیں۔

"۔۔۔۔ البحرین ۔۔۔۔ ومن ولاته علیها مروان بن الحکم"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جزاول ص ۱۵۹ تحت

عنوان تسمیۃ عمال عثمانؓ، البحرین)

صحابہؓ نے مروان کی نیابت کی

حدیث اور تاریخ کی کتب میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ مروان اپنی ولایت کے دوران بعض اوقات حضرت ابوہریرہؓ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کیا کرتا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ جب فرضی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے تھے۔

"۔۔۔۔ ان ابا ھریرۃؓ کان حین یستخلفه مروان علی المدینة

اذا قام للصلوٰۃ المکتوبة کبّر"

۱۔۔۔ (مسلم شریف، ج ۱ ص ۱۶۹۔ باب اثبات التکبیر

فی کل رفع وخفض فی الصلوٰۃ) طبع نور محمدی دہلی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں یہی واقعہ بعبارت ذیل درج کیا ہے۔

"والمعروف انّ مروان ھو الذی کان یستنیب ابا ھریرۃ

فی امرۃ المدینة ولکن کان یکون عن اذن معاویة فی ذالک

واللہ اعلم۔

۲ ـــــ البدایہ، ج ۸، ص ۱۱۳ تحت تذکرہ ابی ہریرۃ ۵۹ھ

۳ ـــــ المنتخب ذیل المذیل لابن جریر الطبری، ص ۸۱ ۔ تحت ذکر من قال ذالک طبع شدہ در آخر تاریخ الطبری ۔

حصولِ ثواب میں رغبت

ابو نضر سالم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مروان ایک جنازے پر حاضر ہوا جب جنازہ ہو چکا تو مروان واپس ہو گیا حضرت ابو ہریرہؓ موجود تھے ۔ فرمانے لگے کہ ثواب کا ایک قیراط حاصل کیا اور ایک قیراط سے محروم رہا (قیراط اس دور کے ایک وزن کا نام تھا) یعنی شمول جنازہ کے ثواب کو تو حاصل کیا لیکن اذنِ عام تک ٹھہرنے کے ثواب سے محروم رہا ۔ اس بات کی اطلاع مروان کو دی گئی تو مروان تیزی سے واپس ہوا اور لوگوں میں آکر بیٹھ گیا یہاں تک کہ اذنِ عام دیا گیا ۔

" قال اللیث عن یزید بن حبیب عن سالم ابی النضر انّہٗ قال شھد مروان جنازۃ فلمّا صلّی علیھا انصرف فقال ابو ھریرۃؓ اصاب قیراطاً وحرم قیراطاً فاخبر بذالک مروان فاقبل یجری حتیٰ بدت رکبتاہ فقعد حتی اذن لہ ۔

(البدایہ لابن کثیر، ص ۲۵۸ ۔ ج ۸ تحت ترجمہ مروان بن الحکم) ۔

موافقت و آثارِ نبوی کی تلاش

ـــــ مدینہ طیبہ میں بہت سے مقامات ایسے تھے جن میں حضور علیہ السلام سے کوئی معجزہ صادر ہوا یا کوئی خاص ظہور برکت کا واقعہ پیش آیا یا کوئی اور اہم چیز اس مقام

کے متعلق ظاہر ہوئی تو مروان نے پوری عقیدت مندی کے ساتھ سعی کی کہ ان مقامات متبرکہ کے متعلق واقفیت حاصل کی جائے پس اس نے ایک دفعہ ابوقتادہ انصاریؓ کو آدمی بھیج کر بلوایا اور ان سے عرض کی کہ آپ میرے ساتھ ہو کر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خاص خاص مواضعات پر مجھے مطلع کریں۔

"عن عبد اللہ بن کعب بن مالك ان مروان ارسل الی ابی قتادۃ وھو علی المدینة ان اغد معی حتی تورینی مواقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱) التاریخ الصغیر للبخاری، ص ۵۴ تحت ذکر من کان بعد الخمسین الی ستین طبع الہ آباد (ہند)
(۲) الاصابہ لابن حجر صہ ۱۵۸ ج ۴ تحت ابی قتادہ

مروان کے حق میں حسنین شریفینؓ کی سفارش

اہل سنت و شیعہ دونوں حضرات نے جنگ جمل کے موقع کا واقعہ لکھا ہے۔ سعید بن منصور (سُنّی محدث) نے اپنے سُنن کے جلد ثانی میں ذکر کیا ہے کہ جب جنگ جمل ختم ہوئی تو حضرت علیؓ نے اعلان کرایا کہ "جس شخص نے اپنے مکان کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے" "جس شخص نے ہتھیار ڈال دیئے اس کو بھی امان ہے۔"

مروان کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے گھر میں تھا۔ میں نے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، عبداللہ بن عباسؓ، اور عبداللہ بن جعفر وغیرہم کو حضرت علیؓ کی خدمت میں روانہ کیا کہ حضرت علیؓ سے میرے امن و امان کے متعلق کلام کریں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو حضرت علیؓ نے فرمان دیا کہ اسے بھی امان حاصل ہے۔

"...... من اغلق علیه باب دارہ فھو آمن ومن طرح السلاح آمن قال مروان وقد کنت دخلت دار فلان ثم ارسلت الی حسن وحسین ابنی علی وعبد اللہ بن عباس وعبید اللہ بن عباسؓ

"وعبد اللہ بن جعفر کلموہ فقال ھو آمن . . . الخ"

(السنن لسعید بن منصور ص ۳۶۶ - باب جامع الشہادۃ

روایت ۲۹۴۷ طبع مجلس علمی کراچی - ڈابھیل)

——— شیعہ کی کتاب "نہج البلاغۃ" میں بھی یہی مضمون درج ہے کہ یوم الجمل میں مروان ماخوذ ہو گیا تو حضرت علیؓ کی خدمت میں دونوں بھائیوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے مروان کے حق میں خلاصی کی سفارش کی تو حضرت علیؓ نے مروان کو امان دے کر چھوڑ دیا۔

"من کلام لہ علیہ السلام قال لمروان بن الحکم بالبصرۃ قالوا اخذ مروان بن الحکم اسیراً یوم الجمل فاستشفع بالحسنؓ والحسینؓ علیہم السلام الی امیر المومنین علیہ السلام فکلما فیہ فخلی سبیلہ۔

(۱) ——— نہج البلاغہ، ص ۱۲۳ فی خطبۃ لہ علیہ السلام علّم فیہا الناس الصلوٰۃ علی النبیؐ - طبع مصری

——— شیعہ کے مشہور مؤرخ مسعودی نے بھی حضرات حسنینؓ کی سفارش پر حضرت علیؓ کا مروان کو امان دینا بعبارت ذیل نقل کیا ہے اور ساتھ ہی ولید بن عقبہ کی امان کا بھی ذکر کیا ہے۔

——— وتکلم الحسن والحسین فی مروان فآمنہ وآمن الولید بن عقبہ . . . الخ"

(۲) ——— مروج الذہب، ص ۳۷۸ طبع رابع مصر تحت وقعۃ الجمل کلام بین ابن عباس وعائشہؓ۔

مروان کی اقتدا میں حسنین شریفینؓ کی نمازیں

مروان بن الحکم کی ولایت اور نیابت کے دور میں سیدنا

حسنؓ اور سیدنا حسینؓ جماعت کے ساتھ ہمیشہ مروان کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے کسی شخص کی طرف سے جناب محمد باقرؒ پر سوال کیا گیا کہ آپ کے باپ دادا جب گھر کی طرف واپس ہوتے تو نماز لوٹاتے نہیں تھے؟ تو انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمارے اکابر ائمہ نماز کی نماز سے زیادہ نہیں پڑھاتے تھے۔

"عن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن بن علی والحسین یصلیان خلف مروان قال فقیل لہ اما کان ابوک یصلّی اذا رجع الی البیت قال فیقول لا واللہ ما کانوا یزیدون علیٰ صلوٰۃ الائمۃ"

(۱) ــــ المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۲، ص ۳۷۸ طبع حیدر آباد دکن تحت ذکر فی الصلوٰۃ خلف الامراء۔

(۲) ــــ البدایہ لابن کثیر، جلد ہشتم، ص ۲۵۸ تذکرہ مروان بن الحکم۔

امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرات حسنینؓ ہمیشہ مروان کے خلف میں نماز ادا کرتے تھے۔

"۔۔۔۔ حدثنی شرحبیل ابو سعد قال رأیت الحسنؓ والحسینؓ یصلّیان خلف مروان"

(۱) ــــ تاریخ صغیر امام بخاری ص ۵۰، طبع انوار محمدی الٰہ آباد (ہند)

ــــ الطبقات لابن سعد میں امام محمد باقرؒ کا قول منقول ہے کہ ہم خلفائے وقت کی اقتداء میں بغیر تقیہ کے نماز ادا کیا کرتے ہیں۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میرے والد زین العابدینؓ بھی خلفاء وقت کی اقتدا میں ہمیشہ بغیر تقیہ کے نماز ادا کرتے تھے۔

"۔۔۔۔ انا لنصلی خلفھم من غیر تقیّۃ واشھد علیٰ علی بن حسین انہ

کان یصلی خلفهم فی غیر تقیۃ "

(طبقات لابن سعد، ج ۵ ص ۱۵۸ تحت
تذکرہ علی بن الحسینؒ)

شیعہ علماء نے بھی امام جعفر صادق اور امام محمد باقر کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ مروان بن الحکم کے پیچھے ہمیشہ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان کو کہا کہ آپ کے باپ دادا جس وقت گھر واپس ہوتے تو کیا وہ نماز کو لوٹاتے نہیں تھے؟ تو محمد باقرؒ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم سابقہ نماز پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

"عن موسیٰ بن جعفر عن ابیہ قال کان الحسن والحسین یصلیان خلف مروان بن الحکم فقالوا لاحدھما ما کان ابوك یصلی اذا رجع الی البیت فقال لا واللہ ما کان یزید علی صلوٰۃ "

(کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی، ج ۱۰، ص ۱۳۹-۱۴۱، باب احوال اہل زمانہ و ماجری بینہم و بین معاویہ طبع قدیم ایران۔

دونوں فریق کے حوالہ جات (جو اکابر بنی ہاشم سے منقول ہیں) کی روشنی میں مسئلہ واضح ہو گیا کہ مروان کی ولایت وخلافت درست تھی۔ نماز کی امامت ان کی صحیح تھی۔ ہاشمی اکابر ہمیشہ ان کی اقتدار میں پنجگانہ نمازیں ادا کرتے تھے اور بغیر تقیہ کے پڑھتے تھے اور گھر تشریف لا کر نماز کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔ دینی معاملات میں نسلی امتیازات و خاندانی تعصبات پیش نظر نہیں رکھتے تھے۔ ان واقعات کے ذریعہ مروان کی صلاحیت کی تصدیق ہوتی ہے اور خلاف پروپیگنڈے کی تردید ہوتی ہے۔

اُموی خُلفا حضرت علی بن الحسینؓ کی نظر میں

مصنف ابن ابی شیبہ نے جلد ثانی، تحت ذکر فی الصلوٰۃ خلف الامراء میں اپنی سند کے ساتھ امام زین العابدینؒ کا ایک بیان درج کیا ہے

وہ ان مسائل کے حل کرنے میں نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ قارئین کرام اسے بغور ملاحظہ فرماویں اور یہ بات ملحوظ رہے، یہ مروان بن الحکم کا دور ہے ان ایام میں حضرت زین العابدینؒ نے یہ ارشادات فرمائے تھے۔

—— ایک شخص ابراہیم بن حفصہ نے امام زین العابدین کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے عقیدت مندوں میں جو ابوحمزۃ الثمالی ہے وہ کہتا ہے کہ ان اُمراء و خلفاء کے پیچھے ہم نماز نہیں ادا کریں گے اور ان کے ساتھ نکاح اور رشتہ داری کا تعلق بھی قائم نہیں کریں گے جب تک یہ لوگ ہمارے نظریات کے موافق نظریات و خیالات نہ رکھیں۔ یہ سُن کر علی بن الحسین (زین العابدین) نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس طرح نہیں بلکہ ہم ان کے پیچھے نمازیں ادا کریں گے اور سُنت کے مطابق ان سے نکاح کریں گے۔

"۔۔۔۔ عن ابراھیم بن حفصۃ قال قلت لعلی بن الحسین ان ابا حمزۃ الثمالی وکان فیہ غلوّ یقول لا نصلی خلف الائمۃ ولا نناکح الا من یریٰ مثل رأینا۔ فقال علی بن الحسین بل نصلّی خلفھم و نناکحھم بالسُّنۃ۔"

(المصنّف لابن ابی شیبہ، جلد ثانی، ص ۳۷۸ - ۳۷۹، تحت ذکر الصلوٰۃ خلف الامراء - طبع حیدر آباد دکن)

حضرت علی بن الحسینؓ (یعنی زین العابدین) مروان کی نظروں میں!——

سیّدنا جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ مروان بن الحکم نے حضرت زین العابدینؒ (علی بن الحسین) کو ضرورتِ رشتہ کے لیے ایک لاکھ درہم کی کثیر رقم بطور قرض حسنہ کے دے دی (تاکہ اس سے امۃ یعنی باندی خرید کر لیں۔ اس سے اولاد ہو سکے گی)۔ چنانچہ حضرت زین العابدین نے اسی طرح کیا۔ اس امۃ یعنی باندی سے سیّدنا زین العابدین کی

بہت اولاد ہوئی۔

—— اس کے بعد جب مروان بیمار ہُوا تو اس نے اپنے لڑکے عبدالملک کو وصیت کر دی کہ (علی بن الحسین) یعنی زین العابدین کو جو کچھ ہم نے قرض دیا ہُوا تھا ان سے واپس نہ لینا۔ مروان کی وفات کے بعد عبدالملک وغیرہ کو حضرت زین العابدینؒ نے قرض کی رقم واپس کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے نہ لی۔ آخر کار وہ رقم زین العابدین کے پاس رہی۔ نیز اس سلسلہ میں الفہرست لابن الندیم صہ ۱۵۰ تحت اخبار الواقدی بھی قابل ملاحظہ ہے۔

یہ واقعہ اپنی تفصیلات کے ساتھ "البدایہ" میں دو مقامات پر درج ہے۔ اس میں مروان کی جانب سے حضرت سیدنا حسینؓ کی اولاد کے ساتھ حُسنِ سلوک اور مروّت کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

(۱) .... فلمّا حضرته الوفاة اوصیٰ الی ابنه عبد الملك ان لا یسترجع من علی بن الحسین شیئًا... الخ"

(البدایہ، ج ۸، ص ۲۵۸ ۔ ترجمہ مروان بن الحکم)

(۲) .... ثم لما مرض مروان اوصیٰ ان لا یؤخذ من علی بن الحسین شیءٌ ممّا کان اقرضه فجمیع الحُسینیّین من نسله"

(البدایہ، ج ۹، ص ۱۰۴-۱۰۵ ۔ تحت ترجمہ علی بن الحسینؓ)

حضرت زین العابدینؒ عبدالملک بن مروان کی نظر میں

مروان بن الحکم اور اس کی اولاد عبدالملک وغیرہ کے حضرت علیؓ کی اولاد کے ساتھ بہتر تعلقات تاریخ میں دستیاب ہوتے ہیں۔

اس دَور کے اہلِ علم مثلاً علاّمہ زہری وغیرہ بھی اس بات کی صراحت کرتے

ہیں کہ بنی ہاشم میں حضرت زین العابدین مروان اور اس کے لڑکے عبدالملک کی طرف زیادہ پسندیدہ تھے اور ان کے پوری طرح فرمانبردار اور معاون تھے۔

"عن شعیب بن ابی حمزۃ قال کان الزھری اذا ذکر علی بن حسین قال کان اقصد اھل بیتہ و احسنھم طاعۃً و احبّھم الی مروان بن الحکم و عبد الملک بن مروان"

(۱)۔ طبقات لابن سعد، ج ۵۔ ق ۱، ص ۱۵۶۔ تحت تذکرہ علی بن حسینؓ۔ (۲) التاریخ الصغیر للبخاری ص ۴۳۔ طبع ہند

چنانچہ اس سلسلہ میں ابن سعد نے مختار کے دور کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ

"مختار نے اپنے دورِ حکومت میں ایک بار امام زین العابدین کی طرف ایک لاکھ درہم کی خطیر رقم ارسال کی۔ حضرت زین العابدینؒ اس کے قبول کرنے میں متردد ہوئے اور ظاہری حالات کے ماتحت اس رقم کو رد بھی نہ کر سکے اس لیے رقم ہذا کو اپنی نگرانی میں محفوظ کر لیا جب مختار قتل ہو گیا اور عبدالملک بن مروان والی بن گیا تو زین العابدین نے عبدالملک بن مروان کی طرف خط لکھا کہ مختار نے میری طرف ایک لاکھ درہم ارسال کیے تھے میں اس رقم کو لینا پسند نہیں کرتا تھا اور اس وقت نہ ہی اسے واپس کر سکا۔ اب وہ رقم میرے پاس موجود ہے۔ کوئی آدمی بھیج کر واپس منگوا لیجیے۔

اس کے جواب میں عبدالملک نے تحریر کیا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! میں نے آپ کو وہ رقم ہدیۃً دے دی ہے آپ اسے قبول کر لیں تب حضرت زین العابدین نے وہ رقم قبول فرمائی"

عن سعید بن خالد عن المعبری قال بعث المختار الی علی بن

الحسین بمائة الف فکرہ ان یقبلها وخاف ان یردّها فاخذها
فاحتبسها عندہ فلمّا قتل المختار کتب علی بن الحسین الی عبدالملك
بن مروان ان المختار بعث الیّ بمائة الف درهم فکرهت ان
اردّها وکرهت ان اٰخذها فهی عندی فابعث من یقبضها
فکتب الیه عبدالملك یا ابن عم خذها فقد طیبتها لك
فقبلها۔"

(۱)۔۔۔۔ طبقات لابن سعد، ج ۵، ص ۱۵۸ القسم الاوّل
تذکرہ علی بن الحسین۔ طبع لیدن۔
(۲)۔۔۔۔ المنتخب من ذیل المذیل للطبری مطبوعہ در آخر
تاریخ طبری، ص ۸۹ تحت عنوان وممن هلك
فی سنۃ ۸۳ھ۔ طبع مصری۔

ازالۂ شبہات

مروان کے متعلقات میں چند عنوانات جو ہم نے ناظرین کی خدمت میں پیش کیے ہیں دفع مطاعن کے لیے ان کی ایک مستقل جوابی حیثیت ہے اور ان کے ذریعے مروان کا مقام و مرتبہ اور اخلاق و کردار واضح ہوگیا ہے۔ تاہم بعض شبہات کے ازالہ کی خاطر چند چیزیں قارئین کرام کے لیے ذکر کی جاتی ہیں تاکہ مسئلہ ہذا کی اصل صورت واضح ہوجائے اور مروان کے حق میں سوءظنی کا ازالہ ہوسکے۔

شبہ اوّل

(جلاوطنی کا مسئلہ)

معترضین کہتے ہیں کہ مروان کے والد الحکم بن ابی العاص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خطاؤں کی بنا پر مدینہ شریف سے جلاوطن کردیا اور ان کا بیٹا مروان بھی ان کے ساتھ تھا۔ پھر یہ باپ بیٹا شیخین کے زمانے میں بھی جلاوطن رہے جب ان کے چچازاد بھائی حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مروان کو اپنا کاتب اور صاحبِ تدبیر (یعنی مشیرِ خاص) بنالیا۔

(منہاج الکرامہ لابن مطہر الحلی الشیعی، ص ۶۷۔ تحت مطاعنِ عثمانی)

—— یہ طعن حضرت عثمانؓ اور الحکم بن ابی العاص اور ان کے بیٹے مروان پر مشترک طور پر تجویز کیا جاتا ہے۔

اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمانِ نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کر دی۔ الحکم بن ابی العاص غلط کردار کے انسان تھے جس کی وجہ سے ان کو اپنے شہر سے نکال دیا اور مروان بھی اپنے والد کے ساتھ جلاوطنی میں ساتھ رہنے کی وجہ سے "مطرود" و "معتوب" و "مغضوب" ہے۔

ازالہ

اوّل —— گذارش ہے کہ طرد اور نفی (یعنی جلاوطنی) کا یہ واقعہ احادیثِ صحیحہ میں مفقود ہے اور جن روایات میں اس قصّہ کو راویوں نے نقل کیا ہے وہ باعتبارِ سند درجہ صحت کو نہیں پہنچتیں۔ ان رواۃ میں واقدی جیسے غیر معتبر اور ہشام کلبی جیسے سخت مجروح قسم کے لوگ موجود ہیں اور کئی مصنفین نے طرد کے قصّہ کو نقل کر دیا ہے لیکن سند ذکر نہیں کی جس سے واقعہ کی صحت اور سقم کو معلوم کیا جا سکے۔

علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ذہبیؒ جیسے مشہور علماء نے اس جلاوطنی کے قصّہ پر خوب تنقید کر دی ہے اور عدمِ صحت کا حکم لگا دیا ہے۔

"وقصۃ نفی الحکم لیست فی الصحاح ولا لہا اسناد یعرف بہ امرھا"

(۱) —— منہاج السنہ لابن تیمیہؒ، جلد ثالث، ص ۱۹۶ بحث طرد الحکم بن ابی العاص۔

(۲) —— المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۹۵۔ الفصل الثالث تحت بحث نفی الحکم بن ابی العاص۔

——— الحکم کی جلاوطنی کی عدمِ صحت کی تائید طبقات ابن سعد کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابنِ سعد نے الحکم بن ابی العاص کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ الحکم بن ابی العاص فتح مکّہ کے روز اسلام لائے اور خلافتِ عثمانی تک وہیں رہے۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کی اجازت سے مدینہ طیّبہ میں داخل ہوئے اور خلافتِ عثمانی میں مدینہ طیّبہ میں وفات پائی۔

"——— اسلم یوم فتح مکة ولم یزل بها حتیٰ کانت خلافة عثمان بن عفان رضی الله عنه فاذن له فدخل المدینة فمات بها فی خلافة عثمان بن عفان رضی الله عنه"

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۳۱۔ تحت الحکم بن ابی العاص۔ طبع اوّل۔ لیدن)

اس روایت سے معلوم ہُوا کہ الحکم بن ابی العاص اسلام لانے کے بعد مکّہ شریف میں مقیم رہے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کے دَور میں انتقالِ مکانی کر کے مدینہ میں سکونت اختیار کی (اِس دوران جلاوطنی کا واقعہ نہیں پیش آیا)۔ اللہ اعلم بالصواب۔

دوم۔ بصورتِ دیگر | یعنی علی السبیل التنزّل اگر یہ صورت تسلیم کر لی جائے کہ جلاوطنی کا واقعہ پیش آیا تھا اور الحکم کو فرمانِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جلاوطن کیا گیا۔ اور حضرت عثمانؓ نے اسے واپس بلایا تو اس کے متعلق ابنِ جریر طبری وغیرہ علماء نے یہ تصریح کر دی ہے کہ حضور علیہ السّلام کی اجازت سے ہی یہ واپسی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ محاصرہ کرنے والے معترضین کے جواب میں ان کو خطاب کرتے ہُوئے عند المحاصرہ یہ فرمایا کہ الحکم مکّی ہیں اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو مکّہ سے طائف کی طرف چلتا کر دیا تھا۔ اور پھر حضور علیہ السّلام نے ان کو واپس کیا۔ کیا یہ بات اسی طرح ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں

اسی طرح ہے۔

ب ــــــ مضمون ہٰذا طبری نے اپنی تاریخ میں متعدد مقامات میں درج کیا ہے۔

(۱) "۔۔۔قالوا انی رددت الحکم وقد سیّرہٗ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم والحکم مکّی سیّرہ رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ من مکۃ الی الطائف ثمّ ردّہٗ رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فرسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سیّرہ ورسُول اللّٰہ علیہ وسلّم ردّہٗ أکذالک؟ قالوا اللّٰھم نعم!"

(۱) ــــــ تاریخ طبری، ص ۱۰۲-۱۰۳-ج ۵ تحت حالات آمد وفود مصری وعراقی بر مدینہ تحت ۳۵ھ

(۲) ــــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۷۱- در ابتداء ۳۵ھ۔

دوسرے مقام میں طبری لکھتے ہیں کہ بعض اہلِ مدینہ کو مخاطب کرکے محاصرہ کے دوران حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ:-

(۲) "۔۔۔فقال انّ الحکم کان مکیاً فسیّرہ رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم منہا الی الطائف ثمّ ردّہٗ الی بلدہٖ فرسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم سیّرہٗ بذنبہٖ ورسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ردّہٗ بعفوہٖ"

(۱) ــــــ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۵ تحت ذکر بعض سیر عثمانؓ

(۲) ــــــ کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، ص ۸۳-۸۴- طبع بیروت۔

مندرجہ بالا حوالہ جات کا مطلب یہ ہُوا کہ حضور نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کے تحت جلا وطنی ہُوئی اور ان کے فرمان کی وجہ سے الحکم کو معافی مل گئی اور بفرمانِ نبوت ہی واپسی ہوئی۔

سوم یہ بات ہے کہ حکم کے حق میں جلا وطنی کی یہ سزا دائماً نہیں تھی۔ وہ ایک مدّت کے ساتھ متعیّن ومقیّد تھی اس لیے کہ شریعت میں اس قسم کے گناہ پر مدت العمر جلاوطنی کی سزا اس سے ساقط ہو جاتی ہے اور بعد از توبہ وہ شخص دائمی سزا کا مستوجب نہیں رہتا۔

چنانچہ اس مسئلہ کو مشہور علماء (مثلاً ابنِ حزمؒ اور ابن تیمیہؒ وغیرہ) نے اپنی اپنی تصانیف میں مذکورہ بحث کے تحت درج کیا ہے۔ اہلِ علم کی تسلّی کے لیے بعینہٖ عبارات درج ہیں۔ ابنِ حزم لکھتے ہیں کہ :-

(۱) ...... ونفی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم للحکم لم یکن حدًا واجبًا ولا شریعةً علی التابید وانما کان عقوبةً علی ذنب استحق بہ النفی والتوبة مبسوطة فاذا تاب سقطت عنہ تلک العقوبة بلاخلافٍ من احدٍ من اھل الاسلام و صارت الارض کلھا مباحة ۔"

(کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل، ج ۴ ص ۱۵۴ لابن حزم ابی محمد علی بن حزم المتوفی ۴۵۶ھ معہٗ کتاب الملل والنحل للشہرستانی طبع اوّل بحث الکلام فی حرب علی ومن حاربہٗ من الصحابة رضی اللہ عنہم)

اور ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ :-

(۲) " ..... واذا کان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قد عزّر

رجلاً بالنفی لم یلزم ان یبقیٰ منفیاً طول الزمان فانّ ھٰـذا لا یعرف فی شیئٍ من الذنوب و لم تأت الشریعۃ بذنبٍ یبقی صاحبہ منفیاً دائماً بل غایۃ النفی المقدر سنۃ وھو فی نفی الزانی والمخنّث حتیٰ یتوب من التخنیث فان کان تعزیر الحاکم لذنبٍ حتیٰ یتوب منہ فاذا تاب سقطت العقوبۃ عنہ۔"

(منہاج السُّنہ لابن تیمیّہ، ج ۳، ص ۱۹۶۔ بحث طرد حکم بن ابی العاص و جواب آں)

چہارم

یہ چیز ہے کہ طرد کے واقعہ کے وقت مروان صغیر اور نابالغ تھا۔ اس میں مروان کے مجرم ہونے کا کچھ مطلب ہی نہیں۔ باپ کا جرم صغیر بیٹے کے پلڑے میں ڈال کر اسے مجرم قرار دینا کسی صورت میں درست نہیں۔

"۔۔۔۔فلم یکن لمروان ذنبٌ یطرد علیہ علی عھد النبی صلّی اللہ علیہ وسلم۔"

(۱)۔۔۔۔منہاج السنۃ، ج ۳، ص ۱۹۶۔

(۲)۔۔۔۔المنتقیٰ، ص ۳۹۵۔ الفصل الثالث التحقیق فی نفی الحکم واطلاقہ۔

بعض لوگوں نے باپ بیٹے کے اس واقعہ کو بڑا چمکایا ہے اور کئی مفروضے قائم کر کے اس معتوب باپ کے مغضوب بیٹے یعنی مروان کی خوب پوزیشن خراب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ سلف کے حق میں بدگمانی اور سوءِ ظنی رکھنے سے محفوظ فرمائے۔ فرمانِ خداوندی ہے:۔

"اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوۡا۔"

حالانکہ اسلام میں قانونِ شرعی ہے جب مومن کسی معصیت سے توبہ کرے تو
وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے اور اس شخص کی عدالت ساقط نہیں ہوتی۔ علماء نے فرمایا
ہے کہ

"۔۔۔۔ ولیست الذنوب مسقطۃ للعدالۃ اذا وقعت
منہا التوبۃ"

(العواصم من القواصم، ص ۹۴ ۔ للقاضی ابی بکر
ابن العربی)

ان چیزوں کے پیشِ نظر تو باپ بیٹا دونوں قابلِ مواخذہ نہیں۔ ان کا ایمان و
اسلام صحیح ہے اور دیانت درست ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ :۔

(۱) ــــــ "جلاوطنی" کا واقعہ محدثین کے نزدیک کوئی مسلمات میں سے نہیں
ہے۔ اس میں مختلف قسم کی مرویات ہیں جو درجہ صحت کو نہیں پہنچتیں۔

(۲) ــــــ اگر بالفرض یہ واقعہ درست ہے تو فرمانِ نبوی کے موافق وقوع پذیر
ہوا۔ اس میں فرمانِ نبوی کے خلاف حضرت عثمانؓ کا کردار اور عمل نہیں تھا۔
بلکہ فرمانِ نبوی کے تحت تھا۔ اور حضرت عثمانؓ کا مقام بھی یہی ہے۔ علماء
فرماتے ہیں کہ :

"۔۔۔۔ وما کان عثمان لیصل مہجور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ولو کان اباہ ولا ینقض حکمہ"

"یعنی عثمان ایسے نہیں تھے کہ حضور علیہ السلام کے مہجور کے ساتھ تعلق
جوڑ دیں اور آنجنابؐ کے حکم کو توڑ دیں اگرچہ ان کا باپ ہو"

(العواصم من القواصم، ص ۷۷ تحت جوابات مطاعن عثمانی)

(۳) ـــــــ نیز الحکم کی یہ غلطی دائمی نہ تھی وقتی تھی اور قابلِ معافی تھی جس پر عفو ہُوا اور معاملہ درگزر کر دیا گیا۔

(۴) ـــــــ صغر سنی کے باوجود مروان کو اس مسئلہ میں قصور وار گردانا اور اسے قابلِ نفرت و مذمت قرار دینا نہایت ناانصافی ہے جو کسی طرح روا نہیں ہے

شُبہ دوم

مروان کے متعلق مروان کے مخالفین یہ چیزیں بڑی آب و تاب سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے امور کا اسے والی بنا دیا، اور خلافت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے رکھی تھی اس کی وجہ سے اُمّت میں کئی فتنے کھڑے ہو گئے اور مروان کی خرابیوں کی وجہ سے حضرت عثمانؓ پر محاصرہ ہُوا اور وہ شہید کر دیئے گئے وغیرہ۔

ـــــــ " وولی مروان امرہ والقی الیہ مقالید امورہ ودفع الیہ خاتمہ فحدث من ذالک قتل عثمان وحدث من الفتنۃ بین الامۃ ما حدث "

(منہاج الکرامۃ لابن مطہر الحلی الامامی الشیعی، ص ۶۷ آخر منہاج السنۃ، جلد چہارم طبع لاہور)

اِزالہ

مروان کی عہدہ داری قبل ازیں بحث اوّل میں ہم درج کر چکے ہیں کہ :۔
ـــــــ حضرت عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو اپنا الکاتب (یعنی منشی) مقرر کیا ہُوا تھا۔ تمام سلطنت پر قابض یا اپنا نائب نہیں بنایا

ہُوا تھا۔ اس عہدہ پر مروان ہمیشہ سے نہیں تھا بلکہ بعض اوقات وہ بحرین پر حاکم و والی رہا ہے اور بعض دفعہ مروان نے جنگی مہموں میں بھی شرکت کی مثلاً افریقہ کی جنگ میں دیگر اکابر کے ساتھ مروان بھی شامل تھا۔ اس پر حوالہ جات بحث اوّل میں دیئے جا چکے ہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ کاتب کے عہدے پر مروان ہمیشہ نہیں رہا اور نہ ہی ان کے زعم کے موافق "مغضوب مروان" اپنے "معتوب باپ" الحکم کی وجہ سے حکومت کے کاموں پر کبھی اثر انداز ہُوا۔

——— اور مروان کا کاتب ہونا صحابہ پر ناگوار نہیں تھا۔ اکابر صحابۂ کرام پر ناگوار ہونے کا مسئلہ خواہ مخواہ فرض کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ اکابر صحابہؓ کے نزدیک اگر مروان کا کاتبِ عثمانؓ ہونا غلط تھا تو جب حضرت عثمانؓ نے حکام کی متعلقہ شکایات کے ازالہ اور تبدیلی کے لیے اعلانِ عام کیا تھا کہ جس کو اس قسم کی شکایت ہو اس کو دُور کیا جائے گا۔ اس وقت کسی صاحب نے (خواہ صحابی ہو یا غیر صحابہ سے) مروان کے تبدیلِ منصب کا مسئلہ سامنے نہیں رکھا اور نہ اُس کی متعلقہ شکایات پیش کیں۔ (بحث اوّل میں حوالہ گزر چکا ہے) ——— بعد کے لوگوں نے آہستہ آہستہ ان اعتراضات کو چُن چُن کر اٹھایا اور پھیلایا ہے، حالانکہ عہدِ عثمانی میں صحابۂ کرام اس پر معترض نہیں تھے۔

——— نیز یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے آخری تین سالوں میں بھی مروان کاتب رہا ہے اور اس دَور میں مروان کا والد الحکم کئی سال قبل یعنی ۳۲ھ میں فوت ہو چکا تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے کو مغضوب تصوّر کرنا اور صحابۂ کرامؓ پر اس کا ناگوار گزرنا یہ ایک بالکل فرضی داستان ہے جس کو بیکار تاریخی روایات کے ذخیرہ سے بزورِ استنباط کیا گیا ہے (کسی صحیح

روایت کی رُو سے) اعتراض قائم نہیں کیا گیا

——— اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کسی قدیم صحابی کو معزول کر کے اس کے عہدے پر مروان کو فائز نہیں کیا بلکہ ابتدا ہی سے یہ عہدہ اسے دیا گیا۔ ملاحظہ ہو۔

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، جزاوّل، ص ۱۵۶-۱۵۷ تحت
تسمیۂ عمّالِ عثمان۔ مطبوعہ نجف اشرف عراق)

——— حضرت عثمانؓ کی خلافت ایک وسیع وعریض سلطنت تھی جس کے تحت بے شمار علاقے اور صوبہ جات تھے ان کا تمام نظم ونسق حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھا اور ان میں حکام کا عزل ونصب بھی حضرت عثمانؓ کے تحت تھا اور اس میں مروان کے کنٹرول کو کوئی دخل نہ تھا وہ ایک منشی اور محرّر کے درجہ میں کام کرتا تھا۔ ان دُور دراز ممالک پر عمّال وحکام کے ذریعہ خود حضرت عثمانؓ کا اعلیٰ حاکم ہونا قرینِ قیاس بھی ہے۔

قبل ازیں بحث اوّل میں سلطنتِ عثمانی کے مقبوضات کی وسعت کا ایک خاکہ درج کیا گیا ہے۔ یہاں پھر بطور یاد دہانی کے عثمانی سلطنت کا اجمالی نقشہ تحریر ہے جو ابن قتیبہ دینوری نے "المعارف" میں اور امام نوَوِی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے اور یہ عہد صدیقی وفاروقی سے مزید فتوحات ومقبوضات شمار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً الرّی، الاسکندریہ، سابور، افریقیہ (مع اپنے صوبہ جات کے)، قبرص کے قلعے، سواحل بحر الروم، اصطخر الآخرہ، فارس الاولیٰ، جور، فارس الآخرہ، طبرستان، دارابجرد، کرمان، سجستان، الاساورہ (بحری)، ساحل الاردن۔ مرو (مع اپنے علاقہ جات کے) وغیرہ۔

(المعارف لابن قتیبہ، ص ۸۳-۸۴۔ تحت اخبار عثمانؓ)

(۲)۔۔۔ تہذیب الاسماء للنووی، جلد اول، ص ۳۲۳ ۔
تحت عثمانؓ بن عفان)

ان تمام ممالک اور علاقہ جات پر حضرت عثمانؓ کی بجائے مروان کی حکمرانی و فرمانروائی کا تصوّر صحیح سمجھنا اور دوسروں کو باور کرانا محض خوش فہمی ہے اور واقعات کے برعکس ہے اور اس دَور کی تاریخ پر بڑا ظلم ہے جسے منصف مزاج انسان قبول کرنے کو تیار نہیں۔

مروان کی دیانتدارانہ حیثیت

مروان بن الحکم حضرت عثمانؓ کا چچازاد برادر تھا اور شخصی طور پر ایک اچھا اور دیندار انسان تھا۔ دینِ اسلام کی خدمات میں مصروف رہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو اپنی صاحبزادی ام ابان الکبریٰ نکاح کر دی تھی۔ قبل ازیں تذکرہ مروان میں اس کا حوالہ دیا جا چکا ہے (یعنی نسبِ قریش، ص ۱۱۲ تحت اولادِ عثمانؓ)۔

حضرت عثمانؓ کی دیانت و امانت پر اعتماد کرتے ہوئے ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کسی بے دین اور خلافِ شرع شخص کو اپنی صاحبزادی کا رشتہ نہیں دے دیا تھا بلکہ وہ دیندار آدمی تھا اور اس منصب و اعزاز کی اہلیت رکھتا تھا نیز وہ آیات و احادیث حضرت عثمانؓ کے سامنے تھیں جن میں وارد ہے کہ عاصی و ظالم اور بدکردار انسان کی طرف دستِ تعاون دراز نہ کیا جائے اور اس کے ساتھ دوستانہ رابطے قائم نہ رکھے جائیں۔

مختصر یہ ہے کہ مروان کی دینی صلاحیت کی خاطر حضرت عثمانؓ کا اس کے ساتھ ربط و تعلق قائم رکھنا ہی کافی ضمانت ہے جسے تاریخی ملغوبات کی وجہ سے رد نہیں کیا جا سکتا۔

عثمانی شہادت کے ایام اور مروان کا کردار

شہادتِ عثمانی سے قبل کئی واقعات

ایسے رونما ہوئے جن کی وجہ سے واقعہ شہادت پیش آیا۔ شہادت کے اسباب وعلل کے متعلق ان ابحاث کے آخر میں انشاء اللہ حسبِ ضرورت مختصراً کلام کیا جائے گا۔ اب یہاں اس موقعہ پر مروان کی متعلقہ چیزیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت عثمانؓ کا جب باغی وطاغی لوگوں نے محاصرہ کر لیا تو صحابہ کرامؓ نے باغیوں اور حضرت عثمانؓ کے درمیان متنازعہ فیہ مسائل کو حل کرنے کی جدوجہد کی اور صحابہ کرام کے ساتھ باغیوں کے شر سے مدافعت کے لیے مروان برابر شریک رہا۔ چنانچہ حضرت امام حسنؓ وحسینؓ، حضرت ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ اور مروانؒ تمام حضرات ہتھیار لگا کر حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے ان کی حویلی میں داخل ہوئے اور مخالفین سے مقابلہ کرنے کی پوری آمادگی ظاہر کی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ "میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم واپس ہو جاؤ اور ہتھیار رکھ دو اور اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ تو اس وقت ابنِ عمر اور حسنؓ وحسینؓ تو باہر آگئے لیکن ابن الزبیرؓ اور مروان نے کہا کہ ہم نے اپنے آپ پر لازم کر دیا ہے کہ مدافعت کی خاطر اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے (ابتدائی مراحل میں یہ ان حضرات کی طرف سے ایک پیش کش تھی)۔

خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اس چیز کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے:۔

"عن محمد بن سیرین قال انطلق الحسنؓ والحسینؓ وابن عمرؓ وابن الزبیر ومروان کلہم شاك فی السلاح حتیٰ دخلوا الدار فقال عثمانؓ اعزم علیکم لما رجعتم فوضعتم اسلحتکم ولزمتم بیوتکم فخرج ابن عمرؓ والحسنؓ والحسینؓ فقال ابن زبیرؓ ومروان ونحن نعزم علیٰ انفسنا ان لا نبرح۔"

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۱۵۱-۱۵۲-ج ۱ طبع اوّل طبع نجف اشرف عراق تحت الفتنہ فی زمن عثمانؓ۔

—— یہ مُفسد لوگ اپنے قلوب میں ایک غرضِ فاسد رکھتے تھے جس کو پُورا کرنے کے لیے انہوں نے کئی حیلے تجویز کیے ہوئے تھے۔ ان حیل میں سے فساد کھڑا کرنے کا آخری حیلہ یہ تجویز کیا کہ حضرت عثمانؓ سے مطالبات منوانے کے بعد واپس ہو لیے اور کچھ مراحل دُور جانے کے بعد پھر یہ تمام بصری، کوفی، مصری باغی یکدم مدینہ پر پلٹ پڑے اور پھر دوبارہ حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر لیا اور صحابہ کرامؓ پر اپنے لوٹنے کی یہ وجہ ظاہر کی کہ ہم نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے ایک خط پکڑا ہے جس کو ناقہ سوار حاکمِ مصر کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس میں تھا کہ "جب یہ مصری وفد واپس پہنچے تو اس کے فلاں فلاں آدمی کو سزا دی جائے" اس خط پر حضرت عثمانؓ کی مُہر لگی ہوئی تھی اور خط بردار حضرت عثمانؓ کے اونٹ پر سوار تھا۔

لہٰذا حضرت عثمانؓ نے ہمارے ساتھ بدعہدی کر دی ہے اور ہمیں دھوکہ دیا ہے اس وجہ سے ہم عثمانؓ کو ختم کر دیں گے۔

—— صحابہ کرام نے جب واقعہ کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی تو حضرت عثمانؓ نے حلف اٹھا کر فرمایا کہ مجھے اس چٹھی کے متعلق کوئی علم نہیں اور نہ ہی مَیں نے تحریر کروائی ہے (تو جواباً) باغیوں نے کہا کہ اس خط پر آپ کی مُہر لگی ہوئی ہے اور آپ کے ہی اونٹ پر خط بردار سوار ہے۔ (اس لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا)۔ پھر بعض لوگوں نے کہا کہ یہ مروان بن الحکم کا لکھا ہُوا ہو گا اس کو ہمارے حوالے کیا جائے تو اس وقت مروان نے بھی حلف اٹھا دیا (کہ مَیں نے نہیں لکھا) اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ اس معاملہ میں اور کچھ نہیں ہو سکتا اور مروان کو ان کے حوالے نہ کیا۔ پھر باغیوں نے حضرت عثمانؓ کی حویلی کا محاصرہ کر لیا۔ اور موقعہ پا کر حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا جس کی وجہ سے

مسلمانوں کے درمیان ایک بڑے فتنے کا دروازہ کھل گیا۔

ابنِ خلدون اس موقعہ کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"فانسرفوا قلیلاً ثم رجعوا وقد لبسوا بکتاب مدلّس یزعمون انهم لقوه فی ید حامله الی عامل مصر بان یقتلهم وحلف عثمان علی ذالك فقالوا مکّنا من مروان فانه کاتبك فحلف مروان فقال لیس فی الحکم اکثر من هذا فحاصروه بداره ثم بیّتوه علی حین غفلةٍ من الناس وقتلوه وانفتح باب الفتنة"

(مقدمہ لابن خلدون لعبدالرحمٰن بن خلدون المغربی الفصل الثلاثون فی ولایۃ العہد ص ۲۱۵-۲۱۶ مطبع مصر۔ ص ۳۸۱-۳۸۲، مطبع بیروت۔

ایک مصنوعی خط

عثمانی شہادت کے موقعہ پر ان اشرار و مفسدین نے جو جعلی خطوط صحابہؓ کی جانب سے اپنے پروپیگنڈے کے لیے پھیلائے تھے ان میں ایک خط یہ بھی تھا جو ناقہ سوار کے ذریعہ حاکمِ مصر کی طرف بھیجا جا رہا تھا۔ یہ حضرت عثمانؓ پر افترا باندھ کر تیار کیا گیا تھا اور مروان کو تو کاتبِ عثمان ہونے کی وجہ سے شامل کر لیا گیا۔

قتلِ عثمانؓ کے لیے یہ ایک معقول بہانہ تجویز کیا گیا تھا۔ مؤرخین علماء نے ان خطوط کے جعلی ہونے کی صراحت کر دی ہے۔ ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ:

"هذا کذبٌ علی الصحابة انما کتبت مزوّرة علیهم کما کتبوا من جهة علیٍؓ وطلحة والزبیرؓ الی الخوارج کتباً مزوّرةً علیهم انکروها ... وهکذا زوّر هذا الکتاب علی عثمان ایضاً فانه لم

یامربہ ولم یعلم بہ ایضًا ۔"

(البدایہ، ج ۷، ص ۱۷۵ بحث مجی الاحزاب الیٰ عثمانؓ)

مروان کو مطعون کرنے والی تاریخی روایات کا ایک جائزہ

معترض بزرگوں نے اس موقعہ پر مروانی کردار کا عجیب نقشہ مرتب فرمایا ہے۔ ذیل میں پیش خدمت ہے۔ اس کو ملاحظہ فرماکر پیش نظر رکھیے۔ پھر جواب کے لیے قلیل سا انتظار فرمایئے۔

———عثمانی دور کے آخر میں فتنہ انگیزی اور شرخیزی مروان کے سکرٹری کے عہدہ پر مامور رہنے کی وجہ سے ہوئی۔

———اکابر صحابہ کرامؓ اور حضرت عثمانؓ کے مابین تعلقات خراب کرنے کی مروان نے مسلسل کوشش کی۔

———اس موقعہ پر مروان نے صحابہ کے مجمع میں ایسی تہدید آمیز تقریریں کیں جن کا سننا صحابہ کے لیے "طلقاء" کی زبان سے ناگوار اور مشکل تھا۔

———حضرت عثمانؓ کے لیے اس موقع کی مشکلات پیدا کرنے کی ذمہ داری سراسر مروان پر عائد ہوتی ہے اور یہی عظیم فتنہ کا سبب بنا۔

مختصر یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ انصاری صحابیؓ اور مروان کے مابین سخت کلامی حضرت علیؓ کی مروان پر سخت تنقید کرنا اور تمام معاملہ کا اسے ذمہ دار ٹھہرانا، حضرت عثمانؓ کی بیوی نائلہ کا مروان کو غلط کار اور مفسد قرار دینا وغیرہ، ان سب معاملات کی تان مروان پر آکر ٹوٹتی ہے۔"

———جواباً عرض ہے کہ جس تاریخی مواد کی بنا پر "مبارک خاکہ" بالا تجویز فرمایا گیا ہے اس کو نقلاً عقلاً جانچ لیا جائے اور تجزیہ کر لیا جائے۔ اگر صحیح ہوا تو پھر یہ سب کچھ درست ہے۔ اگر معاملہ برعکس ہوا اور بنیاد ہی خراب ٹھہری تو اعتراض

کی تمام عمارت ہی بیکار ہو گی۔ اب توجہ فرمائیے۔

اوّلاً ـــــ مروان کے عہدۂ کتابت پر مامور رکھنے اور تقرّب دینے کا مسئلہ جہاں مذکور ہے وہاں یہ چیز "قَالُوْا" کے الفاظ سے نقل کی گئی ہے (یعنی یہ بات لوگ کہتے ہیں) حضرت عثمانؓ کے دور تک بسند صحیح یہ بات نہیں پہنچی۔ واقعہ تک بسند صحیح پہنچنا مشکوک ہو گیا۔ خدا جانے کس قسم کے لوگ ہیں؟ کیسے ہیں؟ جو مروان کو مامور کرنے اور تقرّب دینے پر حضرت عثمان پر اعتراض کر رہے ہیں؟

(طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۴-۲۵۔ تحت
مروان بن الحکم، طبع اول لیدن)

ـــــ پھر حضرت عثمانؓ اور صحابہ کرام کے تعلقات کو مروان کا خراب کر دینا' صحابہ کے مجمع میں مروان کا تہدید آمیز لیکچر دینا، اس موقعہ کی مشکلات پیدا کرنے کی مروان کی ذمہ داری، محمد بن مسلمہ انصاریؓ کا اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا اور حضرت عثمانؓ کی بیوی نائلہ کا مروان کے حق میں سخت تنقید کرنا اور تلخ نوائی کرنا وغیرہ۔ ان روایات کے ناقل اور راوی جناب حضرت واقدی صاحب ہیں "طبری شریف" اٹھا کر ملاحظہ فرمالیں متعدد مقامات پر یہ روایات درج ہیں۔ ذیل مقامات کو ملاحظہ فرمادیں:۔

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۹-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۸-۱۱۹-
تحت عنوان ذکر سیر من سار الی ذی خشب من اہل
مصر... الخ۔ زیر حالات ۳۵ھ۔ طبع قدیم مصری)

اہلِ علم حضرات تو معاملہ سمجھ گئے ہونگے مگر عوام دوستوں کے لیے عرض ہے کہ مذکورۃ بالا روایات کا ناقل ایک غیر معتبر اور ضعیف شخص ہے جس کی اس نوع کی روایات کو قبول کرنا علماء نے ترک کر دیا ہے۔ اس کی روایات صدق و کذب

کا مجموعہ ہیں ان کو تسلیم کر لینا گویا سچ و جھوٹ کے امتیاز کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ خصوصاً وہ چیزیں جن کی وجہ سے صحابہ کا بہترین دَور داغدار ہوتا ہو اور بالواسطہ حضرت عثمانؓ کی پوزیشن خراب ہوتی ہو ان کو بالکل تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ روایات جعلی ہیں۔ ان میں صدق و کذب کو مخلوط کر دیا گیا ہے۔

اہلِ علم کی تسلّی کے لیے ایک دو حوالے حضرت واقدی صاحب کی پوزیشن واضح کرنے والے پیشِ خدمت ہیں۔ القلیل یدلّ علی الکثیر۔

واقدی پر بعض محققین علماء نے بالفاظ ذیل نقد کیا ہے۔ مثلاً میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

(۱) "۔۔۔۔۔۔ قال احمد بن حنبل ھو کذّاب یقلّب الاحادیث ۔۔۔"
قال البخاری و ابو حاتم متروك ۔۔۔ و استقر الاجماع علیٰ وھن الواقدی "

(میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳، ص ۱۱۰ طبع قدیم مصری
تحت محمد بن عمر بن واقد الاسلمی)

(۲) اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی لکھتے ہیں کہ
"۔۔۔۔ لم استق ترجمته هنا لاتفاقهم علی ترك حدیثه ۔۔۔ الخ"
(تذکرۃ الحفاظ، ص ۳۴۸، ج ۱ طبع بیروت، تحت
الواقدی محمد بن عمر بن واقد الاسلمی)

(۳) ــــــ اور حافظ ابن حجر تہذیب میں درج کرتے ہیں کہ
"۔۔۔۔ قال البخاری الواقدی مدنی سکن بغداد متروك الحدیث ۔۔۔۔ قال احمد بن حنبل الواقدی کذّاب ۔۔
۔۔۔ قال الشافعی کتب الواقدی کلها کذب ۔۔۔ الخ"

(تہذیب التہذیب لابن حجر، ص ۳۶۴-۳۶۶، ج ۹ تحت محمد بن عمر الواقدی)
(نیز اس مسئلہ میں الفہرست لابن الندیم صدرہ 15 تحت اخبار الواقدی بھی قابلِ ملاحظہ ہے)

مطلب یہ ہے کہ واقدی غیر معتمد اور متروک شخص ہے۔ اس کی اس نوع کی روایت متروک اور غیر مقبول ہے اور دوسرے محدثین اور مؤرخین کی روایات سے تصحیح اور توافق کے بغیر واقدی کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

ثانیاً ــــــ بالفرض اگر مروانی کردار کا مجوزہ مذکورہ نقشہ درست ہے اور اس موقعہ کے فساد اور خرابیوں کا بنیادی سبب مروان ہے تو پھر ہاشمی حضرات (حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ و حسینؓ، ابن عباسؓ وغیرہ) اور دیگر صحابہ کرام، مثلاً ابن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، ابوہریرہ وغیرہم، حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرنے اور ان کی حمایت کرنے اور ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے سے دست بردار کیوں نہیں ہوتے؟ ہتھیار لگا کر "مدافعت عثمانی" کیوں کرتے رہے؟ پانی بند ہونے پر پانی پہنچانے کے سامان کیوں کیے؟ حضرت عثمانؓ قسمیں دے دے کر ان کو تلوار اٹھانے سے روکتے تھے۔ یہ لوگ پھر بھی آخری دم تک حفاظتی تدابیر کرتے رہے۔ اس مرحلہ میں حضرت عثمانؓ کا کیوں ساتھ دیا اور ایسا کیوں تعاون کیا؟

(تاریخ خلیفہ بن خیاط، جزاوّل، ص ۱۵۰-۱۵۱۔
تحت فتنہ زمنِ عثمانؓ)

یہ حضرات حضرت عثمانؓ کو صاف کہہ دیتے کہ یہ تمام شر و فساد مروان نے اٹھایا ہے جس کے ہاتھ میں آپ نے تمام سلطنت کی باگ ڈور دے رکھی ہے اور سیکرٹری خاص بنا رکھا ہے۔ تمام فتنہ کی ذمہ داری اس پر ہے لہٰذا مروان جانے اور آپ کا کام جانے ہم اس غلط کام میں تعاون نہیں کر سکتے۔ حکمِ خداوندی ہے کہ "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ (پ ۶)

نیز یہ چیز بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ مصری وفد کے حق میں جو خط پکڑا گیا تھا جس میں محمد بن ابی بکر وغیرہ کے قتل کا حکم درج تھا شتر سوار لے کر جا رہا تھا وہ بھی اگر مروان نے ہی لکھ کر ارسال کیا تھا تو ایسے شریر انسان کو تو پہلے قتل کرنا چاہیے تھا اور عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا لیکن مروان کو چھوڑ دیا ۔ یہ کیا معاملہ ہے ؟

ثالثاً ـــــ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جنگ جمل پیش آئی ۔ اس وقت مروان حضرت علیؓ کی جماعت کے ہاتھوں گرفتار ہوا ۔ حضرت علیؓ کی جماعت کے مخالفین میں سے تھا ۔ حسنینؓ نے مروان کے لیے حضرت علیؓ کے ہاں معافی کی سفارش کی ۔ انہوں نے معافی دے دی ۔ اس سفارش کا مسئلہ ذیل مقامات میں درج ہے اور قبل ازیں متعلقات مروان میں سُنّی و شیعہ دونوں کتب سے نقل کیا گیا ہے:-

(سُنّی) (۱) ـــــ السنن لسعید بن منصور، ص ۳۶۶ ۔ باب جامع الشہادۃ روایت ۲۹۴۷ ۔ طبع مجلس العلمی کراچی ۔ ڈابھیل ۔

(شیعہ) (۲) ـــــ نہج البلاغۃ، ص ۱۲۳ ۔ فی خطبۃ لہٗ علیہ السلام علّم فیہا الناس الصلوٰۃ علی النبیؐ ، طبع مصری ۔

بقول معترضین اگر مروان تمام شرارتوں کی جڑ تھا اور اس کی وجہ سے فتنۂ عثمانی پیش آیا تھا تو حسنینؓ نے ایسے آدمی کی سفارش کیوں کی ؟ اور حضرت علیؓ نے قبول کیوں کی ؟ اس کو تو ختم کر دینا چاہیے تھا ۔ مروان کے حق میں سفارشیں اور معافیاں کیوں جاری ہوئیں ؟

ان تمام حالات پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعۂ عظیمہ اور اس کے مبادی کا اصل سبب مروان کی کارستانیاں نہیں ہیں بلکہ اس کے اسباب دوسرے ہیں ۔ اس کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ ابحاث ہٰذا کے آخر میں مستقل عنوان

قائم کر کے مختصراً کلام کیا جائے گا۔

——— معترض لوگوں کو چونکہ عثمانی دَور کی خرابیاں" خامیاں" اور نقائص مدوّن کرنے مقصود خاطر ہیں اس لیے وہ اپنے "مزعومہ مقاصد" کے اتمام کے لیے اپنے زورِ قلم سے تاریخ کے ردّی مواد سے یہ مباحث مستنبط فرماتے ہیں

——— اعتراض کنندگان کی اس کارگری سے مروان کو نقصان پہنچے یا نہ پہنچے مگر حضرت سیدنا عثمان (خلیفہ راشدؓ) کا کردار ضرور عیب دار ہوتا ہے اور ان کے حق میں سوءِ ظنی یقیناً پھیلتی ہے (یا اسفا!) اِنَّا للہ و اِنَّا الیہ راجعون۔

شُبہ سوم

بنو اُمیّہ اور الحکم کی اولاد مروان وغیرہ کا "مُبغوض" و "ملعُون" ہونا

معترض دوست چند ایسی روایات اس موقعہ پر پیش کرتے ہیں جن میں بنی اُمیّہ اور پھر اولادِ حکم (مروان) وغیرہ کا مکروہ و مبغوض ہونا اور لعین ہونا دکھایا جاتا ہے۔

اس مسئلے کی متعلقہ چند روایات سامنے رکھ کر یہاں مختصراً بحث کی جاتی ہے تاکہ حقیقت واقعہ صحیح طور پر معلوم ہو سکے۔ اور اعتراض کا بے جا ہونا ثابت ہو سکے۔

ازالۂ شُبہ

اس مقام میں دو طریقہ سے بحث پیشِ خدمت کی جائے گی۔

روایتہً ——— و درایتہً

۱ - یعنی پہلے ان روایات کو باعتبار نقل کے جانچنا ہوگا۔ روایت کے قواعد کی رُو سے ان کا کیا مقام ہے؟ قابلِ قبول ہیں؟ یا قابلِ ردّ ہیں؟ علماء نے ایسی روایات پر کیا حکم لگایا ہے؟

۲ - دوسرے یہ دیکھنا ہوگا کہ باعتبار عقل کے یہ روایات لائق تسلیم ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ اور یہ واقعات کے بالکل متضاد و متعارض تو نہیں پائی جاتیں؟ ان چیزوں کے متعلق غور و فکر کرنے سے خود بخود مسئلہ واضح ہو جائے گا اور نقلاً و عقلاً بحث کر لینے کے بعد کوئی خفا باقی نہ رہے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) کہ اس قسم کی روایات بے اصل ہیں اور واقعات کے برخلاف ہیں۔

(۱)

مبغوض ہونا

صحابہؓ بنو امیہ کے ساتھ عناد رکھنے والے دوستوں کی طرف سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ ابو برزہ اسلمیؓ کہتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام قبائل میں سے بہت مبغوض (قابلِ نفرت) تین قبیلے تھے۔ ایک بنو امیہ، دوسرے بنو حنیفہ، تیسرے ثقیف تھے۔"

"۔۔۔۔ عن ابی برزۃ الاسلمی قال کان ابغض الاحیاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو امیۃ، بنو حنیفۃ و ثقیف ۔۔۔"

المستدرک للحاکم، ص ۴۸۰-۴۸۱، جلد رابع تحت کتاب الفتن والملاحم ذکر ابغض الاحیاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

——— نیز بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم تین قبائل کو مکروہ جانتے تھے۔ ثقیف و بنو امیّہ و بنو حنیفہ۔

اوّلاً ——— یہاں یہ بات قابلِ وضاحت ہے کہ ابو برزۃ اسلمیؓ کی یہ روایت حاکم نے یہاں ایک واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ سے نقل کی ہے۔ ہم نے مُسند احمد جلد رابع کی طرف رجوع کر کے ابو برزہ اسلمی کی تمام مرویات دیکھی ہیں۔ اس میں یہ روایت دستیاب ہوتی ہے لیکن وہاں بنو امیّہ کے الفاظ مفقود ہیں۔ صرف بنو حنیفہ و ثقیف کا ذکر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

(مُسند احمد، ج ۴، ص ۴۲۰۔ تحت مسندات ابی برزۃ اسلمی۔ اوّل مسند البصریّین۔ طبع اوّل مصری)

یہاں سے واضح ہُوا کہ اصل روایت میں بنو امیّہ کے الفاظ نہیں ہیں بعد میں بعض راویوں کی طرف سے روایت میں داخل کر دیئے گئے ہیں۔ اس کو ادراجِ راوی کہا جاتا ہے اور یہ راویوں کے تصرّفات کا ادنیٰ کرشمہ ہے اور کئی راوی روایت میں اس طرح کمی بیشی کر دیا کرتے ہیں۔

ثانیاً ——— قابلِ غور یہ چیز ہے کہ اگر یہ روایت درست ہے اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک قبیلہ بنو امیّہ نہایت مبغوض و مکروہ اور قابلِ نفرت تھا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مندرجۂ ذیل افعال کس طرح درست ہُوئے؟ اور بنو امیّہ کے ساتھ مندرجۂ ذیل معاملات کیسے جاری رکھے گئے؟ فرمانِ نبوی کے ذریعہ یہ قبیلہ قابلِ مذمّت و لائقِ نفرت ہُوا۔ اور عملِ نبوی نے ان کے ساتھ حُسنِ معاملہ کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے۔

——— اسی طرح مبغوض و مکروہ قبیلہ بنو امیّہ کے ساتھ بنو ہاشم نے روابطِ نسبی اور دیگر تعلقات کیوں قائم دائم رکھے؟ اور صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ

نے بھی بنو اُمیّہ سے اچھے معاملات کیسے روا رکھے؟ اور اسلامی حکومت میں کس طرح انہیں عمدہ مناصب دے دیئے؟ ذیل میں بطور یاد دہانی چند اُمور پیش کر دیتے ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرما کر مسئلہ ہٰذا میں تدبّر و تفکّر فرماویں۔ کتابوں کے حوالہ جات ان کے لیے قبل ازیں گزر چکے ہیں۔ رجوع فرما کر تسلّی کر لیں۔

نسبی تعلقات

۱ ۔ صاحبزادی حضرت رقیہؓ بنتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نکاح حضرت عثمانؓ اموی کے ساتھ تھا۔

۲ ۔ صاحبزادی امّ کلثومؓ بنتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نکاح حضرت عثمان اُموی کے ساتھ تھا۔

۳ ۔ امِ حبیبہؓ بنتِ ابی سفیان (اُموی) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نکاح میں تھیں۔

۴ ۔ حضرت علیؓ کے حقیقی برادر جعفر طیّار کے بیٹے (عبداللہ بن جعفر) کی بیٹی امّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابان بن عثمانؓ بن عفان (اموی) کے ساتھ ہُوا۔

۵ ۔ سیّدنا امام حسینؓ کی لڑکی سکینہ بنتِ حسینؓ کا نکاح حضرت عثمان (اموی) کے پوتے زید بن عمرو بن عثمانؓ کے ساتھ تھا۔

۶ ۔ سیّدنا امام حسینؓ کی لڑکی فاطمہ بنت حسینؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ (اموی) کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان کے ساتھ تھا۔

۷ ۔ سیّدنا امام حسنؓ کی پوتی امّ القاسم بنت حسن بن حسن کا نکاح حضرت عثمانؓ (اموی کے پوتے مروان بن ابان بن عثمانؓ سے تھا۔ (مذکورہ رشتوں کے کتابی حوالہ جات سوا امّ حبیبہؓ کے "رحماء بینہم" حصّہ سوم عثمانی کے باب

اوّل میں تفصیلاً گزر چکے ہیں)۔

۸ - امیر معاویہؓ کی بہن (ہند بنت ابی سفیان) اُموی کا نکاح حضرت علیؓ کے چچازاد برادر حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے ساتھ ہُوا۔

۹ - حضرت علیؓ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی پوتی لبابہ بنت عبیداللہ بن عباس کا نکاح امیر معاویہؓ کے بھتیجے ولید بن عُتبہ بن ابی سفیان (اموی) کے ساتھ ہُوا۔

۱۰ - حضرت جعفر طیارؓ کی پوتی رملہ بنت محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ کا نکاح پہلے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اموی کے ساتھ ہُوا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ کے بھتیجے ابوالقاسم بن الولید بن عتبہ بن ابی سفیان (اموی) کے ساتھ ہُوا۔

(ان رشتہ داریوں کے حوالہ جات قبل ازیں بحث ثانی میں امیر معاویہؓ کے خاندان کے ساتھ رشتوں کے عنوان میں مذکور ہو چکے ہیں رجوع فرماویں)

سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک جو قبیلہ مکروہ و مبغوض ہو اس کے ساتھ اس طرح کے برادرانہ تعلقات اور نسبی روابط قائم کرنے کس طرح درست ہوئے؟ سوچیے اور انصاف فرمایئے۔

غیر نسبی روابط

۱ - نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں حضرت عثمانؓ (اموی) کاتبِ وحی تھے۔ (یہ مسئلہ مسلّمات میں سے ہے)۔

۲ - اسی طرح امیر معاویہؓ بھی کاتبِ نبوی تھے (یہ مسئلہ بھی مسلّمات میں سے ہے)۔

۳ ۔ حضرت عثمانؓ (اموی) عہدِ نبوی میں متعدد دفعہ کئی اُمور کے ذمّہ دار وعہدیدار بنائے گئے ۔

۴ ۔ امیر معاویہؓ اموی کو عہدِ نبوی میں کئی اُمور کا والی بنایا گیا اور عہدِ صدیقی و فاروقی میں متعدّد بار امیر وحاکم بنائے گئے ۔

(بحث اوّل تحت عنوان "الشام" حوالے دے دیئے گئے ہیں) ۔

۵ ۔ حضرت ابوسفیانؓ (امیر معاویہؓ کے والد) اموی کو نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نجران کے علاقہ پر عامل وحاکم بنایا ۔

۱ ـــــ منہاج السنّہ لابن تیمیہؒ، ص ۱۷۵ - ۱۷۶ - ج ۳ ۔

۲ ـــــ المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۸۲ - ۳۸۳ ۔

۶ ۔ اور یزید بن ابی سفیانؓ (امیر معاویہؓ کے برادر) اموی کو صدیق اکبرؓ نے فتوح الشام کے لیے افواج پر والی و امیر بنا کر روانہ کیا ۔ پھر حضرت عمرؓ نے یزید ابنہا کو اس کام پر مامور رکھا ۔ (بحوالہ مذکور)

۷ ۔ حضور نبی کریم علیہ السّلام نے عتاب بن اسید اموی کو مکّہ پر حاکم بنایا ۔ (بحوالہ مذکور)

۸ ۔ خالد بن سعید بن العاص اُموی کو عہدِ نبوی میں بنی مذحج کے صدقات پر اور صنعاء اور یمن پر عامل وحاکم بنایا گیا ۔ (بحوالہ مذکور)

۹ ۔ ابان بن سعید بن العاص اموی کو عہدِ نبوی میں پہلے سرایا پر عامل بنایا گیا ۔ پھر العلاء بن الحضرمی کے بعد البحرین کا حاکم مقرر کیا گیا ۔ (بحوالہ مذکور) ۔

۱۰ ۔ عمرو[1] بن سعید بن العاص اموی کو عہدِ نبوی میں تیما، خیبر، قریٰ عرینہ پر حاکم

---

[1] (قولہٗ عمرو بن سعید بن العاص) یہاں اصل کتاب میں عثمان بن سعید لکھا ہوا ہے ۔

بنایا گیا۔

(۱)۔۔۔۔۔۔ بحوالہ مذکور یعنی منہاج السنۃ، ص ۱۷۵-۱۷۶-
ج ۳۔ تحت جوابات مطاعن عثمانی۔ طبع لاہور

(۲)۔۔۔۔۔۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۶۱-۶۲۔ تحت
تسمیۃ عمالہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو قبیلہ مکروہ و مبغوض و قابل نفرت ہو اسے یہ عزت کے مواقع کیوں مہیا کیے گئے؟ اور نبوی، صدیقی، فاروقی دور میں ان لوگوں پر اعتماد کرتے ہوئے مذکورہ ذمہ داریاں کیوں سپرد فرمائی گئیں؟ غور و فکر کے بعد خود فیصلہ فرمایئے۔

بنو امیہ کے حق میں حضرت علیؓ کے اقوال

متعدد مقامات میں حضرت علی المرتضیٰ سے قبیلہ بنو امیہ کے حق میں فضیلت اور منقبت کے اقوال منقول ہیں جن سے حضرت علیؓ کے نظریات بنو امیہ کے متعلق واضح ہوتے ہیں۔ مثلاً:۔

۔۔۔۔۔۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ ایک شخص نے قبائل قریش کے متعلق حضرت علیؓ سے سوال کیا تو حضرت علیؓ نے دیگر قبائل کی صفات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ

۴۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ عمرو بن سعید بن العاص ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انساب و رجال کی عام متداول کتابوں میں (جو بندہ کے پاس ہیں) سعید بن العاص کی اولاد میں عمرو تو مذکور ہے۔ لیکن عثمان بن سعید اولاد میں نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ناقل کے قلم سے سہو ہو گیا ہے۔ اور عمرو کی بجائے عثمان لکھا گیا ہے تا حال بندہ کی تحقیق یہی ہے۔

لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً (منہ)

قبیلہ بنو امیّہ کے فضائل بالفاظِ ذیل بیان فرمائے۔

——— ہمارے بھائی بنو امیّہ ہم میں سے بھاری عقل والے اور رزنی فہم و فراست والے ہیں۔۔۔۔۔۔

——— ہمارے برادران بنو امیّہ زیادہ حلم والے ہیں۔

——— بہر حال ہمارے بھائی بنو امیّہ افواج و جیوش کی قیادت کرنے والے ہیں۔

——— لوگوں کو خوراک و طعام مہیّا کرنے والے ہیں اور عزت کی مدافعت اور حرمت کی حمایت کرنے والے ہیں۔۔۔۔''

——— عن ابن سیرین قال قال رجل لعلیؓ اخبرنی عن قریشٍ قال ارزننا احلامًا اخوتنا بنی امیّۃ۔''

(المصنّف لعبد الرزاق، ج ۵ ص ۴۵۱۔ تحت عنوان بیعۃ ابی بکر)

——— ''۔۔۔ فقال (علی) ارزننا احلامًا اخواننا بنو امیّۃ''

(المصنف لعبد الرزاق، ج ۱۱، ص ۵۶، باب فضائل قریش)

——— ''۔۔۔ فقال (علی) اما اخواننا بنو امیّۃ فقادۃٌ ادبۃٌ ذادۃٌ''

(۱) ——— المصنف لعبد الرزاق، ج ۱۱، ص ۵۷، تحت فضائل قریش۔

(۲) ——— کتاب الفائق للزمخشری، ج ۲، ص ۲۶۴۔ تحت نون مع الجیم۔ طبع دکن۔

حاصلِ کلام

مختصر یہ ہے کہ قولِ نبویؐ و عملِ نبویؐ کے ذریعہ اور حضرت صدیقِ اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے تعامل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ صحابۂ بنو امیّہ کو مبغوض و مکروہ جاننا واقعات کے برخلاف ہے۔ خود حضرت علیؓ کے فرامین کے برعکس ہے۔ بلکہ ان کا منظور و مقبول ہونا مستحسن و پسندیدہ ہے اور جن روایات میں بغض و کراہتِ بنی امیّہ کا ذکر پایا گیا ہے وہ درست نہیں بلکہ رواۃ کی طرف سے مُدرج معلوم ہوتی ہیں۔

۲

"ملعُون ہونا"

اوّل (۱) — عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کہتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السّلام کے پاس بیٹھے ہُوئے تھے اور میرے والد اپنے گھر کپڑے بدلنے گئے تاکہ یہاں آکر مجلس میں شریک ہوں۔ اس اثنا میں حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس لعین شخص داخل ہوگا۔ عبداللہ کہتا ہے کہ مَیں اندر باہر دیکھتا رہا۔

"حتی دخل فلان یعنی الحکم"، حتیٰ کہ داخل ہُوا فلاں شخص۔ راوی کہتا ہے یعنی حکم داخل ہُوا۔"

(۱بحوالہ مُسند احمد، تحت روایات عبداللہ بن عمرو بن العاص)

قابلِ توجہ یہ بات ہے کہ یہ روایت اخبار آحاد میں سے ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو آپؐ نے کسی شخصِ معیّن کا نام لے کر لعنت نہیں فرمائی بلکہ لعین شخص کے

داخل ہونے کی اطلاع کی۔پھر وہ فلاں شخص مجلس میں داخل ہُوا۔ راویوں میں سے ایک راوی کہتا ہے کہ وہ حکَم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اصل روایت میں "حکم" کا نام تصریحاً مذکور نہیں تھا۔لیکن بعد میں "فلاں" سے مراد "حکَم" لیا گیا۔اس طریقہ سے یہ روایت اپنے مضمون پر صریح الدلالت نہ ہوئی بلکہ راوی کا اپنا گمان ٹھہرا۔

دوم (۲) ——— عبداللہ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ وہ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہُوئے بیٹھے تھے۔انہوں نے حضور علیہ السّلام کی ایک روایت سنائی کہ:۔

"لعن رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فلاناً وما ولد من صلبہ۔"

"یعنی حضرتؐ نے لعنت فرمائی فلاں شخص پر اور جو اس کی پُشت سے اولاد ہوئی۔"

(مُسند احمد تحت مُسندات عبداللہ بن زبیرؓ)

روایت ہٰذا اخبار آحاد میں سے ہے۔اگر اس کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس میں ایک ایسے شخص اور اس کی اولاد پر لعنت کی گئی ہے جس کا نام اور تعیّن کچھ معلوم نہیں۔نہ اس کا نام روایت میں ہے اور نہ ہی کسی راوی نے واضح کیا ہے۔

لہٰذا یہ روایت مدّعا مذکور کو مثبت نہ ہوئی اور معلوم نہ ہوسکا کہ "فلاں" سے مراد کون شخص ہے؟ جو دلیل مدعا کو ثابت نہ کرسکے وہاں تقریب تام نہیں ہوتی۔

سوم (۳) ——— عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ:۔

"انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لعن الحکم وولدہ۔"

یعنی رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے "الحکم" اور اس کی اولاد پر لعنت کی۔"

(المستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم تحت ذکر
البغض لاحیاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، طبع اوّل دکن۔

اس روایت کی سند کے متعلق علماء کرام نے نقد اور جرح کر دی ہے۔ لہٰذا یہ روایت درست نہیں اور نہ ہی قابلِ استدلال ہے۔ مثلاً اس سند میں ایک راوی احمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین المصری ہے۔ اس کے متعلق ذہبی نے "تلخیص مستدرک" میں لکھا ہے کہ الرشدینی کو ابن عدی نے ضعیف قرار دیا ہے اور "میزان الاعتدال" جلد اوّل میں ذہبی نے لکھا ہے کہ ابن عدی کہتے ہیں کہ ابن رشدین کو لوگوں نے جھوٹا قرار دیا اور اس کی کئی منکر روایات ہیں اور اس سے کئی باطل اور جھوٹی چیزیں منقول ہیں۔

(میزان الاعتدال للذہبی، جلد اوّل
تحت احمد بن محمد الرشدینی)

اسی طرح لسان المیزان میں بھی مذکور جرح پائی گئی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے مزید لکھا ہے کہ احمد بن صالح الرشدینی کو کذّاب کہتے تھے۔"

(لسان المیزان، جلد اوّل ۲۵۷-۲۵۸-
تحت احمد مذکور)

اور کتاب الجرح والتعدیل رازی (القسم اوّل۔ جلد اوّل) میں رشدین مذکور پر جرح پائی گئی ہے۔ سند ہٰذا میں مزید بعض راویوں پر بھی جرح موجود ہے لیکن اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ روایت سنداً صحیح نہیں۔ فلہٰذا قابلِ حجّت نہیں ہو سکتی۔

چہارم (۴) ــــــ مستدرک للحاکم کی ایک روایت میں واقعہ مذکور ہے کہ جب امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کے لیے مروان کو کہا تو مروان نے

لوگوں کے سامنے یہ بات رکھی تو اس وقت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور مروان کے درمیان
اس مسئلہ میں تیز کلامی ہوگئی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ یہ طریقہ ہرقل اور قیصر کا ہے۔
مروان نے کہا کہ قرآن مجید کی آیت "وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَا" تمہارے
حق میں نازل ہوئی۔ پس یہ بات حضرت عائشہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا :۔

"کذب واللہ ما ھو بہ ولکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لعن ابا مروان ومروان فی صلبہ۔۔۔۔ الخ"

"یعنی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مروان نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم!
اس طرح بات نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان
کے باپ کو لعنت کی اور مروان اس کی پشت میں تھا"

(المستدرک للحاکم، ج ۴۔ کتاب الفتن
والملاحم تحت ذکر ابغض الاحیاء الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

روایت ہذا پر مندرجہ ذیل کلام کیا جاتا ہے :۔

۱۔ ایک تو یہ ہے کہ اس روایت میں انقطاع پایا گیا ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے
اپنی تلخیص میں اس روایت کے تحت یہ لکھا ہے :۔

"قلت فیہ انقطاع محمد لم یسمع من عائشۃ"

"یعنی محمد ابن زیاد مذکور نے حضرت عائشہ سے یہ روایت نہیں سنی"
بلکہ درمیان میں کوئی اور شخص ساقط ہے جس کے ذریعے یہ روایت محمد کو
پہنچی (خدا جانے وہ کیسا آدمی تھا)۔

(تلخیص مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۴۸۱
تحت روایت)

۲ - دوسری بات یہ ہے کہ روایت مذکورہ (یعنی عبد الرحمٰن اور مروان کی باہمی مذکورہ گفتگو) مندرجۂ ذیل مقامات میں اکابر علماء نے ذکر کی ہے لیکن اس مقام میں مروان اور اس کے والد حکم پر زبانِ نبوت سے لعن طعن مذکور نہیں۔

_____ بخاری شریف میں عبد الرحمٰن اور مروان کی گفتگو مذکورہ کا ذکر ہے لیکن وہاں بھی حکم اور مروان پر لعن طعن کا کوئی ذکر نہیں۔

۱ ___ بخاری شریف، جلد ثانی، سورۃ احقاف، باب قولہ والذی قال لوالدیہ اُفٍّ لکما۔

۲ ___ الاصابہ، ج ۱، ص ۳۴۵ تحت الحکم۔

۳ ___ اسد الغابہ لابن اثیر، ج ۳، ص ۳۰۶: تذکرہ عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ۔

۴ ___ الاصابہ لابن حجرؒ، ج ۲، ص ۴۰۰: تذکرہ عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ۔

۵ ___ البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۸۹ - تحت تذکرہ عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ۔

(۵۸ھ) میں مذکورہ باہمی گفتگو مندرج ہے۔ لیکن مندرجہ بالا ۵ عدد کتب میں زبانِ نبوی سے مروان و حکم پر لعن طعن کا اضافہ نہیں پایا جاتا اور جہاں کہیں اس واقعہ میں حضرت عائشہؓ کی زبان سے لعن طعن کا اضافہ پایا جاتا ہے اس کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایات صحیح نہیں۔

"ویروی انها بعثت الی مروان تعتّبهٔ وتؤنّبهٔ و تخبرهٔ بخبر فیه ذم له ولابیه لایصح عنه"

"یعنی جن روایات میں یہ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان کو عتاب اور زجر و توبیخ کی اور ایک ایسی خبر دی کہ جس میں مروان اور اس کے باپ کے لیے مذمت مذکور تھی تو وہ روایات صحیح اور درست نہیں۔"

(البدایہ لابن کثیرؒ، ج ۸، ص ۸۹ ۔ تذکرہ
عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ تحت ۵۸ھ)

مذکورہ پیش کردہ چیزوں کے ذریعہ ثابت ہوا کہ اس واقعہ کی جو روایات صحیح ہیں ان میں لعن طعن مذکور نہیں اور جہاں کہیں اس میں لعن دیکھا گیا ہے وہ مرویات صحیح نہیں۔ لہٰذا یہ روایت مدعا کو ثابت نہیں کر سکتی اور تقریب تام نہیں۔

پنجم (۵) ـــــــ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ذکر کی گئی ہے کہ:۔

"حضور علیہ السلام کے دور میں اہلِ اسلام کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں دعا و برکت کے لیے حاضر کیا جاتا۔ آپ اس کے لیے دعا فرماتے۔ چنانچہ مروان بن الحکم پیدا ہوا تو اس کو حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آنجناب نے فرمایا۔"

"ھو الوزغ ابن الوزغ الملعون ابن الملعون۔"

"یعنی گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے اور ملعون کا بیٹا ملعون ہے۔"

(مستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم تحت عنوان اذا
بلغت بنو امیۃ اربعین ... الخ۔

اس روایت کے متعلق علماء نے مندرجۂ ذیل کلام کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ روایت بالکل

بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

۱۔ علامہ ذہبیؒ نے مستدرک کی تلخیص میں اس روایت کے تحت فرمایا ہے کہ:۔

"قلت لا واللہ ومیناء کذّبہ ابوحاتم"

"یعنی حاکم نے روایت کو صحیح کہا تھا۔ اس کو رد کرتے ہوئے ذہبی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ایسی بات نہیں ہے اور اس روایت کے راوی میناء کو ابوحاتم رازی نے جھٹلایا ہے۔

(۱)۔۔۔ تلخیص مستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۴۷۹ تحت روایت۔

(۲)۔۔۔ المغنی فی الضعفاء للذہبی، ص ۶۹۱ جز ثانی تحت میناء ابن ابی میناء۔

۲۔ ابن ابی حاتم رازی نے کتاب الجرح والتعدیل جلد رابع قسم اوّل میں اسی راوی میناء (مولیٰ عبدالرحمٰن بن عوف) کے حق میں لکھا ہے کہ منکر الحدیث۔ روی احادیث فی اصحاب النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مناکیر۔ لا یعباء بحدیثہ کان یکذب"

"یعنی میناء حضورؐ کے صحابہؓ کے حق میں منکر روایات روایت کرتا تھا۔ اس کی حدیث کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ وہ جھوٹ بولتا تھا"

(کتاب الجرح والتعدیل، ص ۳۹۵۔ ج ۴۔ قسم اوّل تحت میناء۔ طبع حیدر آباد دکن)

۳۔ ابن حبان نے اپنی کتاب المجروحین میں میناء کے حق میں لکھا ہے کہ

"۔۔۔۔۔ وجب التنکب عن حدیثہ"

یعنی میناء کی روایت سے اجتناب کرنا واجب اور الگ ہو جانا لازم ہے

(کتاب المجروحین لابن حبان جزثانی، ص ۲۲۵ تحت بیناء
مولیٰ عبدالرحمٰن - طبع حیدر آباد دکن)

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب میں کہا ہے کہ :-

"..... قال الجوزجاني انكر الائمة حديثه لسوء مذهبه -
"..... قال ابن عدى ..... انه يغلو في التشيع ....."
"..... قال يعقوب بن سفيان ..... ان لا يكتب حديثه"

یعنی کبار علماء نے بیناء کے برے مذہب کی وجہ سے اس کی حدیث سے انکار کر دیا ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ وہ شیعہ مذہب میں غلو رکھتا تھا۔ اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ بیناء کی روایت کو نہ لکھا جائے۔ اور اس سے روایت نہ لی جائے "

(تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۱۰، ص ۳۹۷ -
تحت بیناء بن ابی بیناء) -

علماء کبار کی مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت ہوا کہ بیناء کی یہ روایت بے اصل ہے اور اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

تنبیہ :-

مروان اور اس کے والد حکم کے سلسلہ میں اس قسم کے لعن طعن کی روایات کئی انواع کی صورت میں راویوں نے چلا دی ہیں ان کا شمار کر کے احتساب کرنا ایک بڑی طویل بحث ہے۔ ہم نے بطور نمونہ اس نوع کی چند روایات ناظرین کی خدمت میں پیش کر کے ان پر کلام کر دیا ہے کہ بعض روایات تو مدعا کو ثابت نہیں کر سکتیں اور بعض دوسری مرویات غیر معتبر راویوں کی وجہ سے بے اصل ہیں۔

(۳)

مذمّت کی روایات عُلماء کی نظروں میں

"صحابۂ بنو امیّہ" اور ان کے ہم نوا اصحاب کے متعلق بعض روایات میں مذمّت اور تنقیص دستیاب ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں کبار علماء نے روایات کے اس قسم کے ذخیرہ پر بڑا عمدہ کلام کر دیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ہم ذیل میں اس کو نقل کرتے ہیں تاکہ "صحابۂ بنو امیہ" کے خلاف مرویات کا ایک گونہ جائزہ لیا جا سکے اور شبہ ہٰذا کے تحت جو بغض ولعن وغیرہ کی روایات ذکر کی گئی ہیں ان کا یکجا تجزیہ ہو سکے۔

ا۔۔۔۔۔ علامہ ابن قیمؒ نے اپنی تصنیف "المنار المنیف فی الصحیح والضعیف" کے فصل سینتیس[۳۷] میں مذکورہ روایات پر عجیب بحث کی ہے۔ ناظرینِ کرام کے لیے اس میں سے چند جملے نقل کیے جاتے ہیں:۔

"۔۔۔۔۔ ومن ذالك الاحاديث فی ذم معاوية۔ وكل حديث فی ذمّه فهو كذب۔ وكل حديث فی ذم عمرو بن العاص فهو كذب۔ وكل حديث فی ذم بنی اميّة فهو كذب ۔۔۔۔۔ وكذالك احاديث ذم الوليد و ذم مروان بن الحكم"

"یعنی ان جعلی روایات میں سے وہ احادیث ہیں جو امیر معاویہ کی تنقیص میں منقول ہیں اور ہر وہ حدیث جو ان کی مذمت میں ہے دروغ اور جھوٹ ہے۔"

اسی طرح ہر وہ حدیث جو عمروؓ بن العاص کی مذمّت میں ہے جھوٹ ہے اور ہر وہ حدیث جو بنی امیّہ کی مذمت میں ہے وہ دروغ ہے۔

..... اسی طرح وہ احادیث جو ولید اور مروان بن الحکم کی مذمّت میں ہیں جعلی ہیں۔"

(المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن قیّم
فصل سینتیس، ص ۱۱۷۔ مطبوعہ حلب)

(۲) ــــ ملّا علی قاریؒ نے بھی اسی طرح ان مذمّت و تنقیص اور لعن طعن پیش کرنے والی روایات کے متعلق یہ ذکر کیا ہے کہ:۔

" ومن ذالك الاحادیث فی ذم معاویة وذم عمرو بن العاص
وذمّ بنی امیّة ..... وذم مروان بن الحکم ... الخ۔"

"یعنی ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ ان جعلی روایات میں وہ احادیث ہیں جو امیر معاویہؓ کی مذمّت میں اور عمروبن العاص (صحابی) کی مذمّت میں ہیں اور قبیلہ بنی امیّہ کی مذمّت میں ہیں ..... اور اسی طرح مروان بن الحکم کی مذمت میں مرویات بھی جعلی ہیں۔"

۱ ــــ موضوعات ملّا علی قاری، ص ۱۰۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی
فصل ومما وضعه جهلة المنتسبین الی السنة۔

۲ ــــ الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ، ص ۴۷۷ یعنی
موضوعات کبیر ملّا علی قاری۔ مطبوعہ بیروت لبنان۔

۳ ــــ کوثر النبیؐ از مولانا عبد العزیز پرہاروی (حصّہ دوم)
تحت بحث احادیث موضوعہ (قلمی)

ــــ اس فن کے مشاہیر علماء نے اُمّتِ مُسلمہ پر واضح کر دیا ہے کہ بنی امیّہ کے مشہور مشہور حضرات کے حق میں لعن طعن و مذمّت و تنقیص دکھلانے والی روایات راویوں نے از خود تصنیف فرما کر قوم میں نشر کر دی ہیں۔ اب اس قسم کے ذخیرہ روایات

پر نظر کرنے سے لوگوں کو کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ان کے حق میں بدظنی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ علماء نے "احقاقِ حق" کا اپنا فریضہ خوب ادا فرمایا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص حق بات کو قبول نہیں کرتا اور خواہ مخواہ "زیغ عن الحق" کی راہ اختیار کرتا ہے۔ تو یہ "تعصب" ہو گا جس کا انجام بخیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے والحقّ احقّ ان یّتبّع"، یعنی حق بات اس کی زیادہ حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔

———(۴)———

مذکورہ روایات عقل و درایت کی روشنی میں

اس سلسلہ میں اس مسئلہ پر غور کرنا ہے کہ اگر الحکم اور اس کی اولاد مروان وغیرہ پر لعن طعن کی مذکورہ بالا روایات درست ہیں اور اگر (لسانِ نبوت) سے الحکم اور اس کی اولاد ملعون ہے تو پھر مندرجۂ ذیل چیزیں کیسے صحیح ہوئیں۔ مثلاً:۔

۱۔ حضرت عثمانؓ کی طرف سے مروان کو اپنا داماد کیسے بنایا گیا؟

۲۔ حضرت عثمانؓ نے مروان کو اپنا کاتب کیسے تجویز فرما دیا؟

۳۔ حضرت عثمانؓ نے مروان کو "بحرین" کا حاکم اور والی کیسے بنا دیا؟

۴۔ حضرت عثمانؓ نے الحکم کو مع اس کی اولاد کے مدینہ میں قیام کی کیسے اجازت دے دی؟ کیا حضرت عثمانؓ کو حضور علیہ السلام کے یہ لعن طعن کے فرمودات معلوم نہیں تھے؟ یا پھر ان فرامینِ نبوت سے متاثر نہ ہوئے؟ کونسی بات درست ہے؟ حضرت عثمانؓ کی دیانتداری و جاں نثاری کے مقام کو مدنظر رکھیں۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں۔

۔ اگر یہ خاندان زبانِ رسالت کے ذریعے لائقِ نفرت، قابلِ حقارت اور

لعن کا مورد ہے تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے قبیلہ بنو امیّہ (جس کی الحکم اور اس کی اولاد ایک بڑی شاخ ہے) کے حق میں مذکورہ بالا فضیلت ومنقبت کے اقوال کیسے فرما دیئے اور ان کے عمدہ خصال کس طرح شمار کر دیئے؟

۶ - نیز حضرات حسنینؓ نے جنگ جمل میں مروان کی گرفتاری پر مروان کو رہا کرانے کے لیے حضرت علیؓ کے ہاں سفارش کس طرح کر دی؟ اور پھر حضرت علیؓ نے اس کے حق میں سفارش کیسے منظور فرمائی؟

۷ - سہلؓ بن سعد (صحابی)، علی بن الحسین ہاشمی (یعنی زین العابدین تابعی، عُروہ بن زُبیر تابعی، سعید بن المسیب تابعی وغیرہم اکابرینِ اُمت نے مروان کی دیانت پر کیسے اعتماد کیا۔ اور اس سے روایاتِ حدیث کیسے حاصل کیں؟

۸ - امام مالکؒ نے اپنے "مؤطا" میں مسائلِ شرعی میں اعتماد کرتے ہوئے مروان سے متعدد مسائل کیسے نقل کر دیئے؟

۹ - امام محمد بن حسن الشیبانی نے اپنے "مؤطا" میں مروان سے بہت سے مسائلِ شرعی کیسے نقل کر دیئے؟

۱۰ - مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ طیبّہ پر ایسے مروان کا نائب مناب اور قائم مقام ہونا کیسے گوارا کرتے تھے؟

۱۱ - حضرت سیدنا زین العابدین کا قول اُموی خلفاء کے حق میں کیسے صحیح ہُوا؟ جب کہ ایک شخص کے جواب میں آپ نے فرمایا:-

"بل نصلّی خلفهم ونناکحهم بالسنة"

"یعنی ہم بنی اُمیّہ خلفاء کے پیچھے نمازیں پڑھیں گے اور ان کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق سُنت کے مطابق قائم کریں گے"

۱۲ - سیدنا زین العابدینؓ کے حق میں علامہ زہری کا قول کس طرح صحیح ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ احسنهم طاعةً احبّهم الی مروان وعبد الملك بن مروان۔

یعنی اہل بیت حضرات میں سے سیدنا زین العابدینؓ مروان و عبد الملک بن مروان کے نہایت عمدہ تابعدار ہیں اور ان کی طرف زیادہ محبت رکھنے والے ہیں۔

۱۳ - مزید تدبّر فرمائیے۔ اگر بالفرض فرمانِ نبوی کے اعتبار سے بنی امیّہ مذموم و مبغوض ہیں اور خصوصاً الحکم اور اس کی اولاد مروان وغیرہ ملعون ہے تو پھر ایسے منحوس خاندان کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؓ کی اولاد شریف نے رشتہ داری کے نسبی تعلقات کیسے قائم فرما دیئے؟ اور لطف یہ کہ متعدد رشتے حضرت علیؓ کی اولاد نے مروان کی اولاد کو دیئے ہیں ان سے یہ نہیں مثلاً:-

(۱) ـــــ رملہ بنت علی بن ابی طالبؓ مروان کے بیٹے معاویہ کے نکاح میں تھی۔

(۲) ـــــ حسن مثنیٰ کی لڑکی (زینب) مروان کے پوتے ولید بن عبد الملک بن مروان کے نکاح میں تھی۔

(۳) ـــــ امام حسنؓ کی پوتی (نفیسہ بنت زید بن امام حسنؓ) مروان کے پوتے ولید بن عبد الملک بن مروان کے نکاح میں تھی۔

(۴) ـــــ امام حسنؓ کی پوتی (خدیجہ بنت الحسین بن حسنؓ) مروان کے بھائی الحارث بن الحکم کے پوتے اسمٰعیل بن عبد الملک بن الحارث کے نکاح میں تھی۔ اسی خدیجہ کو امّ کلثوم کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

(۵) ـــ خدیجہ مذا کے نکاح کے بعد ان کی چچا زاد بہن (حمادہ بنت الحسن المثنیٰ بن امام حسنؓ) مروان کے حقیقی بھائی الحارث بن الحکم کے پوتے اسمٰعیل بن عبد الملک بن الحارث کے نکاح میں تھیں۔

مذکورہ بالا امور کے حوالہ جات قبل ازیں امیر معاویہؓ اور مروان کے حالات میں

دے دیئے گئے ہیں، رجوع فرماکر تسلّی کی جاسکتی ہے۔

قابلِ غور یہ بات ہے کہ کیا حضرت علیؓ کی اولاد نے نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے یہ تمام فرمودات (جن میں بغض۔کراہت۔لعن وغیرہ مذکور ہے) یکسر فراموش کرتے ہوئے خاندان مروان سے دائمی تعلقات رشتوں کی صورت میں اُستوار کر لیے۔ یا یہ روایات ان کے دَور میں ان لوگوں کے سامنے ہی نہیں آئی تھیں۔بلکہ بعد میں راویوں نے اپنے اپنے مقاصد کی خاطر تصنیف فرماکر قوم میں نشر کر دیں۔

ناظرین کرام میں بڑے بڑے فہیم، ذہین، فطین، ذکی، مفکر موجود ہیں۔ہم نے گویا اس مسئلہ کی مختلف جوانب پیش کر دی ہیں۔منصفانہ غور و خوض فرماکر امید ہے بہتر نتائج خود برآمد کر سکیں گے۔ہماری طرف سے صرف اتنی گذارش ہے کہ گروہی تعصّب سے بالاتر ہو کر غور فرما دیں۔

بحث مروان کا خاتمہ

مروان بن الحکم کے لیے پہلے مختصر حالات دیئے گئے۔ اس کے بعد مروان کے متعلقہ چند ایک مشہور مشہور اعتراضات کے جوابات پیش کیے ہیں۔ان دونوں بحثوں میں کما حقہٗ علمی مواد ہم نہیں پیش کر سکے۔بعض تاریخی کتب (مثلاً تاریخ بلدہ دمشق کامل لابن عساکر وغیرہ) ہمیں حاصل نہیں۔ اس وجہ سے یہ بحثیں نامکمل ہیں۔تاہم مالا یدرک کلّہٗ لایترک کلّہٗ کے قاعدہ کے موافق جو کچھ ماحضر تھا وہ پیش کر دیا گیا۔

——— قبل ازیں بحث ہٰذا کی ابتدا میں بھی ذکر کیا گیا۔اب دوبارہ آخر بحث میں لکھا جاتا ہے کہ کسی مسئلہ میں بھی افراط و تفریط مناسب نہیں ہوتی۔اس بناء پر مروان کے معصوم عن الخطاء اور غلطی سے مبّرا ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔

بہت ممکن ہے کئی مواقع میں مروان سے غلطی ہوئی ہو لیکن ساتھ ہی مروان کی خوبیوں کو اور دینی وقومی خدمات کو یکسر ختم کر کے اس کی خامیوں کی داستانیں نشر کرنا بھی کوئی "کارِ خیر" نہیں اور نہ اسلام و دین کی یہ کوئی بہترین خدمت ہے۔

سلف صالحین کے طریقہ پر "خذ ما صفا و دع ما کدر" پر عمل کرنا مناسب ہے حق بات کو حق کہنا، غلط بات کی حمایت نہ کرنا یہ اسلم طریق ہے اور تعصّب سے اجتناب کی بہترین صورت ہے۔ اگر قبول خاطر ہو جائے۔

بحث ثالث

بحث ہٰذا میں اس مسئلہ کو دو طریقہ سے پیش کیا جاتا ہے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ معلوم کیا جائے "اقربا نوازی" کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ شرعاً کس طرح محمود اور صحیح ہے؟ اور کن کن صورتوں میں مذموم اور قبیح ہے؟

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ واقعات کے اعتبار سے اس مسئلہ کو معلوم کیا جائے اور دورِ عثمانی سے پہلے گذشتہ ادوار عہدِ نبوی، عہدِ فاروقی اور مابعد والے ایام (عہدِ مرتضوی) میں غور و فکر کر لیا جائے کہ ان ایام میں رشتہ داروں کو مناصب دینے میں کیا طرز اختیار کیا گیا؟ اور عہدہ جات تقسیم کرنے میں قبیلہ داری کی رعایت رکھی گئی؟ یا قریبیوں کو حکومت کے مناصب سے الگ رکھا گیا؟ ان ہر دو طریق سے مسئلہ ہٰذا خوب واضح ہو جائے گا۔

طریقِ اوّل

شریعت میں اقرباء کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) ـــــ وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ ... الخ

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان اور بھلا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتامیٰ اور مساکین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (قرآن مجید۔ پارہ پنجم۔ باؤ اوّل)

(۲) —— اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔

"یعنی اللہ تعالیٰ امر کرتے ہیں انصاف کرنے کے ساتھ اور احسان کرنے کے ساتھ اور رشتہ داروں کو ان کے حقوق دینے کے ساتھ اور منع فرماتے ہیں بے حیائی کے کاموں سے اور بُرے کاموں سے اور زیادتی کرنے سے۔"
(پارہ ۱۴۔ پاؤ چہارم)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

"عن ابن عمرؓ ان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال ابرّ البرّ ان یصل الرجل ودّ ابیہ (بعد ان یولّی)

یعنی کامل صلہ رحمی یہ ہے کہ اپنے والد کے بعد اس کے احباب کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھّا معاملہ کیا جاتے۔

(۱) —— مسلم شریف، ج ۲، ص ۳۱۴۔ باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام ونحوھما۔ طبع نور محمدی دہلی

(۲) —— ابو داؤد شریف، ج ۲، ص ۳۵۲۔ باب فی برّ الوالدین۔ طبع مجتبائی دہلی۔

اسی طرح بہت سی نصوصِ شرعیّہ میں اقرباء کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھنے کی تاکید ہے۔

لہٰذا حضرت عثمانؓ نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ عہدہ اور منصب کے معاملہ میں اگر رعایت فرمائی ہے تو یہ شرعی احکام کے موافق ہے۔ طریق شریعت کے برخلاف نہیں۔

"اقربا نوازی" کے مذموم اور ناجائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ غیر کے حق کو

دبا کر اپنے قریبی کو دے دیا جائے ۔ اسی طرح دوسرے شخص کے حق کو ضائع کر کے اس کی اجازت کے بغیر اپنے رشتہ دار کو مستحق قرار دیا جائے ۔ یہ طریق کار شریعت میں قبیح شمار کیا جاتا ہے ۔

اگر یہ صورت نہ ہو تو رشتہ دار کو منصب عطا کرنے میں کچھ سقم نہیں بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو ۔

طریقِ ثانی

اس طریقہ کے متعلق ناظرین کرام کی خدمت میں دَورِ نبوی کے چند اہم مناصب اور عہدے پہلے ذکر کیے جاتے ہیں جو سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں (بنو امیّہ اور بنو ہاشم) کو عنایت فرماتے تھے ۔ اس کے بعد دورِ فاروقی اور اس کے بعد عہدِ مرتضوی کے مناصب ذکر کیے جائیں گے جو انہوں نے اپنے اقرباء کے لیے تجویز فرماتے تھے ۔ تاکہ اس مسئلہ کو اہلِ فہم و فکر حضرات واقعات کی شکل میں حل فرما سکیں ۔ اور باقی اَدوار کے ساتھ عثمانی دَور کا تقابل و توازن بھی قائم کر سکیں ۔

دَورِ نبوی میں اُقرباء کیلئے مناصب دہی کے چند واقعات

اوّل ــــــ حضور علیہ السّلام نے اپنے داماد حضرت عثمان بن عفان کو اپنے دورِ رسالت میں کئی اہم مناصب اور عہدوں پر فائز فرمایا ۔ مثلاً :-

۱ ۔ کتابتِ وحی کا عہدہ انہیں عنایت فرمایا گیا اور کاتبانِ وحی میں حضرت عثمانؓ شامل تھے ۔

۱ ۔ زاد المعاد لابن قیمؒ ج ۱ ص ۳۰ فصل فی کتّابہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

۲- السیرۃ النبویہ لابن کثیر، ج ۴، ص ۶۹۱- تحت
کتّاب الوحی وغیرہ بین یدیہ -

۳- سیرۃ الحلبیّۃ، ج ۳، ص ۳۶۴- باب ذکر المشاہیر
من کتّابہ صلّی اللہ علیہ وسلّم -

۴- جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۶- تحت کتّابہٖ صلّی اللہ
علیہ وسلّم -

۲- صلح حدیبیہ کے موقعہ پر قریش مکّہ کی طرف حضرت عثمانؓ کو حضور علیہ السلام نے اپنا سفیر بنا کر روانہ فرمایا -

حضرت عثمانؓ کی یہ سفارت صحاح ستہ اور سیرت کی عام کتابوں میں غزوۂ حُدَیبیہ اور صلح حُدَیبیہ کے موقعہ پر مذکور ہے -

(مشکوٰۃ شریف، باب مناقب عثمان الفصل
الثانی والثالث، ص ۵۶۱-۵۶۲ طبع نور محمدی دہلی)

۳- حضور علیہ السّلام نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو غالباً ایک بار مدینہ شریف پر اپنا نائب بنایا تھا اور حضرت عثمانؓ کو متعدد دفعہ مدینہ طیّبہ پر اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنایا - ایک دفعہ غزوۂ ذات الرّقاع میں مدینہ پر اپنا خلیفہ بنایا - دوسری دفعہ غزوۂ غطفان میں اپنا قائم مقام بنایا -

"...... استخلف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم علی المدینۃ فی غزوتہٖ الیٰ ذات الرقاع عثمانؓ بن عفان واستخلفہٗ ایضاً علی المدینۃ فی غزوتہٖ الیٰ غطفان ... الخ"

(۱) ــــ طبقات ابن سعد، ج ۳- ص ۳۹- قسم اوّل تحت
ذکر اسلامِ عثمانؓ - طبع اوّل لیدن -

(۲) ـــــ منہاج السُنّہ لابن تیمیہؒ، ج ۳، ص ۱۶۔

اگر بالفرض کسی صاحب کو حضرت عثمانؓ کی مذکورہ متعلقہ چیزوں میں "المصادرۃ الی المطلوب" پائے جانے کا شبہ نظر آئے تو ان کی بجائے مندرجہ ذیل بنی امیّہ کے قریبی اشخاص کے مناصب کو سامنے رکھیں اور مسئلہ میں غور فرمائیں۔

دوم ـــــ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ جو حضرت امیر معاویہؓ کے والد ہیں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بڑے باعزت صحابی ہیں۔ فتح مکّہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔ بنی امیّہ کے سرداروں میں سے ہیں۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ان کا قریبی رشتہ یہ ہے کہ حضور علیہ السّلام کی حرم محترم امّ المومنین ام حبیبہؓ یعنی رملہ بنت ابی سفیان کے والد شریف ہیں۔ ابو سفیان کے حضور علیہ السّلام داماد ہیں اور وہ ان کے خُسر ہیں۔ یہ مسئلہ اسلامی تاریخ کے مسلّمات میں سے ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے یہ زمانۂ جاہلیّت میں بھی دوست تھے۔ فتح مکہ کے روز حضرت عباسؓ کی ترغیب سے ایمان لائے تھے اور بعد از اسلام بھی خاص ہم نشین اور مصاحب رہے۔

نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابو سفیانؓ کو کئی منصب اور عہدے عطا فرمائے اور کئی اہم ذمّہ داریاں ان کے سپرد فرمائیں۔ ان میں سے ذیل میں صرف چند چیزیں بالاختصار پیشِ خدمت ہیں جو مضمون بالا کے مناسب ہیں۔ مثلاً

اوّل۔ نجران کا حاکم ہونا نجران کے علاقہ پر حضور علیہ السّلام نے ابو سفیان کو عامل اور حاکم بنایا۔

"واستعملہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم علی نجران"

(۱) ـــــ کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۲۲۔ تحت ولد حرب بن امیّہ۔

(۲)ــــ کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی، ص ۱۲۶ تحت امراء رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

(۳)ــــ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۶۲ تحت عمّالِ نبوی۔

دوم۔ بُت شکنی کے لیے روانگی قبیلہ بنی ثقیف جب اسلام لائے، ان میں ایک بُت نصب تھا جس کو وہ گرانا نہیں چاہتے تھے لیکن سید الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس بُت شکنی کے لیے حضرت ابوسفیانؓ اور مغیرہؓ بن شعبہ کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے اس کو گرا کر پاش پاش کر دیا۔

"۔۔۔۔ فابی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم الا ان یبعث ابا سفیان بن حرب والمغیرۃ بن شعبۃ فیھدماھا"

(۱)ــــ سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۴۰ - ۵۴۱ تحت حالات وفد ثقیف۔

(۲)ــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۵، ص ۳۰ - ۳۳ تحت قدوم وفد ثقیف علیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

سوم۔ ادائیگی قرض قبیلہ بنی ثقیف میں عروۃ نامی اور الاسود نامی دو مقروض شخص تھے ان کے قرضہ کو اُتارنے کے لیے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوسفیان کو منتخب فرمایا تاکہ وہاں سے مال لے کر ان دونوں کے قرض کو اُتار دیں۔ پس حضرت ابوسفیانؓ نے حسبِ فرمانِ نبوی ان کا قرض ادا کیا۔

ــــ فامر رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ابا سفیان ان یقضی دین عروۃ والاسود من مال الطاغیۃ فلما جمع

المغيرة مالها قال لابی سفیان ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قد امرك ان تقضی عن عروۃ والاسود وبنهما فقضی عنهما ۔"

(سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۴۲ تحت امر وفد ثقیف واسلامها)

چہارم: تقسیمِ مال ایک دفعہ مکہ مکرّمہ میں سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مال ارسال فرمایا جو قریشِ مکہ میں تقسیم کرنا مقصود تھا۔ وہ حضرت ابوسفیان کی تحویل میں دیا گیا اور ان کے ذریعے قریشِ مکّہ میں تقسیم ہوا۔ یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کو عمرو بن فغواء نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"دعانی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وقد اراد ان یبعثنی بمال الی ابی سفیانؓ یقسمه فی قریش بمکة بعد الفتح ..... فمضینا حتیٰ قدمنا مکة فدفعت المال الیٰ ابی سفیان ... الخ"

(۱) ــــــ طبقات ابن سعد، ص ۳۲-۳۳، ج ۴، قسم ثانی۔ طبع لیدن تحت عمرو بن فغواء۔

(۲) ــــــ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱۰، ص ۱۲۹، کتاب آداب القاضی۔ باب الاحتیاط فی قرأۃ الکتاب

تنبیه: حضرت ابوسفیانؓ کے حق میں بہت سے مناقب وفضائل حدیث وسیرت وتاریخ اسلامی کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور ان کے مجاہدانہ کارنامے وملّی خدمات بہت کچھ دستیاب ہیں (ہم نے یہاں ان میں سے صرف چار عدد ذکر کر دیئے ہیں) ان کی تمام دینی خدمات اور مساعی پر تعصب دُور کر کے منصفانہ نظر

کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت موصوف کے خلاف جو کچھ مواد روایات میں دکھائی دیتا ہے (خواہ طبری میں ہو یا جزری وغیرہ میں) وہ واقعے کے اعتبار سے صحیح نہیں اور فنی تجزیہ کی روشنی میں وہ مرویات عموماً سنداً مجروح و مقدوح ہیں۔ یا پھر وہ معروف روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے متناً منکر ہیں یا شاذ ہیں ان صورتوں سے خالی نہیں۔

——— اور جن حضرات نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے کردار کو خراب کرنے اور ان کے دینی مقام کو گرانے والی مرویات کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے نہ مقام صحابہؓ کا لحاظ کیا ہے نہ عظمتِ صحابہؓ کو ملحوظ رکھا ہے، نہ شانِ صحابہؓ کی رعایت کی ہے۔ بلکہ ان روایات کے حق میں فنی تجزیہ کرنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں فرمائی تاکہ ان پر ان کا سقم واضح ہو سکتا اور درایت کے اعتبار سے اس مواد کا ملاحظہ ہی نہیں کیا کہ اس کا واقعات کے برخلاف ہونا معلوم ہو سکتا۔ قبائلی تعصب، خاندانی نفرت، نسلی امتیازات کے یہ کرشمے ہیں ورنہ ان چیزوں کو نقلاً و عقلاً جانچ لینے سے کوئی بات مانع نہیں تھی۔

(ہداہم اللہ تعالیٰ خیر الہدایہ وعافاہم عن العصبیّنہ)

سوم ——— حضرت ابوسفیانؓ کے لڑکے یزید بن ابی سفیان ہیں جو امیر معاویہؓ کے بڑے بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار ہیں یعنی حضرت کے حرم محترم ام المومنین ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ کے برادر ہیں۔ اس صورت میں یزید بن ابی سفیانؓ آپؐ کے برادرِ نسبتی ہوئے اور حضور علیہ السلام ان کے بہنوئی ہوئے۔ بڑی عمدہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لاتے تھے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ حنین میں شریک ہوئے اور ان کو آپؐ نے غزوہ حنین سے بہت سا مال عنایت فرمایا تھا۔

سیرت اور اسلامی تاریخ کے علماء نے ان کو "یزید الخیر" کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۱) ـــــ طبقات ابن سعد، ج ۷، ق ۲، ص ۱۲۷۔ تحت
ذکر یزید بن ابی سفیان اموی۔

(۲) ـــــ البدایہ، ج ۷، ص ۹۵: تذکرہ یزید بن ابی سفیان
تحت ۱۸ھ۔ طبع اوّل۔

یزید بن ابی سفیانؓ کو نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی لیاقت اور صلاحیّت کی بنا پر اپنے عہدِ نبوت میں متعدد اعزاز بخشے اور کئی مناصب ان کو نصیب ہوئے مثلاً:

(۱) ـــــ یزید بن ابی سفیانؓ کا شمار کاتبانِ وحیِ نبوت میں کیا گیا اور علماء نے کاتبانِ وحی کا شمار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"۔۔۔۔۔ ومعاویۃ بن ابی سفیانؓ ای واخوہ یزید۔۔۔ الخ"

(۱) جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۶
تحت کتّابہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۳۴۶۔ باب ذکر
المشاہیر من کتّابہ صلّی اللہ علیہ وسلّم)

(۲) ـــــ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یزید بن ابی سفیان کو قبیلہ بنی فراس کے صدقات پر عامل و حاکم بنایا۔ وہ قبیلہ ان کے ننھیال کا تھا۔

ـــــ یزید بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیّہ بن عبد شمس القرشی الاموی امیر الشام واخو الخلیفہ معاویۃ کان من فضلاء الصحابہ من مسلمۃ الفتح۔
واستعملہ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم علیٰ صدقات بنی فراس وکانوا اخوالہ۔۔۔ الخ"

(۱) ـــــ الاصابہ معہ الاستیعاب، ص ۶۱۹، ج ۳۔
تحت یزید بن ابی سفیانؓ۔

(۲) ـــــ اسد الغابہ، ص ۱۱۲، ج ۵۔ تحت یزید مذکور

(۳) ــــ اور ابو جعفر بغدادی نے کتاب المحبّر میں لکھا ہے کہ آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یزید بن ابی سفیانؓ کو تیماؔ کے علاقہ پر بھی امیر بنایا تھا۔

ــــ ویزید بن ابی سفیانؓ (امّرہٗ) علیٰ تیما... الخ ''

(کتاب المحبّر، ص ۱۲۶ - تحت امراء رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم)

چہارم ــــ حضرت ابوسفیانؓ کے لڑکے امیر معاویہؓ مشہور و معروف صحابی ہیں اور نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ یعنی حضرت کے حرمِ محترم امّ المومنین امّ حبیبہ بنت ابی سفیانؓ کے بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو آنجناب کے برادرِ نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے اور دوسری یہ بات ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہم زلف بھی ہیں یعنی امّ المومنین امّ سلمہؓ کی بہن قریبۃ الصغریٰ امیر معاویہؓ کے نکاح میں تھیں جیسا کہ قبل ازیں بحث ثانی میں نسبی روابط کے تحت تفصیلاً ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۱) ــــ نسب قریش لمصعب الزبیری ص ۱۲۳-۱۲۴- تحت ولد ابی سفیان بن حرب۔

(۲) ــــ کتاب المحبّر ص ۱۰۲ - طبع حیدر آباد دکن۔

(۱) ــــ امیر معاویہؓ کو نبی اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم نے ''کتابت'' کے عہدہ پر فائز فرمایا ہوا تھا۔ دیگر کاتبانِ وحی کے ساتھ ان کا شمار تھا جیسا کہ علماء سیرت نگار نے ذکر کیا ہے۔

البتہ علاّمہ ابنِ حزم اور علی بن برہان الدین الحلبی وغیرہما نے مزید تصریح کر دی ہے کہ زید بن ثابت انصاریؓ اور (فتح مکہ کے بعد) امیر معاویہؓ آنحضرت رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں کتابت کے لیے حاضر باش خادم تھے۔ جیا ہے

وحی کی کتابت ہو خواہ غیر وحی کی ہو۔

"۔ ۔ ۔ وکان زید بن ثابت من الزم الناس لذالك ثم تلاه معاویۃؓ بعد الفتح فکانا ملازمین للکتابۃ بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الوحی وغیر ذالك لا عمل لهما غیر ذالك۔

ا ــــ جوامع السیرۃ لابن حزم الاندلسی، ص ۲۷۔
تحت کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲ ــــ سیرۃ الحلبیۃ، ج ۳۔ ۳۶۴۔ باب ذکر المشاہیر
من کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) ــــ عہدِ نبوی میں بعض اوقات حضرت امیر معاویہؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو قطعہ اراضی دینے کے لیے بھی روانہ فرمایا تھا۔ چنانچہ وائل بن حجر کو حضرت امیر معاویہؓ کے ذریعے زمین عنایت فرمائی گئی تھی۔ قبل ازیں یہ واقعہ بحث اوّل کے عنوان "الشام" کی ابتدا میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۱) ــــ تاریخ کبیر امام بخاری۔ ص ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ جلد رابع
القسم الثانی۔ تحت وائل بن حجر۔

(۲) ــــ اسد الغابہ، ج ۵ ص ۸۱۔ تحت وائل بن حجر۔

(۳) ــــ الاصابہ، ج ۳، ص ۵۹۲ ذکر وائل بن حجر۔

حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ داران (جو بنی امیہ سے ہیں) کے چند مناصب ہم نے ذکر کیے ہیں جو ان کو عہدِ نبوت میں دیئے گئے۔ اب ذیل میں وہ چند عہدے ذکر کیے جاتے ہیں جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ دارانِ بنی ہاشم کو عنایت فرماتے تھے۔

دورِ نبوی میں بنی ہاشم کے عہدہ جات

(۱)۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد برادر حضرت جعفر طیارؓ کو غزوۂ موتہ ۸ھ میں امیرِ لشکر بنا کر بھیجا تھا۔ انکے ساتھ عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہؓ کو بھی یکے بعد دیگرا امیر مقرر فرمایا تھا۔

(۲)۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے آخری ایام ۷ھ میں جس موقعہ پر فتح خیبر ہوئی تھی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کو امیرِ لشکر مقرر کر کے روانہ فرمایا۔

(۳)۔ نیز حضرت علی المرتضیٰؓ کو یمن کے علاقہ پر ۱۰ھ میں ایک دفعہ حاکم تجویز فرما کر ارسال کیا تھا۔

(۴) غزوۂ تبوک ۹ھ کے موقعہ پر جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ ہذا میں تشریف لے گئے تو حضرت علیؓ المرتضیٰ کو وقتی طور پر خانگی امور کے لیے مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنایا تھا۔

یہ واقعات چونکہ سیرت طیبہ اور اسلامی تاریخ کے مشہور اور مسلمات میں ہیں اس بنا پر حوالہ جات درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور مضمون میں طوالت سے اجتناب کرنا بھی خصوصاً مطلوب ہے۔

مندرجات بالا کے ذریعے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے دورِ مبارک میں آنجنابؐ نے اپنے بنی امیہ رشتہ داروں اور بنی ہاشم اقربا کو موقعہ بہ موقعہ عہدے اور مناصب عنایت فرماتے۔ مذکورہ بالا تمام واقعات میں یہ تعامل اور کارکردگی مسئلہ ہذا کو واضح کرتی ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ بن عفان نے بعض اقربا کو مناصب دینے کے سلسلہ میں کوئی جدید طرز اختیار نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ میں حضرت عثمانؓ کا طرزِ عمل نبویؐ طریقہ کے مطابق تھا۔

———— نیز واضح ہوا کہ اِس مسئلہ میں حضرت عثمانؓ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی ان کا یہ کام شرعاً و اخلاقاً و سیاستہً غلط تھا اور امام المزکین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد (حضرت عثمانؓ) کو مسئلہ ہذا میں غلط کار و خطاکار قرار دینے سے بہ زیادہ سہل ہے کہ انہیں غلط کہنے والوں کو غلط کار اور خطاوار تصور کیا جائے۔

عہدِ فاروقی میں اقربا نوازی

(۱)۔ حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنے قریبی رشتہ دار قدامہ بن مظعون کو بحرین کا والی و حاکم بنایا۔ قدامہؓ حضرت عمرؓ کی لڑکی حفصہؓ (جو ام المومنین ہیں) اور ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرؓ کے ماموں تھے۔

"...... ان عمر بن الخطابؓ استعمل قدامة بن مظعون على البحرین وھو خال حفصةؓ وعبد اللہ بن عمرؓ"

۱۔ المصنف لعبد الرزاق جز ۹ ص ۲۴۰-۲۴۱-
باب من حد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ۱ ص ۱۲۴ تحت تسمیة عمال عمر بن الخطاب۔

(۲) ــــ حضرت عمرؓ کے قبیلہ بنی عدی سے ایک بزرگ النعمان بن عدی ہیں وہ حبشہ کے مہاجرین میں سے تھے۔ ان کو حضرت عمرؓ نے میسان کے علاقہ کا والی بنایا تھا۔ اگرچہ بعد میں اس منصب سے الگ کر دیا گیا۔

ــــ وانہ من مہاجرة الحبشة وولی عمر النعمان ھذا میسان۔

(الاصابہ لابن حجر ج ۳ ص ۳۵ تحت حرف النون (النعمان بن عدی)

عہدِ مرتضوی میں خویش نوازی

اسی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قریباً چھ عدد یا اس سے زیادہ اپنے رشتہ داروں کو اعلیٰ مناصب دیئے اور مختلف مقامات پر ان کو والی و حاکم بنایا۔

اوّل ــــ عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم:

حضرت علیؓ نے اپنے چچازاد برادر (عبید اللہ) کو یمن کے علاقے کا والی بنایا۔ ۳۶ھ اور ۳۷ھ میں ان کو حج کا امیر بھی مقرر کیا۔

(الیمن) .... واستعملہ علی بن ابی طالب علی الیمن وامرہ فحج بالناس سنة ۳۶ وسنة ۳۷ھ ومات عبید اللہ بالمدینة"

(۱) ــــ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱ ص ۱۸۴-۱۸۵ تحت تسمیة عمال علی بن ابی طالبؓ۔

(۲) ــــ کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۲۷ تحت ولد العباس بن عبد المطلبؓ۔

۳ ——— الاصابہ، ج ۲، ص ۳۰۴ تحت عبیداللہ
بن عباس -

دوم ——— قثم بن العباس بن عبدالمطلب :-

حضرت علیؓ نے اپنے چچا زاد بھائی قثم بن العباس کو مکہ شریف اور طائف کا والی بنایا -

(مکہ مکرمہ) . . . . . وولی قثم بن العباس فلم یزل علیہا (مکۃ) والیاً حتیٰ قُتِل عَلِیٌّ ؓ -"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۵ تحت تسمیۃ
عمّال علی بن ابی طالبؓ)

". . . . وکان علی مکۃ والطائف قثم بن العباس "

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳ در آخر ۳۷ھ)

اور اسی سال (۳۸ھ) میں قثم بن العباس نے حضرت علیؓ کی طرف سے لوگوں کو حج کرایا اور وہ ان دنوں حضرت علیؓ کی طرف سے مکہ شریف کے حاکم تھے "

(مکۃ مکرمۃ . . . . . وحج بالنّاس فی ھٰذا السنۃ (سنہ ۳۸ھ) قثم بن العباس من قبل علیؓ علیہ السلام . . . . وکان قثم یومئذٍ عامل علیؓ علیٰ مکۃ . . . . الخ "

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۷۷ - در آخر سن
۳۸ھ)

——— مزید یہ بات بھی علماء نے لکھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے چچا زاد برادر معبد بن العباس بن عبدالمطلب کو بھی مکہ شریف کا والی بنایا تھا - چنانچہ دارقطنی کی کتاب الاخوۃ کے حوالہ سے درج ہے کہ :-

"........ وذكر الدارقطني في كتاب الاخوة
ان علياً ولاه مكة"

(الاصابہ لابن حجر، ج ۳، ص ۴۵۷، تحت معبد بن العباس بن عبد المطلب ؓ ۸۳۳۰)

——— مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہوا کہ مکہ شریف پر حضرت علی ؓ کی طرف سے متعدد والی یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے۔ ان میں قثم بن العباس اور معبد بن العباس دونوں ہاشمی حضرات تھے اور یہ چچا زاد برادر تھے۔

سوم ——— تمام بن العباس بن عبد المطلب :-

حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے اپنے ایام خلافت میں مدینہ شریف پر پہلے سہل بن حنیف کو والی بنایا۔ اس کے بعد ان کو معزول کر کے اپنے چچا زاد برادر تمام بن العباس کو مدینہ کا والی بنایا۔ (بعض لوگ اسی کو تمامہ بن العباس بن عبد المطلب کے نام سے بھی تعبیر کرتے ہیں)۔

"(المدينة الطيبة) ..... ثم عزله (سهل بن حنيف) وولى تمام بن العباس"

۱ - (تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۵۔ تحت تسمیہ عمال علی بن ابی طالب)

۲ - تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۹۳۔ در آخر ۳۷ھ

چہارم ——— عبداللہ بن العباس بن عبد المطلب :-

حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے بصرہ کے علاقہ پر اپنے چچا زاد برادر عبداللہ بن العباس کو والی و حاکم بنایا۔ جب ابن عباس باہر کہیں تشریف لے جاتے تو زیاد کو اپنا قائم مقام بناتے"

(البصرة) . . . . وولی عبد اللہ بن العباس فشخص ابن عباس
واستخلف زیاداً "

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۶۔ تحت تسمیۃ عمّال
علی بنؓ ابی طالب۔

" . . . . . وکان علی البصرۃ عبد اللہ بن العباس . . . الخ"
(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳۔ در آخر ۳۷ھ)

پنجم ـــــــ محمد بن ابی بکر:۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے متبنّیٰ محمد بن ابی بکر (جو کہ آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس سے حضرت ابوبکرؓ کا لڑکا تھا) کو مصر کا والی بنایا پھر وہ وہاں قتل کر دیا گیا:"

(مصر) . . . . فولی محمد بن ابی بکر فقتل بھا . . . . "

۱۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۸۶۔ تحت
تسمیۃ عمّال علی بنؓ ابی طالب۔

۲۔ تاریخ ابن جریر طبری، ج ۶، ص ۵۳۔ در آخر
سنہ ۳۷ھ۔

ایک تائیدی حوالہ

علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ، جلد ثالث میں مذکورہ بالا ہر پانچ اقارب مرتضوی کو یکجا ذکر کیا ہے اور اس مقام میں یہی مضمون مذکور ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ان پانچ قریبی رشتہ داروں کو ان کلیدی اسامیوں پر اپنے دورِ خلافت میں متعین فرمایا۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے بعینہٖ عبارت درج کی جاتی ہے۔

" . . . . . ومعلوم انّ علیاً ولی اقاربہ من قبل ابیہ و امّہ

كعبد الله وعبيد الله ابنى عباس فولى عبيد الله بن عباس على
اليمن وولى على مكة والطائف قثم بن العباس واما المدينة
فقيل انه ولّى عليها سهل بن حنيف وقيل ثمامة العباس و
اما البصرة فولّى عليها عبد الله العباس وولى على مصر ربيبهٔ
محمد بن ابى بكر الذى ربّاه فى حجره -

(منہاج السنہ، ج ۳، ص ۱۷۳، تحت جوابات
مطاعن عثمانی)

ششم ـــــ مذکورہ پانچ عزیزوں کے علاوہ ایک اور رشتہ دار یعنی
حضرت علیؓ کا خواہرزادہ (جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب القرشی المخزومی جس کی ماں کا نام
امِّ ہانیؓ بنت ابی طالب ہے) کو حضرت علی المرتضیٰ نے خراسان کے علاقہ کا والی بنایا۔

۱۔ "...... بعث على بعد ما رجع من صفين جعدة بن هبيرة
المخزومى وام جعدة ام هانى بنت ابى طالب الىٰ خراسان فانتهىٰ
الى ابرشهر"

(تاریخ ابن جریر طبری، ص ۵۳ - ج ۶ - آخر ۳۷ھ)

۲۔ "...... وولى خراسان لعلى ... الخ"

۱ــــ الاصابہ، ج ۱، ص ۲۳۸ تحت حرف الجیم ۱۱۶۱
(جعدہ بن ہبیرہ)

۲ــــ الاصابہ، ج ۱ ص ۲۵۸ تحت القسم الثانی ۱۲۶۵
(جعدہ بن ہبیرہ)

تائیدی حوالہ جات

(شیعہ کتب سے)

حضرت علیؓ کے دَور کے حکّام اور وُلاۃ (جو حضرت علیؓ کے قریبی رشتہ دار ہیں) کا مختصر سا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کیا گیا ہے جس میں تقریباً سات عدد اقرباءؓ مذکور ہوئے ہیں یعنی عبیداللہ بن عباس، قثمؓ بن عباس، معبدؓ بن عباس، تمامؓ بن عباسؓ عبدؓ اللہ بن عباس، محمدؓ بن ابی بکر اور جعدہ بن ہبیرہ۔

اب اس مسئلہ کی تائید میں شیعہ مورخین کی طرف سے ایک دو حوالے پیش خدمت ہیں۔ قدیم شیعی مؤرخ یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے عثمانؓ بن عفان کے حکام کو ابو موسیٰ اشعریؓ کے بغیر شہروں اور علاقہ جات سے معزول کر دیا اور اپنے چچا زاد برادر قثم بن عباس کو مکہ کا والی بنایا اور عبیداللہ بن عباس کو یمن کا والی بنایا۔"

——— وعزل علیؓ عمّال عثمانؓ عن البلدان خلا ابی موسیٰ الاشعری کلّمهٔ فیه الاشتر فاقرّہ وولّی قثم بن العباس مكة وعبيدالله بن العباس اليمن ..."

(تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی المعروف بیعقوبی $\frac{\text{۲۵۰ھ}}{\text{۲۵۹}}$) ج ۲ ص ۱۷۹۔ تحت خلافۃ امیر المومنین علی علیہ السّلام۔ جدید طبع بیروت)

——— وکتب ابو الاسود الدئلی وکان خلیفة عبدالله بن العباس بالبصرة الی علیّ ... الخ"

(تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۲۰۵ تحت خلافت امیر المومنین علیہ السلام۔ طبع جدید بیروت)

مندرجات بالا کے ذریعے واضح ہوگیا کہ مرتضوی دورِ خلافت میں حضرت علیؓ کے قریبی رشتہ دار کلیدی اسامیوں پر مقرر تھے اور اعلیٰ مناصب پر فائز تھے۔ اگر یہی چیز اقربا نوازی سے تعبیر کی جاتی ہے جس کو عثمانی دور کے معترضین احباب حضرت عثمانؓ پر بطور طعن تجویز کرتے تھے۔ تو یہ حضرت علیؓ کے دور میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ اس دور کا مُسلّمہ مسئلہ ہے۔

ہماری رائے میں یہ حضرت عثمانؓ پر کوئی طعن نہیں تھا جس کو طعن تصوّر کر لیا گیا، بلکہ ایک وقتی مصلحت اور مقامی ضرورت تھی جو حضرت عثمانؓ نے اختیار فرمائی تھی۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے دور پر ہم اقربا نوازی کے مسئلہ میں اعتراض نہیں کرتے بلکہ اس چیز کو اس دور کے وقتی تقاضوں پر محمول کرتے ہیں۔

اس طریقہ سے ان دونوں بزرگوں کا احترام بھی ملحوظ رہتا ہے اور تاریخی واقعات کا صحیح محمل بھی قائم ہو جاتا ہے۔

اور اگر بات کو خواہ مخواہ طول دینا مطلوب ہو اور جا بیجا طعن کھڑے کرنے ہوں تو پہلے دورِ نبوی کو ملاحظہ کیجیے۔ پھر دورِ فاروقی کو دیکھیے، پھر مرتضوی دور کو جانچیے۔ اس کے بعد عثمانی دور کو سامنے رکھیے۔

——— مذکورہ سب اَدوار میں اقربا نوازی کی گئی ہے اور قریبی رشتہ داروں کو مناصب دہی ہوتی رہی ہے۔ پھر صرف حضرت عثمانؓ کے دور کو ہی کیوں موردِ طعن تجویز کیا جاتا ہے۔

ایک عذر اور اُس کا جواب

حضرت عثمانؓ کے دور پر اقربا نوازی کا اعتراض قائم کرنے والوں کی طرف سے یہ بھی عذر لنگ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ اپنے دورِ خلافت میں اقربا کو

حاکم و والی بنانے میں مجبور ہو گئے تھے۔ بعض باصلاحیت صحابہ کرام معتزل ہو گئے تھے بعض فوت ہو چکے تھے اور کچھ حضرات تعاون نہیں کر رہے تھے اور کچھ حضرات فریق مقابل سے منسلک ہو گئے تھے۔ اس قسم کی مجبوریوں کی وجہ سے حضرت علیؓ نے اپنے چچا زاد برادران کو کلیدی اسامیوں پر متعین کیا۔

اس شبہ کے ازالہ کے لیے مختصراً اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ مذکورہ بالا معذرت واقعات کے خلاف ہے اس لیے کہ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد حضرت علی المرتضیٰ کے علاقہ خلافت میں موجود تھی اور حضرت علیؓ کے خلاف نہ تھی۔ اگر ان سے استفادہ کیا جاتا تو حکومت کے اُمور میں حصہ لینے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اتنی بالیاقت کثیر تعداد صحابہؓ کی موجودگی میں اپنے اقرباء کی طرف مجبور ہونے کا تخیل محض خوش فہمی ہے اور عذر لنگ ہے۔

جو صحابہ کرام مرتضوی حلقۂ خلافت میں مقیم تھے ان میں سے بعض حضرات کی ایک مختصر سی فہرست ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لیے پیش خدمت ہے مثلاً

(۱) عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ
(۲) انس بن مالکؓ
(۳) زید بن ارقمؓ
(۴) حکیم بن حزامؓ
(۵) ابو ہریرہؓ
(۶) سعید بن زیدؓ
(۷) معقل بن یسارؓ
(۸) عمران بن حصینؓ
(۹) جبیر بن مطعمؓ
(۱۰) ابومحذورہؓ (مؤذن نبوی)
(۱۱) عمرو بن حزم انصاریؓ
(۱۲) ابوالطیب بن عبدالعزیٰؓ، وغیرہ
(۱۳) عثمان بن ابی العاصؓ الثقفی
(۱۴) قیس بن سعد بن عبادۃؓ الانصاری
(۱۵) کرز بن علقمہؓ

(ملاحظہ ہو:۔ اسد الغابہ۔ دول الاسلام للذہبی۔ الاصابہ مع الاستیعاب)

مطلب یہ ہُوا کہ اس قسم کے صحابۂ کرام کی ایک کثیر تعداد یقیناً موجود تھی جن کو حکومت کے مسائل میں منصب دیا جا سکتا تھا ۔ اقرباء کی طرف رجوع کرنے کی ہرگز مجبوری نہ تھی ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے جس طرح وقتی تقاضوں کے تحت اقرباء کو شاملِ حکومت کیا تھا، ٹھیک اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی عصری تقاضوں کے پیشِ نظر بعض اقرباء کو منصب عطا فرمائے تھے ۔ یہ دونوں دَور اس مسئلہ میں قابلِ طعن اور لائقِ اعتراض نہیں ہیں لیکن حضرت علی المرتضیٰؓ کے دَور کو اقرباء نوازی کے طعن سے بچانا اور حضرت عثمانؓ کے دَور کو اس میں ملوث و مطعون کرنا خالص جانبداری اور گروہی تعصّب ہے جس سے قبائلی عصبیت نمایاں ہوتی ہے اور قوم میں باہمی منافرت و اختلاف کی بنیادیں اُستوار ہوتی ہیں ۔ اس سے اہلِ اسلام کو بچانے کی ضرورت ہے ۔

یہاں پر بحث ثالث ختم ہوتی ہے ۔

بحث رابع

اقربا کے لیے مالی عطیات

گذشتہ بحثوں میں حضرت سیدنا عثمانؓ کے اقربا کے لیے مناصب دہی کا تذکرہ کیا گیا۔ اب اس بحث رابع میں حضرت عثمانؓ کے خویش و اقارب کے لیے مالی عطیات کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

—— حضرت عثمانؓ کے دور پر اعتراض کرنے والے احباب نے اس مسئلہ میں بھی عمدہ طریقہ سے اعتراضات قائم کیے ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے رشتہ داروں کو بیت المال سے ناجائز طریقہ سے مالی عطیات دے دیئے اور بیت المال کے اموال کی غلط تقسیم کر دی اور بے جا طریقہ سے اپنے اقارب کو اموال عنایت کر دیئے جس کی وجہ سے لوگوں میں نفرت کے آثار پیدا ہوئے۔ وغیرہ۔

ابن مطہر الحلی الشیعی فرماتے ہیں :۔

"..... وكان يؤثر اهله بالاموال الكثيرة من بيت مال المسلمين ..... الخ"

(منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ لابن المطہر الحلی الشیعی الرافضی (المتوفی ۷۲۶ھ) ص ۹۷ تحت مطاعن عثمانی مطبوعہ در آخر منہاج السنۃ جلد چہارم ۔ طبع جدید لاہور)

یعنی اپنے رشتہ داروں کو حضرت عثمانؓ مسلمانوں کے مال سے اموالِ کثیرہ دے دیتے تھے۔

معترض دوستوں نے حضرت عثمانؓ کے متعلق یہ پروپیگنڈا نہایت سلیقہ سے کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ صلہ رحمی کا تقاضا تھا، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے۔
کہتے ہیں کہ

(۱) ـــــ حضرت عثمانؓ کہا کرتے تھے کہ شیخینؓ نے اپنا مالی حق بیت المال کے اموال سے ترک کر دیا تھا اور میں نے اسے لے کر اپنے اقارب میں تقسیم کیا۔

(۲) ـــــ حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ شیخینؓ اس مال کے معاملہ میں اپنے نفسوں کو اور اپنے اقارب کو روکتے اور باز رکھتے تھے اور میں نے اس معاملہ میں صلہ رحمی کی تاویل کی ہے۔

(۳) ـــــ حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ شیخینؓ اپنے قرابت داروں کو اموال کے روکنے کے مسئلہ میں ثواب حاصل کرتے تھے اور میں اپنے قرابت داروں کو یہ مال دے کر ثواب حاصل کرتا ہوں۔

مندرجہ ذیل نوع کی روایات سے اعتراضات مستنبط کیے گئے ہیں۔

(۱) ـــــ محمد بن عمر (الواقدی) ۔ محمد بن عبد اللہ ۔ عن الزهری

قال لما ولی عثمان . . . . . واعطیٰ اقرباءه المال وتاوّل فی ذالك الصلة التی امر اللہ بها واتخذ الاموال واستسلف من بيت المال وقال ان ابا بكرؓ وعمرؓ من بيت المال تركا من ذالك ما هو لهما وانی اخذته فقسمته فی اقربائی فانكر الناس عليه ذالك "

(۱) — طبقات ابن سعد، ص ۴۴، ج ۳ - ذکر بیعۃ عثمانؓ - طبع لیدن

(۲) — انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۵ تحت ما انکروا من سیر عثمانؓ

(۲) — نیز یہاں حضرت عثمانؓ کا ایک قول ذکر کیا جاتا ہے جو ان روایات کا ہم مفہوم و ہم مضمون ہے المسور بن مخرمہ نے نقل کیا ہے۔ اس کا راوی بھی واقدی صاحب ہے۔

(۱) — طبقات ابن سعد، ص ۴۴ - جلد ثالث ذکر بیعۃ عثمانؓ۔

(۲) — انساب الاشراف، ص ۲۵ - ج ۵ - ذکر ما انکروا من سیر عثمانؓ

(۳) — وقال ابو مخنف والواقدی فی روایتہما انکر الناس علی عثمان ..... فقال ان لہ قرابۃً و رَحِمًا قالوا أفما کان لابی بکرؓ وعمرؓ قرابۃٌ وذو رحمٍ؟ فقال ان ابا بکرؓ وعمرؓ کانا یحتسبان فی منع قرابتہما وانا احتسب فی اعطاء قرابتی ... الخ"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸ - تحت ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ)

مندرجہ بالا قسم کی روایات کے پیشِ نظر معترض لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر مذکورہ بالا اعتراضات قائم کیے تھے۔ یہ چند روایات بطور نمونہ کے ہم نے باسند ذکر کر دی ہیں۔ اہلِ علم حضرات ان پر نظر ڈالنے سے خوب سمجھ گئے ہونگے کہ ان کا پایۂ اعتماد کیا ہے؟ عام ناظرین کی خدمت میں ہم یہ وضاحت عرض کرتے ہیں کہ اس قسم کی روایات جن پر اس طعن کی مدار ہے، وہ واقدی اور ابو مخنف جیسے ظالم راویوں کی مرہونِ منت ہیں اور یہ لوگ فنِ روایت میں کذّاب اور دروغ گو ہیں اور صحابۂ کرامؓ کے خلاف اس قسم کی روایات کا نشر کرنا ان کا فطری شیوہ ہے اور علماء کے نزدیک یہ لوگ متروک ہیں۔

(میزان الاعتدال ذہبی اور تہذیب التہذیب عسقلانی ملاحظہ ہوں)

لہٰذا مذکورہ بالا اعتراضات حضرت عثمانؓ پر تضعیف شدہ روایات سے تجویز کئے

گئے ہیں اور بالکل بے سروپا ہیں ان کی کچھ اصلیت نہیں ہے۔

تنبیہ

مندرجہ بالا روایات طعن ہذا کے لیے بطورِ ضابطہ اور قاعدہ کے معترض پیش کرتے ہیں۔ اجمالاً ان پر نقلاً کلام کر دیا ہے اور ان پر عقلاً کلام عنقریب ذکر کیا جائے گا قلیل سا انتظار فرمادیں۔

——— اور جن روایات میں حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں کے صریحاً نام لے کر مالی عطیات کا ذکر کیا گیا ہے اب ان کو ایک ترتیب سے ہم ناظرین کرام کی خدمت میں رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ان پر روایۃً و درایۃً کلام کیا جائے گا تاکہ ناظرین یا تمکین پر اس طعن کی حقیقت آشکارا ہو سکے اور معلوم ہو جائے کہ یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے اور حضرت عثمانؓ نے اس معاملہ میں کوئی غلط اقدام نہیں کیا۔ اور آئین شرعی کے خلاف ہرگز نہیں کیا تھا۔

پہلے قابلِ اعتراض روایات پیش کی جاتی ہیں اس کے بعد ان پر بقدر ضرورت بحث کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

عثمانی رشتہ داروں کے حق میں
مالی عطیات کی روایات

معترضین حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں (جنہیں مالی عطیات دیئے گئے تھے) کی ایک فہرست پیش کیا کرتے ہیں ہم یہاں چند رشتہ داروں کی تعداد اور ان کو عطا شدہ اموال کی قلیل سی تفصیل درج کرتے ہیں جس سے اصل مسئلہ کی نوعیت خوب معلوم ہو جائے گی۔

مروان بن الحکم اور آل الحکم کے لیے

(۱)۔۔۔ بلاذری نے اپنی مشہور کتاب "انساب الاشراف" میں یہ واقعہ عبداللہ بن الزبیر کی زبانی ذکر کیا ہے کہ :۔

"حضرت عثمانؓ نے ہم کو ۲۷ھ میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی ماتحتی میں افریقیہ فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عبداللہ بن سعد کو بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے غنائم کا خمس (یعنی پانچواں حصہ) مروان بن الحکم کو عطا فرما دیا۔"

"۔۔۔۔ عن الواقدی عن أسامة بن زید بن اسلم عن نافع مولی الزبیر عن عبد الله بن الزبیر ۔۔۔۔ فاعطی عثمان مروان بن الحکم خمس الغنائم ۔۔۔ الخ۔"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۷۔ تحت ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ)

(۲) ۔۔۔ بلاذریؒ نے دوسری روایت ام بکر بنت المسور بن المخرمہ کے ذریعے ذکر کی ہے۔ اس نے اپنے والد المسور سے نقل کیا ہے کہ المسور اور مروان کی ایک معاملہ میں باہمی گفتگو ہوئی تو المسور نے بطور طعن مروان کو کہا کہ حضرت عثمانؓ نے تمہیں افریقیہ کا خمس عطا کر دیا۔

"۔۔۔۔ عن الواقدی عن عبد الله بن جعفر عن امّ بکر بنت المسور ۔۔۔۔ فاعطاك ابن عفان خمس افریقیة ۔۔ الخ۔"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸۔ تحت ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ)

(۳) ۔۔۔ اس مسئلہ میں بلاذری کی تیسری روایت میں یوں مذکور ہے کہ :۔

"عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا سیدنا عثمانؓ نے افریقیہ پر اس کو حاکم بنایا۔ ۲۷ھ میں اس نے افریقیہ کو فتح کیا۔ مروان بن الحکم اس کے ساتھ تھا۔ افریقیہ کی غنیمت کے خمس کو مروان نے ایک لاکھ دینار سے خریدا اور دوسرے قول کے مطابق دو لاکھ دینار سے خمس خریدا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی پس حضرت عثمانؓ نے وہ تمام رقم مروان کو بخش دی۔ اس بات کی وجہ سے لوگ سیدنا عثمانؓ کو ناپسند جاننے لگے۔"

"...... عن لوط بن یحییٰ ابی مخنف عمن ...... حدثه قال کان عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اخا عثمانؓ من الرضاعة وعامله علی المغرب فغزا افریقیة سنة سبع وعشرین فافتتحها وکان معه مروان بن الحکم فابتاع خمس الغنیمة بمائة الف او مائتی الف دینار فکلم عثمان فوهبها له فانکر الناس ذالک علی عثمان۔"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸۔ تحت ذکر ما انکروا من سیرة عثمانؓ)

(۴) ـــــ اور تاریخ طبری میں مروان اور آل الحکم کو افریقیہ کے مال سے مالِ کثیر عطا کرنے کا واقعہ واقدی کے ذریعے مندرجہ ذیل عبارت میں منقول ہے :۔

"..... قال الواقدی ..... وکان الذی صالحهم علیه عبداللہ بن سعد ثلثمائة قنطار ذهب فامر بها عثمان لآل الحکم قلت او لمروان قال لا ادری۔"

(تاریخ الطبری، ج ۵، ص ۵۰ تحت سنة ۲۷ھ)

ذکر الخبر عن فتحہا وعن سبب ولایۃ عبداللہ بن سعد
مصر وعزل عثمان عمرو بن العاص ۔ طبع قدیم مصری)

اور اسی واقعہ کو البدایہ میں ابن کثیر نے تھوڑے سے تغیرّ الفاظ کے ساتھ واقدی کے ذریعے اس طرح ذکر کیا ہے کہ جتنے اموالِ کثیرہ پر اہلِ افریقیہ کے ساتھ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے صلح کی تھی ۔ وہ سب اموال حضرت عثمانؓ نے ایک ہی یوم میں آل الحکم کے لیے یا بقول دیگر آلِ مروان کے لیے دے دیئے "

——— قال الواقدی وصالحہ بطریقہا علی الفی الف دینار وعشرین الف دینار فاطلقہا کلہا عثمان فی یوم واحد لآل الحکم ویقال لآل مروان "

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۲، تحت عنوان
ثم دخلت سنۃ سبع عشرین (۲۷ھ) غزوۂ افریقیہ)

——— طبری اور ابن کثیر کی ان ہر دو مندرجہ روایات میں تصریح موجود ہے کہ جس مال پر اہلِ افریقیہ سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی صلح ہوئی تھی (اگرچہ اس مال کی مقدار میں مختلف عبارات ہیں) ان اموالِ کثیرہ کو حضرت عثمانؓ نے آل الحکم یا آلِ مروان کو عنایت فرمایا تھا ۔

ہر دو کتبِ بالا میں یہ مسئلہ (قال الواقدی) یعنی " واقدی نے فرمایا " سے مذکور و منقول ہے ۔

اس گذارش کو ناظرین ملحوظ رکھیں ۔ عنقریب تفصیلات آ رہی ہیں ۔

(۵) ——— سیّدنا حضرت عثمانؓ کے متعلق مروان بن الحکم کو مال دینے کی روایت معترض لوگ طبقات ابن سعد سے بھی نقل کیا کرتے ہیں ۔ اس میں مذکور ہے کہ :۔

"حضرت عثمانؓ نے اپنے اقرباء اور اہل بیت کو عامل وحاکم بنایا اور مروان بن الحکم کے لیے مصر کے خمس عطا کرنے کا آرڈر لکھ دیا۔"

—— اخبرنا محمد بن عمر (الواقدی) حدثنی محمد بن عبد اللہ عن الزھری قال ۔ ۔ ۔ ۔ واستعمل اقرباءہ و اھل بیتہ ۔ ۔ ۔ ۔ وکتب لمروان بخمس مصر و اعطا اقربائہ المال ۔ ۔ ۔ ۔ الخ"

(طبقات لابن سعد، ج ۳، ص ۴۴ تحت ذکر بیعتہ عثمانؓ، طبع لیدن)

یہ بھی بابا واقدی صاحب کی روایت ہے۔

یہی روایت جو طبقات ابن سعد میں اس مقام میں مذکور ہے یہ بعینہٖ انساب الاشراف بلاذری، جلد ۵، ص ۲۵ پر تحت ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ وامرہ درج ہے۔ وہاں یہ الفاظ ہیں:۔

"وکتب لمروان بن الحکم بخمس افریقیۃ و اعطی اقاربہ المال"

بلاذری کی یہ روایت بھی "عن الواقدی" سے شروع ہے مطلب یہ ہے کہ طبقات ابن سعد اور انساب الاشراف بلاذری میں یہ روایت واقدی کے ذریعے ہی منقول ہے۔ ایک جگہ اس نے مصر کے خمس کا مال دینا درج فرما دیا ہے اور دوسری کتاب میں خمس افریقہ کا مال عطا کرنا اس نے نقل کر دیا ہے (یہ صریح تضاد بیانی ہے) حالانکہ مصر تو ان واقعات سے بہت پہلے ۲۰ھ اور ۲۱ھ یعنی فاروقی دور میں مفتوح ہو چکا تھا۔ اب اس عثمانی دور میں ان اموال مصر سے خمس نکالنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

(٦) ـــــ مزید ایک اور روایت بلاذری نے ذکر کی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس صدقہ کے اونٹ پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے وہ سب اونٹ اپنے چچا زاد برادر حارث بن الحکم کو عطا فرما دیئے۔"

عبارتِ ذیل میں یہ مسئلہ مذکور ہے اور واقدی صاحب اس کو نقل کرنے والے ہیں۔

"عن الواقدی عن عبد اللہ بن جعفر عن امّ بکر عن ابیہا قالت قدمت ابل الصدقۃ علی عثمان فوھبہا للحارث بن الحکم بن ابی العاص"

"انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸ تحت ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ۔

سعید بن العاص کے لیے

ـــــ اور بلاذری نے اس مقام میں ایک اور روایت نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے قریبی رشتہ دار سعید بن العاص (اموی) کو ایک لاکھ درہم عنایت فرما دیئے۔ اس روایت میں ذکر ہے کہ دیگر اکابر صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ پر اس معاملہ میں اعتراض کیا اور سیّدنا حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔"

یہ تمام روایت واقدی صاحب اور لوط بن یحییٰ ابو مخنف نے نقل کی ہے اور یہ ان دونوں کے فرمودات عالیہ میں سے ہے۔

ـــــ وقال ابو مخنف والواقدی فی روایتہما انکر الناس علی عثمان اعطاءہ سعید بن العاص مائۃ الف درھم فکلّمہ علی والزبیر وطلحۃ ... الخ"

(انساب الاشراف للبلاذری، ج ۵، ص ۲۸ تحت ذکر ما انکروا من سیرۃ عثمانؓ۔

مذکورہ بالاقسم کی روایات اور بھی تاریخ کے ذخائر میں دستیاب ہو سکتی ہیں لیکن چند روایات یعنی سات عدد ہم نے بطور نمونہ پیش کر دی ہیں ۔ اور ان کے نقل کرنے والوں کے نام بھی صراحتً ذکر کر دیتے ہیں ۔ اس کے بعد نقلاً و سنداً ان پر مختصر بحث پیش کی جاتی ہے اور بعد ازاں باعتبارِ عقل اور درایت کے ان کے متعلق کلام ہو گا ۔ اس طریقہ سے طعن ہٰذا (یعنی مالی عطیات کے طعن) کا بے وزن ہونا اور بے اصل ہونا خوب واضح ہو جائے گا ۔

روائتہ بحث

(گذشتہ روایات کے لیے)

ناظرین کرام کی خدمت میں ہم نے یہ چند روایات اختصاراً پیش کر دی ہیں ۔ جن میں حضرت عثمانؓ کے حق میں باعتبار مال کے اقربا نوازی کا طعن تجویز کیا گیا ہے ۔

ان میں پہلی تین عدد روایات بطور قاعدہ و قانون کے ذکر کی جاتی ہیں ان پر سنداً کلام کر دیا ہے اور وہ تینوں روایات واقدی صاحب اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے منقول ہیں ۔ یہ دونوں راوی خوب مجروح ہیں جیسا کہ عنقریب اس پر حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں ۔ ان کے بعد ہم نے وہ روایات ذکر کی ہیں جن میں حضرت عثمانؓ سے مال حاصل کرنے والے رشتہ داروں کے نام کی تصریح کر دی گئی ہے ۔ یہ سات عدد روایات درج کی گئی ہیں ۔ یہ بھی واقدی صاحب سے منقول ہیں اور کچھ لوط بن یحییٰ ابو مخنف اور واقدی دونوں سے منقول ہیں اور ایک روایت ابو مخنف مذکور سے منقول ہے ۔

علماء فن نے ان دونوں راویوں پر بڑی تفصیلی جرح کی ہے اور قبل ازیں

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلقات میں اور مروان کے شبہ دوم کے جواب میں ان پر نقد اور کلام ہو چکا ہے۔

تاہم اس موقع پر بھی ہم پھر ناظرین کے سامنے ان ہر دو راویوں پر جرح پیش کرتے ہیں تاکہ ان روایات کا بے اصل ہونا اچھی طرح نمایاں ہو جائے۔

الواقدی اس کا نام محمد بن عمرو بن واقد الاسلمی الواقدی ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص بہت بڑا جھوٹا ہے اور روایات میں تصرف کیا کرتا ہے۔ ابن معین فرماتے ہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص "متروک" ہے۔ ابو حاتم اور نسائیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑ لیتا تھا۔ ابن مدینی کہتے ہیں "یہ روایت کو گھڑ لیتا ہے"۔

"۔۔۔ قال احمد بن حنبل ھو کذاب یقلّب الاحادیث قال ابن معین لا یکتب حدیثہ۔ قال البخاری متروک۔ قال ابو حاتم والنسائی یضع الحدیث ۔۔۔ الخ"

(۱)۔۔۔ میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳، ص ۱۱۰۔ تحت محمد بن عمرو بن واقد۔

(۲)۔۔۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۹ ص ۳۶۴-۳۶۶ تحت محمد بن عمر والواقدی۔

"قال الذہبی فی "المغنی" "مجمعٌ علی ترکہ وقال النسائیُ کان یضع الحدیث"۔

(۳)۔۔۔ المغنی للذہبی، ج ۲، ص ۶۱۹ تحت محمد بن عمرو واقد

"قال ابن حبان وکان یروی عن الثقات مقلوبۃ وعن الاثبات المعضلات ۔۔۔۔ کان احمد بن حنبل رحمہ اللہ یکذبہ ۔۔۔

۔۔۔ یقول المدینی الواقدی یضع الحدیث ۔۔۔ الخ"

(۴)—— کتاب المجروحین لابن حبان، ج ۲، ص ۲۸۴ تحت محمد بن عمر بن واقد۔طبع دکن۔

"قال ابن حجر فی اللسان .... متروک مع سعة علمه۔"

(۵)—— لسان المیزان، ج ۶، ص ۸۵۲ تحت الواقدی محمد بن عمرو۔

الواقدی کے سیاسی حالات کیلئے طبقات ابن سعد صہ ۳۱۴ تا صہ ۳۲۱ جلد خامس تحت محمد بن عمر الواقدی ملاحظہ فرمائیں۔

مختصر یہ ہے کہ جن روایات میں واقدی منفرد ہوں وہ روایات قابلِ حجت نہیں ہوتیں۔

ابو مخنف لُوط بن یحییٰ | اس کا نام لُوط بن یحییٰ اور کنیت ابو مخنف ہے۔یہ قصّہ گو اخباری آدمی ہے۔علماء فرماتے ہیں۔اس پر کوئی اعتماد نہیں اور فرمایا کہ روایت کے باب میں یہ کچھ بھی نہیں اور علماء کہتے ہیں" یہ جلنے والا شیعہ ہے اور شیعوں کا قصہ گو راوی ہے۔"

"لُوط بن یحییٰ ابو مخنف "اخباری، لایوثق به"۔ ... ترکه ابو حاتم وغیرہ۔قال الدارقطنی "ضعیف" وقال یحییٰ بن معین "لیس بثقة" وقال مرة "لیس بشیٔ"۔ قال ابن عدی "شیعی محترق" صاحب اخبارهم ... الخ"

(۱)—— میزان الاعتدال للذہبی، ج ۲، ص ۳۶۰ تحت لُوط بن یحییٰ۔

(۲)—— لسان المیزان لابن حجر عسقلانی، ج ۴، ص ۴۹۲ - تحت لُوط بن یحییٰ۔

—— مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جرح مفصّل کے ساتھ جو راوی مجروح ہوں ان کی روایت پر اعتماد کرنا سراسر غلط ہے۔ان روایات کو کسی طرح درست نہیں

تصور کیا جا سکتا۔

مالی عطیات کی دیگر روایات

خمسِ افریقیہ وغیرہ کے متعلق

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے رضاعی برادر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو افریقیہ کا خمس دے دیا تھا (جو بیت المال کا حق تھا)۔

نیز روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبداللہ بن خالد بن اسید اور مروان کو بیت المال کا بہت سا مال یکمشت عطا کر دیا تھا۔

معترضین کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بیت المال کے اموال کی غلط تقسیم کی اور اپنے اقارب کو ناجائز طور پر اموالِ کثیرہ دے دیئے۔

درجۂ جواب

(۱)

پہلی بات یہ ہے کہ اس قسم کی روایات تاریخی ہیں جن کے صحیح اور سقیم ہونے میں دونوں احتمال ہیں اور ان محتمل روایات کو صحیح احادیث کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

(۲)

دوسری بات یہ ہے کہ علماء نے اس نوع کی روایات پر کلام کر کے غیر صحیح اور متکلّم فیہ قرار دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی صحت پر اعتماد کرنا مشکل ہے۔

(۱) مثلاً قاضی ابوبکر بن العربی نے فرمایا ہے کہ خمسِ افریقیہ کا کسی ایک شخص کو عطا کیا جانا صحیح نہیں ہے۔

---

(۱) واما اعطاء خمس افریقیۃ لواحد فلم یصح ۔

(العواصم من القواصم، ص ۱۰۰-۱۰۱۔ تحت
جواباتِ اعتراض ۱۳)

(۲) ـــــ نیز ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"اہل تاریخ نے بغیر تحقیق کے بیت المال میں اِسراف کے قصّے ذکر کر دیئے۔ ان میں بعض تو محض افترا اور جھوٹ ہیں اور ان کے بعض میں واقعہ کے بیان میں ملاوٹ اور آمیخت کر دی گئی ہے۔ لہٰذا ان قصّوں کے نقل کرنے میں ہم اپنے اوقات کو صرف نہیں کرتے۔"

"..... اما قصص رکیکہ کہ اہلِ تاریخ بغیر تحقیق ذکر می کنند از اسراف در بیت المال و حمیٰ ساختن شجر و غیر آں چوں بعض محض مفتریات است و بعض ازاں قبیل کہ در سرِ قصّہ افترا داخل شدہ۔ اوقاتِ خود را بتسوید اوراق بآں قصہا مشغول نمی سازیم۔"

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم، ص ۲۴۸۔ تحت جواباتِ
مطاعنِ عثمانی۔ طبع اوّل قدیم۔ بریلی)

(۳) ـــــ اور شاہ عبد العزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ مروان کو افریقہ کا خمس دیا جانا بالکل غلط ہے۔

"وقصّۂ بخشیدنِ خمسِ افریقیہ کہ بمروان ست نیز غلط محض ست۔"

(تحفۂ اثنا عشریہ، ص ۳۱۱۔ تحت طعنِ سوم عثمانی
طبع جدید لاہور)

(۴)

"خمسِ افریقیہ" والی روایات کو بالفرض اگر درست تسلیم کیا جائے تو اس کا حل طبری کی روایات میں موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت عثمانؓ نے اعتراض

ہونے کے بعد خمس مذکور عبداللہ سے بیت المال میں واپس کروا دیا تھا۔ چنانچہ اس کی تھوڑی سے تفصیل روایتِ ذیل سے ہم پیش کرتے ہیں جس کے ذریعہ اصل مسئلہ صاف ہو سکے گا۔

طبری نے فتح افریقہ کے موقعہ پر ذکر کیا ہے کہ :-

" جو مال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوۂ افریقہ میں عنایت فرمایا تھا اس کو عبداللہ بن سعد نے لشکریوں اور فوجیوں میں تقسیم کیا اور اس مال سے خمس نکالا۔ پھر حسبِ دستور اس خمس کے پانچ حصے کیے، پانچواں حصہ خود لیا اور خمس کے باقی چار حصے ایک شخص ابن وسیمہ النضری کے ذریعے مدینہ شریف میں حضرت عثمانؓ کی خدمت میں بھجواتے . . . . . اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ایک وفد نے پہنچ کر شکایت کی کہ عبداللہ بن سعدؓ نے خمس الخمس ⅕ لے لیا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں نے اس کو حصہ سے زیادہ عطیہ دیا ہے . . . . . اس کے متعلق میں نے بطورِ وعدہ کے کہہ رکھا تھا کہ فتح افریقہ ہونے پر آپ کو خمس الخمس دیا جائے گا۔

اب یہ معاملہ آپ لوگوں کے اختیار میں دیا جاتا ہے کہ اگر آپ حضرات اس پر راضی ہونگے تو جائز رکھا جائے گا اور اگر آپ ناپسند کریں گے تو اس مال کو ہم لوٹا دیں گے اور بیت المال کی طرف واپس کر دیں گے۔

شکایت کنندہ وفد نے کہا کہ ہم عبداللہ کو خمس الخمس دینے پر ناراض ہیں تو حضرت عثمانؓ نے فرمان دیا جو کچھ مال عبداللہ نے اس موقعہ پر لیا ہے واپس کر دیا جائے اور عبداللہ کی طرف حضرت عثمانؓ نے

فرمان لکھا کہ آپ اس مال کو واپس کر دیں۔

پھر اہل وفد نے مطالبہ کیا کہ عبد اللہ بن سعدؓ کو وہاں سے معزول کر دیں ہم ان کی امارت نہیں چاہتے ..... تو حضرت عثمانؓ نے عبد اللہ کی طرف لکھا کہ ایک ایسے آدمی کو اپنا قائم مقام تجویز کر دیں جس پر طرفین راضی ہوں اور خمس الخمس کو فی سبیل اللہ تقسیم کر دیں۔ یہ لوگ مال ہذا کے لینے پر ناراض ہو رہے ہیں پس عبد اللہ نے اسی طرح کر دیا۔ افریقہ کو فتح کیا اور واپس مصر آگئے ... الخ"

"..... وقد امرت له بذالك وذاك اليكم الآن فان رضيتم فقد جاز وان سخطتم فهو ردٌّ۔ قالوا فانا نسخطه قال فهو ردٌّ وكتب الى عبد الله برد ذالك واستصلاحهم قالوا فاعزله عنا فانا لا نريد ان يتأمر علينا وقد وقع ما وقع فكتب اليه ان استخلف على افريقية رجلاً ممن ترضى ويرضون واقسم الخمس الذى كنت نفلتك فى سبيل الله فانهم قد سخطوا النفل ففعل ورجع عبد الله بن سعد الى مصر وقد فتح افريقية ... الخ"

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵۔ ص ۴۹۔ سنۃ ۲۷ھ، ذکر الخبر عن فتحہا سبب ولایۃ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح مصر وعزل عثمانؓ عمروؓ بن العاص عنہا)

(۴)

اور جو طبری کی بعض روایات میں عبد اللہ بن خالد بن اسید اور مروان بن الحکم

کے متعلق مال کثیر عطا کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب طبری کی روایت ذیل میں موجود ہے۔

روایت اس طرح ہے کہ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں چند اصحاب (حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہم) جمع تھے۔ اس مجلس میں دیگر امور کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں کو مال دینے پر گفتگو ہوئی حضرت عثمانؓ نے یہ بات فرمائی کہ میں نے اقرباء کو جو مال دیا ہے میرے خیال میں یہ میرا دینا درست ہے۔ اگر تم لوگ اس کو خطا سمجھتے ہو تو اس مال کو واپس کر لو میں تمہاری بات کو تسلیم کرونگا حاضرین مجلس نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے عبداللہ بن خالد بن اسید اور مروان کو بہت سا مال (مروان کو یکمشت پندرہ ہزار اور عبداللہ بن خالد کو پچاس ہزار درہم) دے دیا تھا۔

پس ان حضرات نے ان دونوں (عبداللہ اور مروان) سے مذکورہ مال واپس لے لیا اور بخوشی و رضامندی مجلس لہٰذا سے واپس ہوئے۔

"...... ورأيت ذالك لي فان رأيتم ذالك خطأً فردوه فامري لامركم تبعٌ قالوا اصبت واحسنت قالوا اعطيت عبد الله بن خالد بن اسيد ومروان وكانوا يزعمون انّه اعطىٰ مروان خمسة عشر الفاً وابن اسيد خمسين الفاً فردّوا منهما ذالك فرضوا وقبلوا وخرجوا راضين"

(تاریخ ابن جریر طبری، جلد ۵، ص ۱۰۱۔
تحت سنۃ ۳۵ھ)

مطلب یہ ہے کہ :-

مالِ کثیر دینے کے اعتراض کو طبری کی ان ہر دو روایاتِ مندرجہ نے صاف کر دیا کہ اگر بالفرض حضرت عثمانؓ نے مال کثیر یکمشت عبداللہ بن سعد، عبداللہ بن خالد اور مروان کو دیا تھا تو اعتراض ہو جانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے وہ مال واپس کر دیا تھا۔ اور اس واپسی پر معترضین لوگ رضامند ہو کر خوش ہو گئے تھے۔ اس طریقہ سے حضرت عثمانؓ سے یہ اعتراض ساقط ہو گیا۔

تنبیہ :۔

طبری کی مندرجہ بالا روایات کے ذریعے جب افریقیہ کے خمس کا اعتراض رفع ہو گیا تو طبری سے نقل کرنے والے مورخین مثلاً الکامل لابن اثیر، البدایہ لابن کثیر اور تاریخ ابن خلدون وغیرہم کے اس موقعہ کے مالی اعتراضات مندفع ہو گئے اور ان کے لیے کسی دیگر جواب کے پیش کرنے کی حاجت نہ رہی۔

اس وجہ سے کہ مذکور متاخرین نے طبری سے ہی نقل کر کے خمس افریقیہ کے متعلق اعتراضات ذکر کیے تھے۔

(۵)

ان معروضات کے بعد اب یہ صورت پیش کی جاتی ہے کہ اگر بالفرض حضرت عثمانؓ نے اپنے اقرباء یا غیر اقرباء کو بیت المال سے مالی عطیات دیئے ہوں تو اسلام میں ان کی صورتِ جواز کا کیا درجہ ہے؟ خلیفہ اپنی رائے اور اجتہاد کے اعتبار سے کسی کو مالی عطیات دے سکتا ہے یا نہیں؟ خلیفہ کا اس نوعیت کا مجتہدانہ فعل صحیح ہے یا نہیں؟

تو اس کے لیے ہم ذیل میں چند چیزیں پیش کرتے ہیں۔ ان پر توجہ فرما لینے سے مسئلہ ہذا حل ہو جائے گا۔

(۱) ـــــ امام مالکؒ اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ خلیفہ وقت

خمس کے معاملہ میں اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے اور جو اس کی مجتہدانہ رائے ہو اس کو نافذ کر سکتا ہے اور مالی عطیہ کسی ایک شخص کو عطا کرنا بھی اس کے لیے جائز ہے۔

"...... انّہ قد ذهب مالكٌ وجماعةٌ الى ان الامام یریٰ رأیهٗ فی الخمس وینفذ فیه ما ادّاه الیه اجتهادهٗ وان اعطاءهٗ لواحد جائز۔"

(العواصم من القواصم للقاضی ابی بکر بن العربی،
ص ۱۰۰-۱۰۱ تحت جوابات اعتراض ۱۳)

(۲) ــــ خلافت فاروقی کے دور میں حضرت عمرؓ کی طرف سے "ینبع" کے مقام میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو ایک قطعہ اراضی عنایت کیا گیا جو بیش قیمت اور معقول آمدنی کا ذریعہ تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس عطیہ اراضی کو بخوشی منظور کر لیا تھا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ یہ واقعہ مندرجہ ذیل مقامات میں علماء نے ذکر کیا ہے اور قبل ازیں اس کا اندراج "رحماء بینہم" حصہ فاروقی کے باب دوم، فصل رابع، ص ۱۸۹-۱۹۰ میں ہو چکا ہے، بطور یاددہانی کے یہاں بھی اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

ــــ برہان الدین الطرابلسی الحنفی نے "الاسعاف فی احکام الاوقاف" میں تحریر کیا ہے کہ:۔

"...... عن عبد العزیز بن محمد عن ابیه عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه ان عمر بن الخطاب قطع لعلیٍؓ "ینبع" ثم اشتریٰ علیؓ الی قطیعته التی قطع له عمرؓ اشیاء فحفر فیهما عیناً فبیناهم یعملون اذ تفجّر علیهم مثل العنق الجزور من الماء فاتی علیاًؓ فبشّره بذالك...... وبلغ جدادها فی زمن علیؓ الف وسق"

(۱) — کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف، ص ۷-۸۔
برہان الدین ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی الحنفی۔
سن تالیف کتاب ہذا ۹۰۵ھ۔

(۲) — وفاء الوفاء للسمہودی، ج ۴، ص ۱۳۳۴۔ فصل
الثانی من تحت لفظ "ینبع" طبع بیروت۔

(۳) — اسی طرح حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو
اپنے حاکم عبداللہ بن عامر کے ذریعے خراسان سے واپسی پر بیس ہزار درہم
یکمشت عنایت فرماتے تھے اور حضرت علیؓ نے قبول فرمائے تھے اور کسی صحابی
نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔"

طبقات ابن سعد میں عبارتِ ذیل میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

"۔۔۔۔ فقال (عثمانؓ) لابن عامر قبح اللہ رأیک أ تؤسل
الیٰ علیؓ بثلاثۃ آلاف درھم قال کرھت ان اغرق ولم ادر ما
رأیک قال فاغرق قال فبعث الیہ بعشرین الف درھم و ما
یتبعھا قال فراح علیؓ الی المسجد فانتھیٰ الی حلقتہ و ھم یتذاکرون
صلات ابن عامر ھٰذا الحی من قریش فقال علیؓ ھو سید
فتیان قریش غیر مدافع۔"

(طبقات ابن سعد، جلد ۵، ص ۳۳۔ تذکرہ
عبداللہ بن عامر۔ طبع لیدن۔

قبل ازیں یہ واقعہ "رحماء بینھم" حصہ سوم (عثمانی) کے باب چہارم تحت عنوان
"نبوی رشتہ داروں کے مالی حقوق" ص ۱۵۵، ج ۳ پر درج ہو چکا ہے۔

— ان ہر دو واقعات کے ذریعے یہ مسئلہ منقح ہو گیا کہ خلیفۂ وقت اپنے

خصوصی اختیارات کے تحت مالی عطیات ملت کے بعض افراد کو عنایت کر سکتا ہے اور اس کا یہ فعل شرعاً صحیح اور درست ہے ورنہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا مذکورہ واقعات میں اموال کا حاصل کرنا غیر صحیح اور نادرست ہوگا جیسا ہر دو خلفاء کرام کا دینا ناروا ہوگا۔ حالانکہ اس چیز کا کوئی قائل نہیں ہے (خوب غور فرماویں)۔

(۴) —— نیز یہ چیز بھی واضح ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مالی عطیات کا بیت المال سے عطا کرنا اقارب اور ہاشمیوں کے ساتھ کچھ مخصوص نہ تھا بلکہ اس وقت کے جمیع اہلِ اسلام بیت المال کے اموال سے حصہ پاتے تھے۔ حضرت حسنؒ بصری فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے حضرت عثمانؓ خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے لوگو! تم ہم پر کیا اعتراض کرتے ہو؟ اور کیا عیب لگاتے ہو؟ ہر دن تم میں مال تقسیم کیا جاتا ہے۔ کوئی دن تم میں ایسا نہیں گزرتا جس میں تم میں مال تقسیم نہ کیا جاتا ہو۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے منادی کو دیکھا ہے۔ وہ آواز لگاتا کہ اے لوگو! صبح صبح کر اپنے عطیات حاصل کر لو۔ پس لوگ صبح آ کر کثیر عطیات لے لیتے تھے پھر وہ آواز لگاتا کہ اے لوگو! اپنی خوراکیں صبح صبح کر حاصل کر لو۔ پس وہ صبح پہنچ کر اپنی پوری خوراکیں حاصل کرتے تھے۔ اور لباس، پوشاکیں، گھی اور شہد تک وہ آ کر حاصل کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ اپنی کتاب "قرۃ العینین" میں یہ واقعہ درج کرتے ہیں اور ابن کثیرؒ نے بھی حسن بصریؒ کی روایت لکھی ہے۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" جواب مطاعن میں یہی روایت نقل کی ہے

—— وعطایای جزیلہ او از بیت المال مخصوص نبودند باقارب بلکہ بجمیع اہلِ اسلام میرسید عن الحسن البصری قال سمعت عثمانؓ

یخطب یقول یا ایها الناس! ما تنقمون علیّ؟ وما من یوم الا وانتم تقسمون فیه خیرًا قال الحسن وشهدت منادیه ینادی یا ایها الناس! اغدوا علی عطیاتکم فیغدون فیاخذونها وافرۃً یا ایها الناس! اغدوا علی ارزاقکم فیغدون فیاخذونها وافیۃً حتیّٰ واللّٰہ لقد سمعتہ اذنای یقول علی کسوتکم فیاخذون الحلل واغدوا علی السمن والعسل .... الخ۔"

(۱) ــــ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ص ۲۷۱-۲۷۲-
تحت جواب مطاعن ختنین از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

(۲) ــــ البدایہ لابن کثیرؒ، ج ۷، ص ۲۱۴، فصل فی ذکر شیئٍ من سیرتہ ... الخ

(۳) ــــ تحفہ اثنا عشریہ فارسی از شاہ عبدالعزیزؒ ص ۳۱۱ بحث مطاعن عثمانی، تحت طعن سوم۔ طبع جدید لاہور۔

(۶)

اگر مذکورہ چیزوں سے صرفِ نظر کر لی جائے تب بھی یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے دَورِ خلافت کے آخری ایام میں مالی طعن کرنے والوں کے جواب میں ایک مبسوط کلام (جو طبری نے نقل کیا ہے) فرمایا تھا اس میں آپ نے تصریحًا فرمایا تھا کہ :-

(۱) میں اپنے اقارب اور اعزّہ کے ساتھ محبت رکھتا ہوں اور ان کو مال بھی عطا کرتا ہوں لیکن ان کے ساتھ میری محبّت کرنا مجھے کسی ظلم و جور کی طرف مائل نہیں کرتا بلکہ میں ان کے حقوق ادا کرتا ہوں اور جو کچھ میں اپنے اقرباء کو عطیات دیتا

ہوں وہ اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔ بیت المال (یعنی مسلمانوں کے مال) سے دینا نہ میں اپنی ذات کے لیے حلال سمجھتا ہوں اور نہ ہی دوسروں کے لیے۔

——— وقالوا انی احب اهل بیتی و اعطیهم فاما حبّی فانّه لم یمل معهم علی جورٍ بل احمل الحقوق علیهم۔

——— واما اعطاؤهم فانی اعطیهم من مالی ولا استحل اموال المسلمین لنفسی ولا لاحد من الناس ... الخ"

(۱) ——— تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۰۳ ۔ تحت ۳۵ھ۔ کلام عثمانی معترضین کے جواب میں۔

(۲) ——— تاریخ الاسلام للذہبیؒ، ج ۲، ص ۱۲۶ ۔ تحت ۳۵ھ۔

(۲) ——— اسی طرح البدایہ میں ابن کثیرؒ نے حضرت عثمانؓ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ طعن کرنے والوں کے جواب میں فرمایا کہ میں جو کچھ اپنے اقرباء کو عطا کرتا ہوں وہ اپنے زائد مال سے دیتا ہوں۔

"...... ثم اعتذر (عثمان) عمّا کان یعطی اقرباءہ بانّه من فضل ماله"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۶۹ تحت ۳۴ھ)

(۳) ——— نیز یہ چیز بھی مؤرخین (طبری وغیرہ) نے حضرت عثمانؓ کی سیرت میں درج کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کے بیت المال سے کوئی تنخواہ اور وظیفہ نہیں لیا بلکہ حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں نے مسلمانوں کے مال سے خوراک نہیں حاصل کی بلکہ میں اپنے مال سے اپنا خرچ خوراک حاصل کرتا ہوں اور تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں قوم قریش میں

مالدار آدمی ہوں اور میری بہت بڑی تجارت ہے۔"

"..... واللہ ما آکلہ من مال المسلمین ولکنّی آکلہٗ من مالی انت تعلم انی کنت اکثر قریش مالاً واجدّھم فی التجارۃ... الخ۔"

(تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۱۳۶ تحت ۳۵ھ، ذکر بعض سیر عثمانؓ)

ان مندرجات کے ذریعے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ اپنے اقرباء کو جو مال عنایت کرتے تھے وہ اپنے زائد مال سے دیتے تھے۔ بیت المال سے نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ وہ اپنا خرچ خوراک بھی بیت المال سے نہیں لیتے تھے۔ (سبحان اللہ)

عقل و درایت کے اعتبار سے بحث

اس مقام میں درایت کے اعتبار سے چند ایسی معروضات پیش کی جاتی ہیں جن سے مسئلہ کی اصلیت نمایاں طور پر سامنے آسکتی ہے اور اعتراض بالا کی خفت اور سُبکی واضح ہوتی ہے۔

(ا)

پہلی یہ بات ہے کہ مسئلہ ہذا (اموال المسلمین کی تقسیم) کی شرعی نوعیت کیا حضرت عثمانؓ پر مخفی تھی؟ کیا وہ اس مسئلہ میں کتاب و سُنّت کے احکام سے ناواقف تھے؟ اور کیا حضرت عثمانؓ کو یہ فرق معلوم نہ تھا کہ اپنوں کے ساتھ صلہ رحمی کے تقاضوں کو بیت المال سے پورا کیا جاتا ہے یا اپنے ذاتی مال سے؟ اور تقسیم مال کے اختیارات اور اس کی شرعی حدود کیا ان کو پوری طرح معلوم نہ

تھیں؟ یا ان مسائل کو جاننے کے باوجود ان پر عمل نہیں کرتے تھے؟

یہ چیزیں ایک مخلص مسلمان کے لیے غور کرنے کے قابل ہیں جو گروہی تعصب سے بالاتر ہو کر غور کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اپنی دیانتدارانہ رائے خلیفہ راشد کے حق میں خود قائم کر سکتا ہے۔

(۲)

دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی دیانت، امانت، اور صداقت پر اعتماد کرتے ہوئے صلح حدیبیہ میں سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دے کر "یدِ عثمانی" کی عظمت قائم کر دی تھی اور اس بیعت میں شامل ہونے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندگی کا تمغہ عنایت فرما دیا۔

یدِ عثمانی کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہاتھ خدا کی رضا اور احکام شرعی کے خلاف اموال کی تقسیم نہیں کرے گا

نیز اس ہاتھ پر اُمّت کے اکابر صحابہ (حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) نے دینی اعتماد کی بنا پر ہاتھ رکھ کر بیعتِ خلافت کی تھی اور اس ہاتھ کو بالاتفاق منتخب کیا تھا۔

لہٰذا اس سے اموال کی غلط تقسیم کی نسبت صحیح نہیں۔ اور یہ ہاتھ مالی تقسیم دیانتدارانہ طور پر ہی کرے گا۔

مختصر یہ ہے کہ ان ہر دو انتخابات میں حضرت عثمانؓ کا انتخاب ان کی دین میں پختگی کا بیّن ثبوت ہے اور ان کی دیانت کے لیے پوری ضمانت ہے۔

لہٰذا یہ دین کے ہر کام میں صحیح العمل اور معتمد تھے اور اسی پر ان کا خاتمہ بالخیر ہوا پس معترضین کا یہ کہنا کہ وہ اموال کی تقسیم کے مسئلہ میں غلط کار تھے یہ عثمانی دیانت کو داغدار کرنا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں۔

(۳)

تیسری یہ چیز ہے کہ خمس افریقیہ کے مال کی غلط تقسیم کا اعتراض ۲۷ھ، یا ۲۸ھ میں (جب افریقیہ کی فتوحات حاصل ہوئیں) قائم کیا گیا پھر اس کے بعد قریباً ۳۰ھ میں خراسان، طبرستان اور جرجان وغیرہ کی فتوحات ہوئیں۔ ان فتوحات میں اکابر صحابہ اور اکابر ہاشمی حضرات سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ شریک ہوئے۔

اگر فتوحات افریقیہ کے اموال کی تقسیم غلط ہو چکی تھی تو ان حضرات نے یہ طعن اور اعتراض حضرت عثمانؓ کی تقسیم پر کیوں نہ اٹھایا؟ اور اس کے بعد آنے والے غزوات ۳۰ھ میں خاموشی سے کیوں شریک ہوتے؟ اگر سابقہ فتوحات میں قواعدِ شرعی کے خلاف مال تقسیم ہوا تھا تو ان حضرات پر لازم تھا کہ پہلے اس کی اصلاح کرواتے اور بعد میں ۳۰ھ میں ہونے والے غزوات میں شریک ہوتے مگر ایسا نہیں کیا۔

تو ان کی عملی کاروائی سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ افریقیہ کے مال کی تقسیم میں کوئی صحیح اعتراض قائم نہیں تھا اور نہ ہی کوئی سقم واقع تھا۔ یہ محض بعض مخالفینِ عثمانؓ کا پروپیگنڈا تھا جسے مؤرخین نے نقل کر ڈالا۔

قبل ازیں شرکتِ غزوات ہذا کے حوالہ جات "رحماء بینہم" حصہ سوم عثمانی کے باب چہارم میں (تحت عنوان خلافت عثمانی میں ہاشمی حضرات کی شرکت جہاد) درج ہو چکے ہیں۔ مقام ذیل میں تفصیلات ملاحظہ فرمالیں:۔

(۱) تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۵۷، تحت ۳۰ھ۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ۷، ص ۱۵۴۔ تحت ۳۰ھ۔

آخر بحث رابع

مالی عطیات کی بحث مختصراً پیش کی گئی ہے۔ اس پر انصاف کی نظر ڈالنے سے یہ نقشہ سامنے آتا ہے کہ :۔

(۱) ــــ وہ روایات جن سے "مالی عطیات" کے کیس تیار کیے جاتے ہیں وہ عموماً قصّہ گو، دروغ گو، اور اخباری قسم کے لوگوں سے اہل تاریخ نے فراہم کی ہیں ان پر اعتماد کر کے ایک خلیفہ راشد کے دامنِ دیانت کو داغدار کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

(۲)۔ ــــ اور اعطاء اموال کے جو واقعات حقیقتہً درست ہیں وہ حدودِ شرعی سے خارج اور خلیفہ کے اختیارات سے متجاوز نہیں تھے۔ اس پر حضرت عثمانؓ کی طرف سے صفائی کے بیانات اس کے مؤید ہیں۔ جو ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

(۳) ــــ حضرت عثمانؓ کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ فقہائے صحابۂ کرام میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ صدیقی خلافت و فاروقی خلافت کی مشاورتی مجالس کے رکن رکین تھے۔ دینی مسائل کے لیے اہل حل وعقد کے مقام پر فائز تھے۔

لہٰذا حضرت عثمانؓ کے حق میں یہ تصوّر بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ مالی تقسیم کے ان مسائل سے نابلد یا ناواقف تھے . . . .

. . . . . . اور یہ تصوّر کرنا کہ تقسیم اموال کے مسائل سے واقف تو تھے لیکن ان پر عملدرآمد نہیں کرتے تھے اور بھی مشکل ہے، کوئی مخالف عثمانؓ ہی یہ چیز باور کر سکتا ہے، دوسرے شخص سے یہ نہیں ہو سکتا۔

(۴) ـــــــ پھر خمس افریقیہ کی تقسیم کے مسئلہ میں افریقیہ کی مہم کے بعد کی فتوحات کو سامنے رکھنے سے یہ مسئلہ حل ہو رہا ہے۔ صحابۂ کرام (بشمول ہاشمی حضرات کے) افریقیہ کے بعد والے غزوات میں شامل ہونے اور شرکت کرنے سے واضح ہو گیا کہ خمس افریقیہ کی تقسیم میں کوئی سقم نہ تھا ورنہ یہ حضرات غلط تقسیم پر کیسے رضامند ہو گئے؟ اور تعاون علی الاثم والعدوان کیسے اختیار کر لیا؟ خوب غور فرما دیں۔

ـــــــ حاصل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے حق میں ناجائز طریقہ سے تقسیم مال کے اعتراضات بے اصل ہیں۔ حضرت نے جو اموال اپنے اقرباء کو دیئے تھے ان کا شرعاً صحیح محمل اور جواز موجود ہے۔ حدودِ شرعی سے متجاوز ہونے کا پروپیگنڈا بالکل بے حقیقت ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اس سلسلہ میں کوئی غلط کام نہیں کیا جس کی وجہ سے انہیں مطعون قرار دیا جائے۔

بحث خامس

عثمانی دَور کے آخری مراحل اوران کامتعلقہ کلام

حضرت سیّدنا عثمانؓ کے دَور پرمعترض لوگوں نے آخری ایّام کے متعلق کئی قسم کی بحثیں پیدا کرلی ہیں جو دوراز حقیقت ہیں اور اصل واقعات کے خلاف ہیں ۔مثلاً :۔

(۱) ـــــ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران اپنے اقرباء کو بڑے بڑے مناصب پرمسلّط کردیا، جنہوں نے کئی قسم کی خرابیاں اورمظالم کیے ۔

نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کو بیت المال سے ناجائز طور پر بےموقع بہ موقع اموالِ کثیرہ عطا فرماتے ۔

ان چیزوں کی وجہ سے قبائل میں نفرت پیدا ہوئی ۔قبیلہ پرستی کے متعصبانہ نظریات اُٹھ کھڑے ہوئے اور تعصّب کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں، جنہوں نے خلافت راشدہ کے نظام کو جلاکر خاک کردیا اور یہ چیزیں قتلِ عثمانؓ پر منتج ہوئیں۔

(۲) ـــــ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اقربانوازی کے علاوہ حضرت عثمانؓ بن عفانؓ نے شریعت میں کئی قسم کے بدعات پیدا کر دیئے ۔لہٰذا تمام مسلمان ان کے خلاف ہوگئے ۔آخر کار لوگوں نے انہیں قتل کردیا:۔

"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وخالفه المسلمون كلهم حتى قتل وعابوا افعاله ۔ ۔ ۔ الخ"

(منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ لابن المطہر الحلی الشیعی۔
بحث اختتام مطاعن عثمانی، ج ۴، ص ۶۸، مطبوعہ
در آخر منہاج السنۃ، طبع لاہور)

مسئلہ ہذا کو صحیح طور پر معلوم کرنے کے لیے بحث خامس میں "بیانِ مراحل" کے نام سے چند چیزیں یہاں ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں منصفانہ غور کرنے سے عثمانی دور کے آخری مسائل بہترین طریقہ سے واضح ہو جائیں گے اور وہ نقشہ جو معترض احباب نے ان ایام کے متعلق پیش کیا ہے اس کا بعید از صواب و خلاف واقعہ ہونا خوب طرح معلوم ہو سکے گا۔

بیانِ مراحل

(۱)

حضرت عثمانؓ کے دور کے متعلق لوگوں کا یہ تأثر دینا کہ دورِ عثمانی کے آخر میں حضرت عثمانؓ کے عمال و حکام کی وجہ سے کئی قسم کے منکرات اور برائیاں پھیل گئی تھیں اور احکامِ شرعی کی خلاف ورزی ہونے لگی تھی جن کی وجہ سے لوگ حضرت عثمانؓ پر طعن کرنے لگے اور ان کے خلاف نفرت کے جذبات لوگوں میں پھیل گئے۔" واقعات کے خلاف ہے۔ امت کے متعدد کبار علماء نے دورِ ہذا کے متعلق صفائی کے بیان دیتے ہیں اور منکرات اور برائیوں کی نفی کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی کام اس دور میں ایسا نہیں ہوتا تھا جس پر شرعاً طعن کیا جا سکے۔ یا اس کو موجبِ فسق اور قتل کا سبب قرار دیا جا سکے۔

امام بخاریؒ کی طرف سے صفائی کا بیان | اب پہلے امام بخاریؒ کی طرف سے

صفائی کا بیان ملاحظہ فرما دیں۔ انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن رضؓ سے نقل کیا ہے
وہ فرماتے تھے کہ :۔

"امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا فرمان اور حکم بارہ سال چلتا رہا۔ ان کی امارت میں لوگوں نے کوئی برائی نہیں دیکھی، حتیٰ کہ فاسق لوگ آگئے اور اہل مدینہ نے حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں نرمی سے کام لیا (یعنی شدت اختیار نہ کی، لہٰذا وہ مقصد میں کامیاب ہو گئے)۔

ــــ حدثنا سلیمان بن حرب ثنا ابو هلال قال سمعت الحسن يقول عمل امير المؤمنين عثمان بن عفانؓ ثنتي عشرة سنة لاينكرون من امارته شيئًا حتىٰ جاء فسقة فداهن والله في امره اهل المدينة"

(۱) (تاریخ صغیر امام بخاری، ص ۳۲ طبع الہ آباد (ہند) تحت ذکر من مات فی خلافۃ عثمانؓ)۔

(۲) تاریخ الاسلام للذھبی صہ ۵-۲ ج ۲ تذکرہ حضرت عثمانؓ۔

ابن العربی المالکی کا قول

علامہ ابن العربی المالکی اس موقعہ کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

"حضرت عثمانؓ کے دور میں کوئی برائی نہیں تھی، نہ اول دور میں اور نہ آخر دور میں اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے اس موقعہ پر کوئی برائی کی تھی۔ مخاطب کو کہتے ہیں جو تم کو اس موقعہ کی بری خبریں سنائی جاتی ہیں وہ باطل ہیں ان کی طرف التفات کرنے سے اجتناب کریں۔

"..... فلم يأت عثمان منكرًا لا في اول الامر ولا في آخره ولا جاء الصحابة بمنكر وكل ما سمعت من خبر باطل اياك ان تلتفت اليه"

(العواصم من القواصم، ص ۶۰ طبع سہیل اکیڈیمی لاہور)

حضرت شیخ جیلانیؒ کا فرمان

حضرت عثمانؓ کا مقام بیان کرتے ہوئے پیران پیر حضرت شیخ جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں حضرت عثمانؓ کی اور ان کے دور کی بہترین صفائی پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ برحق امام تھے یہاں تک کہ وہ شہید کیے گئے اور ان کے دور میں کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی تھی جس کی وجہ سے ان کو مطعون کیا جا سکے، یا ان کی طرف فسق کی نسبت کی جا سکے، یا ان کے قتل کا سبب قرار دیا جا سکے۔

اور روافض نے حضرت عثمانؓ کے خلاف یہاں بہت کچھ کہا ہے۔

—— و بایع علیؓ ثم بایع الناس اجمع فصار عثمان بن عفان خلیفۃً بین الناس باتفاق الکل فکان (عثمان) اماماً حقاً الی ان مات ولم یوجد فیہ امر یوجب الطعن فیہ ولا فسقہ ولا قتلہ خلاف ما قالت الروافض تباً لھم۔

(غنیۃ الطالبین مترجم، ص ۱۳۷، فصل ویعتقد اہل السنۃ... الخ۔ از حضرت شیخ جیلانیؒ المتوفی ۵۶۱ھ۔ طبع قدیم لاہور)

(۲)

دوسری یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے ایام میں عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے صحیح انتظامات تھے۔ اور لوگوں کی شکایات رفع کرنے کے لیے پورا اہتمام کیا جاتا تھا۔ حکام کو امر بالمعروف (بہتر کاموں کا حکم کرنا) و نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا) ادا کرنے کا حکم جاری ہوتا تھا۔

اس طریقہ سے قیامِ دین کی صحیح صورت قائم تھی اور ملکی انتظامات ٹھیک

طرح چلتے تھے۔ اور عوام میں پریشانی کے اثرات نہیں تھے۔ اس چیز کے متعلق مؤرخین کے مندرجہ ذیل بیانات ملاحظہ فرماویں پہلے اس دور کے وفد کی ایک رپورٹ پیش خدمت ہے پھر اس کی تائید میں اس دور کے اکابر حضرات جناب سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ جیسے معتمدین کے بیانات حاضر خدمت ہیں۔ امید ہے ان کے ملاحظہ کے بعد اطمینان کا سامان ہو جائے گا۔

ارسالِ وفود کا واقعہ اور ان کی واپسی رپورٹ

مؤرخین طبری اور ابن خلدون وغیرہ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ خلافتِ عثمانی کے ایام میں بعض لوگوں کی طرف سے حضرت عثمانؓ کے حکام کے متعلق کچھ شکایات پیش ہوئیں۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ نے چند با اعتماد حضرات کو مختلف جہات میں ان پیش آمدہ شکایات کی حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لیے بطور وفد ارسال کیا۔ محمد بن مسلمہ انصاری صحابیؓ کو کوفہ کی طرف اور اُسامہ بن زیدؓ کو بصرہ کی طرف اور عبداللہ بن عمرؓ صحابی کو شام کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت عثمانؓ نے ان کے ماسوا آدمی بھی مختلف مقامات میں پھیلائے۔ (تاکہ حالات کی صحیح واپسی رپورٹ حاصل ہو سکے)۔ اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو مصر کی طرف روانہ کیا تھا۔ عمارؓ کی واپسی سے قبل روانہ کیے ہوئے مذکور لوگ واپس آ گئے۔

انہوں نے واپس پہنچ کر اطلاع کی کہ اے لوگو! ہم نے کوئی بری بات وہاں نہیں دیکھی۔ عوام المسلمین اور خواص دونوں طبقوں نے کوئی بُری بات نہیں معلوم کی۔ مسلمانوں کا معاملہ ٹھیک چل رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے حکام ان میں انصاف کرتے ہیں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔

تاحال عمارؓ مصر سے واپس نہ ہوتے تھے۔ اس تاخیر کو لوگوں نے محسوس کیا۔ آخر کیا بات ہے؟ کسی عارضہ میں عمار مبتلا تو نہیں ہو گئے؟ یہی انتظار اور پریشانی کا عالم تھا کہ

ناگہاں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا مصر سے خط پہنچا۔ اس میں اطلاع درج تھی کہ مصر میں ایک قوم (یعنی معترضین ومخالفینِ عثمانؓ تھی) جس نے عمار کو (بہلا پھسلا کر) اپنی باتوں کی طرف مائل کر لیا ہے۔ اور عمارؓ کے پاس وہ جمع ہوتے ہیں ان کے نام یہ ہیں :۔ عبداللہ بن سبا (یعنی ابن سبا۔ خالد بن ملجم۔ سودان بن حمران۔ کنانہ بن بشر (وغیرہ)

—— ان تبعث رجالاً ممن تثق الی الامصار حتی یرجعوا الیك باخبارهم فدعا محمد بن مسلمة فارسله الی الکوفة وارسل اسامة بن زید الی البصرة وارسل عبد الله بن عمر الی الشام وفرّق رجالاً سواهم فرجعوا جمیعاً قبل عمار فقالوا ایها الناس! ما انکرنا شیئاً ولا انکره اعلام المسلمین ولا عوامهم وقالوا جمیعاً الامر امر المسلمین الا ان امراءهم یقسطون بینهم ویقومون علیهم واستبطأ الناس عماراً حتی ظنوا انه قد اغتیل فلم یفجأهم الا کتاب من عبد الله بن سعد بن ابی سرح یخبرهم ان عمار قد استماله قوم بمصر وقد انقطعوا الیه منهم عبد الله بن سوداء وخالد بن ملجم وسودان بن حمران وکنانة بن بشر"

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۹۹ تحت ۳۵ھ
ذکر مسیر من سار الی ذی خشب من اہل مصر۔ الخ)

ارسالِ وفود کا مذکورہ واقعہ تاریخ ابن خلدون میں بھی مذکور ہے۔ اس کی عبارت اور ترجمہ دینے میں تطویل ہوتی ہے۔ اس بناء پر صرف حوالہ کتاب درج ہے، رجوع فرما کر تصدیق کر لیں۔ (تاریخ ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن خلدون المغربی)، ج ۲، ص ۱۰۲۷ تحت بدأ الانتقاض علی عثمان۔ طبع بیروت لبنان)

مندرجہ بالا اطلاع کے ذریعے یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ عثمانی خلافت کے ایام میں منکرات نہیں تھے اور عوام و خواص اس دور میں کوئی برائی نہیں دیکھتے تھے۔ یہ سارا نظام دین اور شریعت کے ماتحت تھا یعنی اسلامی نظام رائج تھا اور لوگوں میں انصاف قائم کیا جاتا تھا۔ اور اس دور کے عمال و حکام ظالم اور جائر نہیں تھے بلکہ اچھے لوگ تھے اور عوام کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔

قاعدہ للاکثر حکم الکل

یہاں توجہ کے لائق یہ چیز ہے کہ ملک میں انتظامی شکایت معلوم کرنے کی خاطر متعدد وفود (مشتمل بر اکابر صحابہؓ) ارسال کیے گئے تو سوائے ایک عمار بن یاسرؓ کے سب کی واپسی رپورٹ یہ ہے کہ ملک کے معاملات سب ٹھیک چل رہے ہیں۔ ملکی نظام رعایا کے حق میں درست ہے مظالم نہیں ہو رہے بلکہ عدل و انصاف قائم ہے۔ پس عام قاعدہ یہ ہے (للاکثر حکم الکل)۔

تو اس مقام میں بھی یہی صورت صحیح ہے جو سب حضرات نے آ کر بیان کی ہے۔
مخالفین عثمانؓ کی باتوں سے عمارؓ بن یاسر کے متاثر ہو جانے کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔
لہٰذا اکثر حضرات کی اطلاع کو صحیح سمجھا جائے گا اور ایک شخص کی رائے کو منفرد رائے کا درجہ دیا جائے گا۔

عثمانی دور کی کیفیت کے متعلق سالم بن عبداللہؓ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے سالم بن عبداللہ دورِ عثمانی کی کیفیت کو اپنے مندرجہ ذیل بیان میں پیش کرتے ہیں وہ ملاحظہ کریں چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عثمانؓ جب سے خلیفۃ المسلمین مقرر ہوتے تھے، آخری حج کے بغیر تمام سالوں میں انہوں نے خود حج کرائے ..... (ان کے دور میں)

لوگ امن وامان میں تھے۔ حضرت عثمانؓ کی طرف سے حکام اور کارندوں کو حکم لکھ کر ارسال کیا جاتا اور جن لوگوں کو ان کے متعلق کوئی شکایت ہوتی ان کو بھی لکھ دیا جاتا کہ دونوں فریق ہر سال حج کے موقع پر حاضر ہوں (تاکہ شکوہ شکایات سُن کر ان کا ازالہ کیا جاسکے) اور شہروں میں لوگوں کی طرف حضرت عثمانؓ تحریری فرمان ارسال کرواتے کہ نیکی کا حکم کیا کرو، اور بُرائی سے باز رہو۔

اور کوئی مسلمان اپنے آپ کو ذلیل وعاجز نہ سمجھے۔ مَیں قوی شخص کے مقابلے میں ضعیف آدمی کے ساتھ ہوں جب تک وہ مظلوم ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لوگوں کی یہی حالت رہی اور اسی حالت پر قائم تھے، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس طریق کار کو تفریقِ امّت کا ذریعہ اور افتراقِ قوم کا وسیلہ بنایا (یعنی جا و بے جا اعتراض کھڑے کر کے اختلافات کی راہ پیدا کرلی)۔

"..... عن سالم بن عبد اللہ قال لما ولی عثمان حج سنواتہ کلہا الا آخر حجۃ ....

..... وامن الناس وکتب فی الامصار ان یوافیہ العمال فی کل موسم ومن یشکوھم وکتب الی الناس الی الامصار ان أتمروا بالمعروف وتناھوا عن المنکر ولا یذل المؤمن نفسہ فانی مع الضعیف علی القوی مادام مظلوماً ان شاء اللہ۔

فکان الناس بذالک فجری ذالک الی ان اتخذہ اقوام وسیلۃ الی تفریق الامۃ"

(تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۴ تحت ۳۵ھ ذکر بعض سیر عثمان رضی اللہ عنہ)

اور البدایہ میں یہ مضمون مختصراً بالفاظ ذیل مذکور ہے :-

"..... یلزم عمالہ بحضور الموسم کل عام و یکتب الی الرعایا من کانت لہ عند احدٍ منہم مظلمۃٌ فلیواف الی الموسم فانی آخذ لہ حقہ من عاملہ ..... الخ"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷ - ص ۲۱۸ - تحت فصل ومن مناقبہ الکبار وحسناتہ العظیمۃ ... الخ)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضؓ کا بیان

عبداللہ بن الزبیرؓ اس دور کے معتمد و معتبر لوگوں میں سے ہیں ان کی زبانی عثمانی دور کا نقشہ مصنفین نے نقل کیا ہے - ناظرین کرام اب اس کو ملاحظہ فرمادیں -

——— عبداللہ موصوف کے دَورِ خلافت میں خارجیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے (یہ وہی اعتراضات تھے جو سبائی ذہنیت والے لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر تجویز کیے ہوئے تھے) ان کے جواب میں عبداللہ بن الزبیرؓ نے حضرت عثمانؓ کی دیانت، صداقت، حسنِ کردار، اور حسنِ عمل کی خوب صفائی پیش کی جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے -

"...... فسألوہ عن عثمان فاجابھم فیہ بمایسوءھم و ذکر لھم ما کان متصفاً بہ من الایمان و التصدیق و العدل و الاحسان و السیرۃ الحسنۃ و الرجوع الی الحق اذا تبین لہ فعند ذالک نفروا عنہ وفارقوہ"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۸، ص ۲۳۹ - تحت امارۃ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما)

یعنی خارجیوں نے ابن زبیرؓ سے عثمانؓ کے کردار و عمل کے متعلق سوالات کیے

ابن زبیرؓ نے جو جوابات ذکر کیے وہ ان کو ناگوار اور بُرے معلوم ہوئے۔ ابن زبیرؓ نے ان کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت عثمانؓ ایمان و تصدیق کے ساتھ متصف تھے، صاحبِ عدل و انصاف تھے۔ احسان و اکرام ان کی صفت تھی، عمدہ اخلاق و کردار کے مالک تھے، حق بات کو قبول کرنے والے تھے جب بھی حق سامنے آتا جب عثمانی سیرت کا یہ نقشہ انہوں نے سنا تو ابن الزبیرؓ سے متنفر ہو گئے اور ابن الزبیرؓ کو چھوڑ کر الگ ہو گئے (اس لیے کہ سبائیوں کی طرح خارجی بھی عثمانؓ کے خلاف تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر ابن زبیرؓ ان کی رائے کے موافق رہے تو ساتھ دینگے ورنہ تعاون چھوڑ دیں گے)۔

مؤرخ ابن جریر طبری نے ۶۴ھ کے تحت جلد سابع میں واقعہ ہذا کو بڑا مفصل لکھا ہے مگر ہم نے اختصار کے پیش نظر البدایہ کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ سالم بن عبداللہؓ اور ابن زبیرؓ ہر دو کے بیانات نے واضح کر دیا کہ وفد کی مذکورۂ بالا رپورٹ جو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابہ کرامؓ نے لا کر پیش کی تھی وہ صحیح تھی اور عہدِ عثمانؓ میں دینی و ملکی انتظامات درست تھے۔ انصاف قائم تھا اور عوام میں قبائلی عصبیّت کی وجہ سے کسی قسم کی پریشانی اور بے چینی ہرگز موجود نہیں تھی۔

(۳)

مذکورۂ بالا مندرجات کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں دینی و انتظامی معاملات درست تھے اور اکثر و بیشتر اوقات میں کسی قسم کی خرابی واقع نہیں تھی۔ لیکن اس دور کے آخری ایّام میں جس قسم کے تغیرّات پیدا ہوئے ان کی ایک خاص نوعیت تھی اور ان کے دواعی و اسباب مخصوص قسم کے تھے۔

آغازِ تغیرّات | دورِ نبوّت سے لے کر اب تک بے شمار قومیں دائرۂ اسلام

میں داخل ہوئیں اور اسلام کا ہر دور میں بول بالا ہوتا گیا۔ اللہ کا کلمہ تمام ممالک پر غالب آگیا۔ تمام اقوام نے دینِ اسلام کو قبول کر لیا۔ غلبہ اسلام کو روکنے کے لیے کسی قوم کو جرأت نہ رہی۔ تمام مذاہب شریعتِ اسلامیہ کا حکم تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اس صورت میں جن اقوام کو اسلام کے ساتھ خاص عداوت اور دشمنی تھی وہ ظاہر میں اسلام کے غلبہ کو روکنے کے لیے دسترس نہیں رکھتی تھیں۔ انہوں نے اہلِ اسلام کو نقصان پہنچانے کا دوسرا راستہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ درپردہ اسلام میں باہمی اختلافات کی سکیم چلائی جاتے۔ ظاہر میں اسلام کی خیر خواہی اور اسلام پرستی کا دعویٰ قائم رکھا جائے۔ زبان پر دینِ اسلام کی محبّت و اطاعت ظاہراً جاری رہے اور باطن میں اسلام و اہلِ اسلام کے ساتھ عناد و نفاق کے سلسلہ کو چلایا جاتے۔ یہ اسلام میں افتراق پیدا کرنے کی گہری سازش تھی جو درپردہ شروع کی گئی۔

حسد و عناد پیشِ نظر تھا

ان لوگوں نے عثمانی خلافت کے آخری ایّام میں حسد و عناد کی بنا پر حضرت عثمانؓ کی مخالفت کی تھی۔

ہم یہاں پہلے حاسدین کے حسد پر حضرت علی المرتضیٰؓ و دیگر علماء کے بیانات ذکر کرتے ہیں اس کے بعد اس بات کو واضح کریں گے کہ حسد و عناد کرنے والے اور شر و فساد اٹھانے والے کون لوگ تھے؟ جنہوں نے منافقانہ طور پر تحریک چلائی اور قتلِ عثمانؓ تک نوبت پہنچا دی۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک موقع پر حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں بطور سوال یہ بات پیش کی گئی کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین کو قتلِ عثمانؓ پر کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا؟ تو حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا کہ "حسد" نے انہیں اس کام پر آمادہ کیا۔

چنانچہ فرمانِ ہٰذا کو امام احمدؒ نے "کتاب السُّنہ" میں بالفاظِ ذیل باسند

نقل کیا ہے :-

" . . . . . عن مضارب بن حزن قال قیل لعلیؓ بن ابی طالب ما حملہم علیٰ قتل عثمانؓ؟ قال الحسد "

(کتاب السنۃ لامام احمد، ص ۱۹۷ طبع مکۃ المکرمۃ۔ سن طباعت ۱۳۴۹ھ)

(۲) ـــــ اسی طرح تاریخ طبری، جلد پنجم میں ۳۶ھ کے تحت حضرت علی المرتضیٰ کا ایک خطبہ منقول ہے جس میں حضرت علیؓ نے بعض لوگوں کے اس موقع پر حسد و عناد کرنے کے معاملہ کو ذرا وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

" حضرت علیؓ نے خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کی، صلوٰۃ اور سلام کہا۔ پھر جاہلیت کے دَور اور اس کی شقاوت کا ذکر کیا اور مذہب اسلام پھر اس کی سعادت کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس خاص انعام کا ذکر کیا جو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک خلیفہ پر تمام اُمّت کے مجتمع ہونے کی صورت میں فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرے خلیفہ کے دَور کا، پھر اس کے بعد تیسرے خلیفہ یعنی حضرت عثمانؓ کے دَور کا ذکر فرمایا۔ پھر ان حوادث اور مصائب کا ذکر کیا جن کو اُمّت پر بعض اقوام کھینچ کر لائیں اور لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ اقوام دنیا کی طالب ہیں۔ انہوں نے اس فضیلت پر حسد کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت پر لوٹائی تھی۔ اُمّت کو جو چیزیں فضل و کمال کی حاصل ہوتی ہیں، انہ راہِ حسد ان کو پس پُشت ڈال دینے کا ان لوگوں نے ارادہ کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پُورا کرنے والا ہے اور جو ارادہ وہ فرمائے

اس کی وہ تکمیل کرنے والا ہے۔

"۔۔۔۔ فحمد اللہ عزّ وجلّ و اثنیٰ علیہ وصلّی علی النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم وذکر الجاھلیۃ وشقاھا والاسلام والسعادۃ وانعام اللہ علی الامۃ بالجماعۃ بالخلیفۃ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ثم الّذی یلیہ ثم الّذی یلیہ ثم حدث ھٰذا الحدث الذی جرّہ علیٰ ھٰذہ الامۃ اقوام طلبوا ھٰذہ الدنیا حسدوا من افاءھا اللہ علیہ علی الفضیلۃ وارادوھا رد الاشیاء علیٰ ادبارھا واللہ بالغ امرہ ومصیب ما اراد۔۔۔ الخ"

(۱) (تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴ ۱۹، تحت سنہ ۳۶ھ تحت عنوان نزول امیر المومنین ذا قار)

(۲) الفتنۃ ووقعۃ الجمل لسیف بن عمر الضبی التمیمی ص ۱۴۷۔

قاضی ابوبکر ابن العربیؒ کا قول

ابن العربی نے اپنی مشہور کتاب العواصم میں اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش کھڑا کرنے والوں کی پوزیشن درج کی ہے:۔

"وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف ایک قوم عناد و کینہ کی بنا پر جمع ہوئی، اس قوم نے یہ اپنا نظریہ بنا رکھا تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے کہ جنہوں نے ایک مقصد حاصل کرنا چاہا مگر وہ اس کی طرف نہیں پہنچ سکے اور وہ لوگ حسد کرنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی حسد کی بیماری کو ظاہر کیا اور ان چیزوں پر ان لوگوں کو اپنے دین کی قلت اور یقین کے ضعف نے اٹھایا تھا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے نے اس پر برانگیختہ کیا۔"

"۔۔۔۔ وتألب علیہ قوم لاحقاد اعتقدوھا ممن طلب

امرًا فلم يصل اليه وحسد حسادة اظهردا ها وحمله على ذالك قلّة دينٍ وضعف يقينٍ وايثار العاجلة على الآجلة ۔"

(العواصم من القواصم ، ص ۱۱۱ ، طبع لاہور تحت جوابات مطاعنِ عثمانی)

شر و فساد کھڑا کرنیوالے کون لوگ تھے؟

مذکورہ مندرجات نے وضاحت کر دی ہے کہ اسلام و اہل اسلام کے ساتھ خاص حسد و عناد رکھنے والی بعض قومیں تھیں جنہوں نے تمام شر و فساد کھڑا کرنے کی سکیم تیار کی اور مرکزِ اسلام یعنی خلیفۃ المسلمین حضرت عثمانؓ پر حملہ کر کے اسلام میں پھوٹ ڈالنے کی سازش کی۔

اب ناظرین کی خدمت میں یہ تشریح پیش کی جاتی ہے کہ تمام سکیم تیار کرنے والے اور اس کو چلانے والے کون لوگ تھے؟ کیا تاریخ ان کی کوئی نشاندہی کرتی ہے یا ان کا تعین کرنے میں کوئی رہنمائی کتبِ تاریخ سے حاصل ہوتی ہے؟

تو اس کے متعلق عرض ہے کہ شیعہ و سُنّی مؤرّخین نے اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے اپنی اپنی کتابوں میں حسبِ موقع درج کر دیا ہے قلیل سی محنت کرنے سے وہ مواد حاصل ہو سکتا ہے۔

ناظرین کرام کی سہولت کے لیے ہم چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں، جن میں غور و فکر کرنے سے مسئلہ مذکورہ پوری طرح صاف ہو کر نظر آئے گا۔

اس کا اجمالی نقشہ یہ ہے کہ انتشار فی الاسلام کا یہ مسئلہ عبداللہ بن سبا (یہودی) نومسلم نے اٹھایا۔ اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مختلف مقامات پر مختلف قوموں میں اپنے پروگرام کا پرچار کیا۔ لوگوں کو اپنا ہمنوا بنایا۔ اس کی منافقانہ چالوں اور دامِ تزویر میں جو لوگ آ گئے ان کو آمادہ کر کے خلیفہ اسلام پر وار کرنے کے لیے

مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی ۔ مرکز اسلام پر حملہ کر کے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کیا۔ اس طرح اہلِ اسلام میں افتراق و انتشار کا باب ہمیشہ کے لیے مفتوح کر دیا۔

عبداللہ بن سبا کی ابتدائی کارگزاری اور بنیادی طریق کار :-

حافظ ابن کثیرؒ نے مسئلہ ہذا کو مندرجہ ذیل شکل میں پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ :-

—— حضرت عثمانؓ کے خلاف جو جماعتیں مذموم مقاصد کے تحت جمع ہو کر آئی تھیں، اس کے پس منظر میں یہ چیز تھی کہ :

"ایک شخص یہودی (جس کو عبداللہ بن سبا کہتے تھے) بظاہر اسلام لایا پھر اس کو مصر کی طرف نکالا گیا ۔ ایک مضمون جو اس نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا تھا وہ لوگوں کی ایک جماعت کے سامنے پیش کیا ۔ وہ مضمون یہ تھا کہ :-

(۱) پہلے دریافت کرتا تھا کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے واپس تشریف لائیں گے؟ لوگ کہتے کہ ہاں آئیں گے ۔ تو کہتا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام سے یقیناً افضل ہیں تو پھر ان کے عود کر آنے سے کیوں انکار ہے ؟

(۲) —— پھر یہ چیز پیش کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے حق میں وصیت کی تھی (یعنی ان کو اپنا وصی اور اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا) پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور علی المرتضیٰ خاتم الاوصیاء ہیں ۔

(۳) —— اس کے بعد یہ بات سامنے رکھتا کہ خلافت و امارت کے لیے حضرت عثمانؓ سے حضرت علی بنؓ ابی طالب زیادہ حقدار ہیں اور عثمانؓ

نے اپنی خلافت کے دوران کئی قسم کی زیادتیاں کر ڈالی ہیں جو ان کے لیے مناسب نہیں تھیں۔

ابن سبا کی حامی جماعت نے حضرت عثمانؓ کے حق میں کئی چیزوں کا انکار کیا۔ اس معاملہ کو بظاہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا رنگ دیتے ہوتے تھے۔ (اور اصلاحی شکل میں پیش کرتے تھے)

مصر وغیرہ کے بہت سے لوگ ان کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر فتنوں میں مبتلا ہوتے۔ ان لوگوں نے کوفہ و بصرہ کے عوام کی جماعتوں کی طرف مراسلت و خط و کتابت جاری کر رکھی تھی۔ شکایاتِ عثمانی ان مراسلات کا موضوع ہوتا تھا۔ اس طریق سے انہوں نے لوگوں کو مخالفتِ عثمانی پر مجتمع کیا۔ اور کچھ لوگ حضرت عثمانؓ کی طرف بحث و جدال کرنے کے لیے مدینہ ارسال کیے۔ وہاں جا کر انہوں نے کبار صحابہ کو معزول کرنے اور اپنے رشتہ داروں کو عامل بنانے کے طعن ذکر کیے۔ اس طرح لوگوں کے قلوب میں شبہات ڈالنے کی کوشش کی۔ ۔ ۔ ۔ الخ "

" وذكر سيف بن عمران سبب تالب الاحزاب على عثمان ان رجلًا يقال له عبد الله بن سبا كان يهوديًا فاظهر الاسلام و صار الى مصر، فاوحى الى طائفة من الناس كلامًا اخترعه من عند نفسه، مضمونه انه يقول للرجل أليس قد ثبت ان عيسى بن مريم سيعود الى هذه الدنيا؟ فيقول الرجل نعم! فيقول له فرسول الله صلى الله عليه وسلم افضل منه فما تنكر ان يعود الى هذا الدنيا وهو اشرف من عيسى ابن مريم عليه السلام۔ ثم يقول وقد كان اوصى الى علي بن ابي طالب فمحمد خاتم الانبياء

وعلی خاتم الاوصیاء ثم یقول فھوا حق بالامرۃ من عثمانؓ وعثمانؓ معتد فی ولایتہ مالیس لہٗ - فانکروا علیہ واظھروا الامر بالمعروف والنھی عن المنکر - فافتتن بہ بشر کثیر من اھل مصر وکتبوا الی جماعات من عوام اھل الکوفۃ والبصرۃ فتمالؤا علی ذالک وتکاتبوا فیہ وتواعدوا ان یجتمعوا فی الانکار علی عثمانؓ وارسلوا الیہ من یناظرہ ویذکر لہٗ ما ینقمون علیہ من تولیتہ اقرباءہ وذوی رحمہ وعزلہ کبار الصحابۃ فدخل ھٰذا فی قلوب کثیر من الناس فجمع عثمانؓ بن عفان نوابہ من الامصار فاستشارھم فاشاروا علیہ بما تقدم ذکرنالہ فاللہ اعلم۔

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷ ص ۱۶۷-۱۶۸ تحت ۳۴ھ)

ابن خلدونؒ کا بیان

اور علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں اس مقام پر عبداللہ بن سبا کا تعارف اور اس کی کارستانیاں ذیل میں مختصراً بیان کی ہیں۔

(۱) ---- اس دور کے شریر اور فسادی عنصر میں ایک شخص عبداللہ بن سبا تھا جو ابن السوداء کے نام سے معروف تھا۔ (السوداء اس کی ماں کا نام تھا)۔

(۲) ---- یہ یہودی نسل سے تھا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں ظاہراً اسلام لایا لیکن اس کا اسلام لانا صحیح نہیں تھا (اس کی منافقانہ چال تھی)

(۳) ---- (اپنے کردار کی وجہ سے) بصرہ سے نکال دیا گیا۔ پھر کوفہ میں داخل ہوا پھر وہاں سے شام چلا گیا۔ شام سے بھی اسے نکالا گیا۔ پھر مصر میں داخل ہوا۔

(۴) ---- حضرت عثمانؓ پر یہ بہت طعن کیا کرتا تھا اور در پردہ حضرت علیؓ و اولادِ علیؓ

کے لیے لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔

(۵) ـــــ اور لوگوں کو کہتا تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح واپس اس دنیا میں تشریف لائیں گے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائیں گے۔ یہاں سے اہل رجعت کے نزدیک رجعت کا مسئلہ لیا گیا۔

(۶) ـــــ اور کہتا کہ حضرت علیؓ، حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں لیکن وصیت کو پورا نہیں کیا گیا۔ (یعنی ان کا حق غصب کیا گیا ہے)۔

(۷) ـــــ حضرت عثمانؓ بن عفان نے خلافت کو ناحق طور پر لے لیا ہے۔ لوگوں کو اس مسئلہ پر برانگیختہ کیا کرتا تھا۔

(۸) ـــــ حکام و عمال عثمانی پر کئی قسم کے طعن پیدا کر کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا تھا اور مختلف شہروں کی طرف خط و کتابت کر کے اس چیز کا پروپیگنڈا کرتا تھا۔ اس کام میں ابن سبا کے ساتھ مندرجہ ذیل ساتھی تھے۔

خالدؓ بن ملجم۔ سودان بن حمران۔ کنانہؓ بن بشر۔ ان ہی لوگوں نے حضرت عمارؓ کو مدینہ واپس ہونے سے روک رکھا تھا۔

"منهم عبد الله بن سبا ويعرف بابن السوداء كان يهودياً وهاجر ايام عثمان فلم يحسن اسلامه واخرج من البصرة فلحق بالكوفة ثم الشام واخرجوه فلحق بمصر وكان يكثر الطعن على عثمان ويدعو فى السر لاهل البيت ويقول ان محمداً يرجع كما يرجع عيسى وعنه اخذ ذالك اهل الرجعة وان علياً وصى رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث لم يجز وصيته وان عثمان اخذ الامر بغير حق ويحرض الناس على القيام فى ذالك والطعن على الامراء فاستمال الناس بذالك فى الامصار وكتب به بعضهم

بعضاً وكان معه خالد بن ملجم وسُودان بن حمران وكنانة

بن بشر فثبّطوا عماراً عن المسير الى المدينة "

(تاریخ ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن خلدون المغربی

ج ۲۔ص ۱۰۲۷۔تحت بدأ الانتقاض علی عثمانؓ)

تنبیہ :-

عبداللہ بن سبا کی اسلام دشمنی اور افتراق بین المسلمین کی مختصر سی کارگزاری ہم نے ذکر کی ہے۔مزید اس کے حالات اگر ملاحظہ کرنے مطلوب ہوں تو مندرجۂ ذیل مقامات کی طرف توجہ کریں۔

۱۔تاریخ ابن جریر طبری، ج ۵، ص ۹۰۔تحت ۳۳ھ

۲۔ " " " " ، ص ۹۸-۹۹۔تحت ۳۵ھ

۳۔میزان الاعتدال للذہبی ج ۲، ص ۴۰، تحت حرف العین (عبداللہ بن سبا)

۴۔لسان المیزان لابن حجر، ج ۳، ص ۲۸۹۔تحت حرف العین۔ (تذکرہ عبداللہ بن سبا)

۵۔کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ، ص ۸۸۔تحت ذکر بعث ابن سوداء دعاتہ فی البلاد۔

ابن سبا کی پوزیشن شیعوں کے نزدیک

شیعہ مؤرخین اور مترجمین کے کبار علماء نے عبداللہ بن سبا کے متعلق اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ یہ ایک یہودی النسل شخص تھا۔پھر مسلمان ہوا اور بعد از اسلام حضرت علیؓ کی ولایت اور دوستی کا دم بھرنے لگا۔یہودیت کے دور میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون کے حق میں وصی ہونے کا یہ قول کرتا تھا۔اسلام لانے کے بعد یہی قول (یعنی حضرت علیؓ کے وصیِ نبی ہونے کا قول) کرنے لگا۔اور یہ (اسلام میں)

اوّل وہ شخص تھا جس نے حضرت علیؓ کی امامت کے فرض ہونے کا دعویٰ کیا اور حضرت علیؓ کے مخالفین سے براءت کرنے کو ضروری قرار دیا (یعنی تبرّیٰ کرنے کو لازم ٹھہرایا) پس اسی وجہ سے شیعہ کے مخالف لوگوں نے یہ قول کیا ہے کہ تشیّع اور رفض کا اصل سرچشمہ یہودیّت ہے۔

تیسری صدی کے علاّمہ نوبختی نے لکھا ہے کہ

"...... وحکی جماعۃ من اھل العلم من اصحاب علی علیہ السلام ان عبداللہ بن سبا کان یھودیاً فاسلم ووالی علیاً علیہ السلام وکان یقول وھو علیٰ یھودیتہ فی یوشع بن نون بعد موسیٰ علیہ السلام بھذہ المقالۃ فقال فی اسلامہ بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ فی علی علیہ السلام بمثل ذالک وھو اوّل من اشھر القول بفرض امامۃ علی علیہ السلام واظھر البرأۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ فمن ھناک قال من خالف الشیعۃ ان اصل الرفض ماخوذ من الیھودیۃ ... الخ"

(فرق الشیعہ لابی محمد حسن بن موسیٰ النوبختی، ص ۴۴ - طبع نجف اشرف (من علماء قرن الثالث) تحت الفرقۃ السبائیہ)

چوتھی صدی کے علامہ ابوعمرو الکشی نے لکھا ہے کہ

"ذکر بعض اھل العلم ان عبداللہ بن سبا کان یھودیاً فاسلم ووالی علیاً علیہ السّلام وکان یقول وھو علیٰ یھودیتہ فی یوشع بن نون وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفاۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ فی علی علیہ السلام مثل ذالک وکان اوّل

من اشهر بالقول بفرض امامة علیؑ و اظهر البرائۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ و اکفرھم فمن ھٰھنا قال من خالف الشیعۃ اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیھودیۃ۔"

(۱) ــــ رجال کشی (من علماء القرن الرابع)، ص ۷۱۔ طبع بمبئی، تحت تذکرہ عبداللہ بن سبا۔

(۲) ــــ تنقیح المقال للشیخ عبداللہ المامقانی، ج ۲، ص ۱۸۴۔ تحت عبداللہ بن سبا۔ طبع نجف اشرف (عراق)

حاصلِ کلام

عثمانی خلافت کے آخری ایّام میں ابن سبا کی یہ منافقانہ تحریک اہلِ اسلام میں اختلاف ڈالنے کے لیے چلائی گئی تھی اور ابن سبا نے مختلف علاقوں میں اپنے ہمنوا اشرسید افراد پیدا کر لیے تھے جو حضرت عثمانؓ پر اعتراضات کرتے اور ان کے عمّال کی زیادتیاں شمار کرتے تھے۔ یہ لوگ مشورہ کے ساتھ کوفہ سے بصرہ سے اور مصر سے چڑھائی کر کے مدینہ پر آتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اہلِ مصر کا سرگروہ عبدالرحمٰن بن عدیس البلوی تھا۔ بصریوں کا لیڈر حکیم بن جبلہ العبدی تھا اور اہلِ کوفہ کی پارٹی کا سربراہ مالک بن حارث الاشتر النخعی تھا۔

چنانچہ خلیفہ ابن خیاط لکھتے ہیں:۔

"قال ابو الحسن قدم اھل مصر علیھم عبد الرحمٰن بن عدیس البلوی و اھل البصرۃ علیھم حکیم بن جبلۃ العبدی و

اهل الكوفة فيهم الاشتر مالك بن الحارث النخعي المدينة
في امر عثمان فكان مقدم المصريين ليلة الاربعاء هلال
ذي قعدة . . . الخ "

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جز ا، ص ۱۴۵۔
تحت سنہ ۳۵ھ (الفتنۃ زمن عثمانؓ)

پہلے کچھ ایام ان لوگوں نے محاصرہ عثمانی کیے رکھا۔ اس دوران مختلف
مطالبات حضرت عثمانؓ سے منوانے کے لیے حیلے اور بہانے بناتے رکھے لیکن
اصلی مقصد چونکہ دوسرا تھا (یعنی اسلام کے مرکز کو ختم کرنا مقصود تھا) اس لیے
مطالبات تسلیم ہونے پر بھی وہ کسی صورت میں مطمئن اور راضی نہیں ہوتے تھے۔
آخر کار انہوں نے اپنے مذموم مقصد کی طرف اقدام کیا اور مرکزِ اسلام (خلیفۃ
المسلمین) کو موقع پا کر شہید کر ڈالا حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرنے والے حضرات
کو بعد میں علم ہوا جبکہ وہ اپنا مطلب پورا کر چکے تھے۔

—— (۴) ——

مدافعتِ عثمانی میں اہلِ مدینہ

اور صحابہ کرام کا کردار

جب یہ اشرار اپنے مقاصد کے پیش نظر اپنے اپنے مراکز سے مدینہ شریف
کی طرف روانہ ہوتے تو وہاں یہ ارادہ ظاہر کرتے تھے کہ مدینہ کے راستہ سے
حج کو جائیں گے۔

کوفہ، بصرہ اور مصر سے یہ لوگ ایک کثیر تعداد میں پہنچے تھے اور یہاں مدینہ

حوالی مدینہ میں پہنچنے کے بعد یہ ظاہر کرتے تھے کہ خلیفۃ المسلمین اور ان کے حکام سے چند شکایات ہیں ان کا ازالہ کرنا مطلوب ہے۔ اس مقام میں ناظرین کرام اس بات کو ذہن نشین رکھیں کہ بہت سے اہلِ اسلام مدینہ اور غیر مدینہ سے مختلف ممالک میں پہنچ کر جنگی مہموں میں مصروف تھے اور کچھ لوگ اہلِ مدینہ میں سے حج کو چلے گئے تھے۔ اور باقی صحابۂ کرام اور اہلِ مدینہ ابتدائی مراحل میں ان باغیوں اور حضرت عثمانؓ کے درمیان ازالہ شکایات کے سلسلہ میں مساعی کرتے رہے۔ بقول مؤرخین حضرت عثمانؓ نے ان میں سے جائز چیزوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے اعتراضات کا ازالہ کر دیا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنے پُرفتن مقاصد میں کچھ کمی نہ کی اور روز بروز ان کی گرفت بڑھتی گئی اور عثمانی محاصرہ شدید ہوتا گیا

جب بگڑتے ہوئے یہ حالات صحابہؓ کے سامنے آئے تو اس وقت حضرت عثمانؓ کی خدمت میں متعدد بار صحابۂ کرام اور اہلِ مدینہ حاضر ہوئے اور اجازت چاہی کہ ان مفسدین کے شر کو دُور کرنے کے لیے ہاتھ اٹھانے اور ہتھیار سنبھالنے کی اجازت بخشی جائے۔

چنانچہ اختصار کے پیشِ نظر اس پر مندرجۂ ذیل حوالہ جات پیشِ خدمت ہیں۔

مصعب الزبیری کتاب نسبِ قریش میں لکھتے ہیں کہ:

"لوگ (صحابۂ کرام اور اہلِ مدینہ) حضرت عثمانؓ کی طرف کھڑے ہو کر آئے اور کہنے لگے کہ مسئلہ ہذا (یعنی اختلاف بین الفریقین) میں ہمیں بصیرت حاصل ہو گئی ہے۔ اب آپ ہمیں باغیوں کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا کہ جن لوگوں پر میری تابعداری لازم ہے ان کو میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے لیے قتال نہ کریں۔"

"... فقام الناس الی عثمانؓ فقالوا قد امکننا البصائر فاذن لنا فی الجهاد قال ابو حبیبۃ قال عثمان عزمت علی من کانت لی علیہ طاعۃ ان لا یقاتل"

(۱) — کتاب نسب قریش، ص ۱۰۳ تحت ولد ابی العاص
(۲) — تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲ ص ۱۳۳ تحت ۳۵ھ

حافظ ابن کثیر البدایہ میں کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے باغیوں کو سختی سے منع کیا اور روکا تو معاملہ میں تلخی اور شدت پیدا ہو گئی حضرت عثمانؓ نے لوگوں پر قسم دے کر حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں کو قتال سے روک لیں اور اپنے ہتھیاروں کو نیام میں کر لیں۔ چنانچہ لوگوں نے اس فرمان پر عمل کیا۔ اس بنا پر باغیوں نے اپنے ارادے پر قدرت پالی۔ بایں ہمہ اہلِ مدینہ میں سے کوئی شخص بھی یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جائے گا۔

"...... وعزم عثمان علی الناس ان یکفوا ایدیہم ویغمدوا اسلحتہم ففعلوا فتمکن اولئك مما ارادوا ومع ھذا ماظن احد من الناس انہ یقتل بالکلیۃ"

(البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۹۷ فصل ان قال قائل کیف وقع قتل عثمان ... الخ)

——— اسلام کا قاعدہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب ہوتی ہے اس قاعدہ کی بنا پر صحابہ کرام نے مدافعت کے سلسلہ میں خلیفہ کے اذن کے بغیر کوئی اقدام نہیں کیا۔ اسی سلسلہ میں اب خلیفہ سے طلبِ اجازت کے چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

مدافعت کی اجازت طلب کرنے والے اشخاص

(۱)—— حضرت زید بن ثابت انصاری نے اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ انصار لوگ دروازے پر موجود ہیں کہتے ہیں کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم دوبارہ اللہ کے انصار بنیں۔ (یعنی ایک دفعہ پہلے دین کی نصرت کر چکے ہیں۔ اب دوسری بار ہم اللہ کے دین کی نصرت کرنے کو تیار ہیں) تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی حاجت نہیں ہے۔ تم قتال سے رک جاؤ۔

"ان زید بن ثابت قال لعثمانؓ ھٰؤلاء الانصار بالباب یقولون ان شئت کنّا انصار اللہ مرّتین فقال لاحاجۃ لی فی ذالک کفّوا"

(۱)—— تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جز اوّل، ص ۱۵۱ تحت ۳۵ھ۔ الفتنۃ زمن عثمانؓ۔

(۲)—— طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۸ تحت ذکر ماقیل لعثمانؓ فی الخلع۔

(۲)—— حضرت عبداللہ بن عمرؓ محاصرہ کے دنوں میں تلوار لگا کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں مدافعت کے لیے حاضر ہوتے تو حضرت عثمانؓ نے ابن عمرؓ کو قسم دے دی کہ آپ واپس چلے جائیں۔ خدانخواستہ آپ کہیں اس فتنہ میں قتل نہ کیے جائیں۔

"ان ابن عمرؓ کان یومئذٍ متقلداً سیفہ حتی عزم علیہ عثمانؓ ان یخرج مخافۃ ان یقتل"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۱۔ تحت ۳۵ھ۔ الفتنۃ زمن عثمانؓ)

(۳) ـــــ اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ ہتھیار بند ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں مدافعت کے لیے حاضر ہوئے اور آ کر مدافعت کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی منع کر دیا"

"عن قتادة ان ابا هريرة كان متقلداً سيفه حتى نهاه عثمانؓ"

(۱) ـــــ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۱ تحت ۳۵ھ۔ الفتنۃ زمن عثمانؓ۔

(۲) ـــــ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۴۸-۴۹ تحت ذکر ما قیل لعثمان فی الخلع۔

(۳) ـــــ کتاب السنن لسعید ابن منصور، ص ۳۶۲۔ القسم الثانی من مجلد الثالث طبع مجلس علمی۔ کراچی و ڈابھیل۔

(۴) ـــــ اور ایک صحابی سلیطؓ ابن سلیط ہیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتنۂ ہذا کے دوران باغیوں سے قتال کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی ہاتھ اٹھانے سے منع کر دیا۔

حضرت سلیطؓ فرماتے تھے کہ اگر سیدنا عثمانؓ ہمیں باغیوں سے قتال کرنے کی اجازت فرماتے تو ہم ان کو مار بھگاتے حتیٰ کہ ان علاقوں سے ہی انہیں نکال دیتے۔

"عن محمد بن سيرين قال قال سليط بن سليط نهانا عثمانؓ عن قتالهم ولو اذن لنا لضربنا هم حتى نخرجهم من اقطارها"

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۱۵۰، ج ۱، تحت ۳۵ھ۔ الفتنۃ زمن عثمانؓ)

تاریخ شہادتِ عثمانؓ اور قاتلین کے اسماء

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین عثمانؓ کو سرکشوں اور ظالموں نے (۳۵ھ میں) ۱۸ ذوالحجہ کو بروز جمعہ (بعد العصر) بیدردی سے اپنے مکان میں شہید کر دیا۔ (ترجیع)۔ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے قریب یہ مکان واقع تھا۔

——— قاتلین میں ایک شخص سودان بن حمران ہے، اسی کو اسود بن حمران کے نام سے بھی لکھتے ہیں۔ دوسرا شخص رومان الیمانی ہے جو بنی اسد بن خزیمہ کے قبیلہ سے تھا اور بھی بعض لوگوں مثلاً (کنانہ بن بشر وغیرہ) کا نام قاتلینِ عثمانؓ میں شمار کیا کرتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے ذیل مقامات کی طرف رجوع کریں۔

(۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱، ص ۱۵۳ تحت ۳۵ھ

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۸۵ تحت صفۃ قتلہ۔

(۳) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۱۹۰۔ فصل (کانت مدۃ حصار عثمان فی دارہ)

حضرت عثمانؓ کا جنازہ، پھر تجہیز و تکفین و تدفین میں تعجیل

سیدنا عثمانؓ کے جنازہ کا مسئلہ قبل ازیں "رحماء بینہم" حصہ سوم عثمانی باب پنجم تحت عنوان جنازہ عثمانی و دفن وغیرہ کے لکھا گیا تھا تاہم یہاں بھی اس مسئلہ کو مختصراً درج کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی تدفین کی تعجیل بھی ذکر کی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل حوالہ جات کے ذریعہ یہ طعن زائل ہو جائے گا کہ حضرت عثمان تین روز تک بے گور و کفن پڑے رہے تھے۔

(۱)

امام احمدؒ نے مسند احمد میں باسند روایت درج کی ہے کہ مشہور صحابی حضرت

زبیرؓ بن العوام نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ پڑھایا اور دفن کیا۔"

"...... عن قتادۃ قال صلی الزبیر علی عثمان رضی اللہ عنہ

ودفنہ ... الخ" (۱) (مسند احمد، ج ۱، ص ۷۴ تحت مسندات عثمان

واخبار عثمان - طبع اول مصری)

(۲) تاریخ الخلفا للسیوطی صہ ۱۱۵ طبع دہلی تحت سنہ ۳۵ھ

(۲)

قدیم مؤرخین (مصعب الزبیری وغیرہ) نے اس موقعہ کے واقعات میں تحریر کیا ہے کہ عثمانؓ اس دن روزہ دار تھے۔ جمعہ کے روز وہ شہید کیے گئے اور ہفتہ کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں جنازہ پڑھنے کے بعد انہیں دفن کیا گیا۔

"...... وکان یومئذٍ صائماً و دُفِن لیلۃ السبت بین المغرب

والعشاء"

(کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری ص ۱۰۱۔

تحت ولد ابی العاصی بن امیہ)

(۳)

—— نیاز بن مکرم الاسلمی جو واقعہ شہادت کے موقعہ پر موجود تھے، حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں ان حالات کی تفصیل بیان کرتے وقت ذکر کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ دفن کے لیے اٹھایا۔ یہ ہفتہ کی شب تھی مغرب و عشاء کا درمیانی وقت تھا۔

"... حملناہ رحمہ اللہ لیلۃ السبت بین المغرب و

العشاء ... الخ" (طبقات لابن سعد، ج ۳ ص ۵۴، (القسم الاول) تحت

ذکر من دفن عثمان ومتی دفن ومن حملہ... الخ طبع اول لیڈن۔

(۴)

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ متعدد روایات مشہورہ کے ذریعہ ثابت ہوچکا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی نعش کا تین روز تک پڑے رہنا محض افترا اور جھوٹ ہے۔ اس کی تکذیب تمام تواریخ میں موجود ہے اس لیے کہ مؤرخین کا اس چیز پر اتفاق ہے کہ ۳۵ھ، ۱۸ ذوالحجہ بروز جمعہ عصر کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی اور شب شنبہ (ہفتہ) کی رات کو ہی جنت البقیع کے قریب دفن کر دیئے گئے۔ اس بات میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے۔

"——نیز از روایاتِ مشہورہ متعددہ ثابت شد کہ تا سہ روز افتادہ ماندن لاشِ عثمانؓ محض افترا و دروغ ست و در جمیع تواریخ تکذیب آں موجود است زیرا نکہ باجماعِ مؤرخین شہادۃ عثمانؓ بعد از جمعہ ہیژدہم ذی الحجہ واقع شدہ است و دفنِ او در بقیع شبِ شنبہ وقوع یافت بلا شبہ۔"

(تحفہ اثنا عشریہ، ص ۳۲۹ طبع جدید لاہور
در آخر طعنِ دہم عثمانی۔ (مطاعن عثمانی)

(۵)

قاتلینِ عثمانؓ کیسا گروہ تھا؟

امت کے کبار علماء نے اس مسئلہ کو مختصر الفاظ میں تصریحاً ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے بہترین لوگوں میں سے کوئی شخص بھی حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک نہیں تھا اور نہ قتلِ عثمانؓ کے حکم کرنے میں شامل تھا۔

حضرت عثمانؓ کو مفسدین کے ایک طائفہ نے شہید کیا۔ وہ طائفہ قبائل کے اوباش لوگوں میں سے تھا اور فتنہ برپا کرنے والوں میں سے تھا۔

ان کا پہلے یہ مطالبہ تھا کہ عثمانؓ خلافت سے دستبردار ہوجائیں لیکن آخر کار انہو نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے ہی چھوڑا۔ حالانکہ ان کے شبہات، اور اعتراضات کو دور کر دیا گیا تھا اور ان کے سامنے حق بات واضح ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے قتلِ عثمانؓ کا فتنہ کھڑا کر دیا۔ پس سے اہلِ اسلام میں ہمیشہ کے لیے اختلاف پیدا ہو گیا۔

اسی وجہ سے علماءِ کبار نے ان لوگوں کو باغی کی بجائے مفسد، ظالم اور سرکش کا نام دیا ہے۔ حوالہ جاتِ ذیل میں یہ مضمون موجود ہے۔ اہلِ علم تسلی فرما سکتے ہیں۔

(۱) ان اخیار المسلمین لم یدخل واحد منہم فی دم عثمانؓ لا قتل ولا امر بقتلہ وانما قتلہ طائفۃ من المفسدین فی الارض من اوباش القبائل واھل الفتن "

(منہاج السنہ لابن تیمیہ، ج ۲، ص ۱۸۶)

(۲) " ولم یدخل خیار المسلمین فی ذالک انما قتلہ طائفۃ من المفسدین فی الارض من اوباش القبائل وروس الشر"

(المنتقیٰ للذہبی، ص ۲۲۵)

(۳) فمن الذی اجتمع علیٰ قتلِ عثمان؟ ھل ھم الا طائفۃ من اولی الشر والظلم ولا دخل فی قتلہ احدٌ من السابقین"

(المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۴۵)

(۴) "... (ھاجت) روس الفتنۃ والشر واحاطوا بہ و حاصروہ لیخلع نفسہ من الخلافۃ وقاتلوہ قاتلھم اللہ "

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی، ص ۹-۸۔ طبع حیدر آباد دکن۔ طبع اوّل تحت ذکر امیر المومنین عثمان بن عفانؓ)

(۵) ـــ فنِ عقائد کے علماء اس طرف گئے ہیں کہ :-

"ان قتلۃ عثمان لم یکونوا بغاۃً بل ھم ظلمۃٌ وعتاۃٌ لعدم الاعتداد بشبہتہم ولانہم اصرّوا علی الباطل بعد کشف الشبہۃ وایضاح الحق لہم"

(المسامرۃ فی شرح المسایرۃ، ص ۱۵۹-۱۶۰- جز ثانی طبع مصر تحت الاصل الثامن)

صحابہ کرام کا شہادتِ عثمانیؓ پر تأسف

جب یہ مُفسد اور باغی لوگ اپنے بڑے مقصد (یعنی قتلِ عثمانؓ) میں کامیاب ہو گئے تو یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اسلام کے مرکز پر انہوں نے حملہ کر کے مرکزی قوت پاش پاش کر دی تھی۔ اس جاں گداز واقعہ کو دیکھ کر صحابہ کرام سخت پریشان اور سرگرداں تھے۔ تقدیر خداوندی غالب آگئی تھی جس کو دُور کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔

(۱) ــــ اس موقعہ پر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ لوگوں نے قتلِ عثمانؓ کے ذریعے اپنے اوپر ایک فتنے کا دروازہ کھول لیا ہے جو قیامت تک بند نہ ہو سکے گا۔

ــــ "وقال عبداللہ بن سلام لقد فتح الناس علیٰ انفسہم بقتل عثمان باب فتنۃٍ لا ینغلق عنہم الی قیام الساعۃ"

(الاستیعاب معہ الاصابہ، ج ۳ ص ۸۴- تحت تذکرہ عثمانی)

(۲) ــــ ایک دوسرے صحابی ابو حمید الساعدیؓ (جو بدری صحابہؓ میں سے تھے) اس واقعہ کے تاثرات کا یوں اظہار کرتے ہیں: جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو یوں کہتے تھے کہ اے اللہ! تیری رضا کی خاطر میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا

کہ فلاں فلاں بات نہیں کروں گا، ہنسی اور مذاق بھی نہیں کروں گا، حتیٰ کہ مجھ پر موت آجائے۔

—— قال ابو حمید الساعدیؓ لما قتل عثمانؓ وکان ممن شہد بدرا اللّٰھم ان لک علیّ الا افعل کذا ولا افعل کذا ولا اضحک حتٰی القاک "

(طبقات ابن سعد، ص ۵۶۔ تحت ذکر ما قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳) —— حضرت عثمانؓ جب شہید ہوئے تو حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے افسوس اور تأسف کرتے ہوئے فرمایا کہ جب سے حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ۔ میں نے کھانا سیر ہو کر نہیں کھایا "

—— "و ذکر عن انس بن مالک قال قال عبداللہ بن عمرؓ ما شبعت من طعام منذ قتل عثمان "

(کتاب نسب قریش، ص ۱۰۲۔ تحت ولد ابی العاصی بن امیۃ)

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا صدمہ صحابۂ کرام پر اتنا شدید تھا جس کو صحیح طور پر بیان کرنا بڑا مشکل ہے۔ صحابۂ کرام کے یہ چند ایک واقعات ہم نے بطور نمونہ نقل کر دیئے ہیں ورنہ اس مظلومانہ قتل کی ایک طویل داستانِ غم ہے جو متعدد صحابۂ کرام سے منقول ہے اور اس پر جتنا صحابہ کرامؓ غم کا اظہار فرماتے وہ کم ہی تھا ۔ اور اس کا مداوا کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

—(۶)—

اِن فتن اور بلیّات میں سیّدنا عثمانؓ حق پر تھے اور ان کا خاتمہ حق پر ہوا

پیش کردہ چیزوں کے ذریعے یہ بات صاف طور پر نظر آتی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف آخری ایام میں مفسدین نے جو چیزیں کھڑی کر دی تھیں وہ اغراض فاسدہ کی بنا پر تھیں۔

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں کوئی خلافِ شرع چیز نہیں ایجاد کی گئی تھی اور نہ ہی حدود اللہ کو ضائع کیا گیا تھا۔ اور نہ ہی قبائل میں کوئی متعصبانہ نظریات اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ جن کی وجہ اقربا۔ کو مناصب دینی اور اپنوں کو عطائے اموالِ کثیرہ قرار دیا جائے۔

اگر بعض لوگوں نے اس نوعیت کے اعتراضات اٹھائے تھے تو کیا وہ لوگ صحابہؓ کرام کی بہ نسبت اسلام کے زیادہ خیر خواہ تھے؟ اور دینی نظام کو زیادہ قائم کرنے والے تھے؟

ظاہر بات ہے کہ جمہور صحابہؓ ان فساد اٹھانے والوں کے خلاف تھے اور ان کے ہمنوا نہیں تھے۔ یہی بات مفسدین کے ناحق ہونے پر کافی دلیل ہے۔

یہ چند مطاعن حضرت عثمانؓ کے خلاف کھڑا کرنے والے ایسے لوگ تھے جو دینی اور اسلامی نظام کو دل سے نہیں چاہتے تھے اور دینِ اسلام کے ساتھ عناد رکھتے تھے۔ جس کی اصل وجہ اسلام کے ساتھ حسد اور اسلام کی ترقی کے ساتھ عداوت تھی۔ جس کو وہ دوسری صورت میں ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ اسلام کی خیر خواہی کے رنگ

میں یہ تجویز اختیار کی اور ایک سکیم کی صورت میں چلائی ۔اس طریقہ سے انہوں نے اہلِ اسلام میں افتراق و انتشار کا فتنہ کھڑا کر دیا۔

ان گذارشات کی تائید صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال سے پُوری طرح ہوتی ہے۔صحابہؓ کے قول و عمل کی چند چیزیں سطورِ بالا میں بطورِ نمونہ پیش کی گئی ہیں۔اب ذیل میں سیّد الکونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مبارک سے اس بات کی تائید پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے حق میں حضور علیہ السّلام نے متعدد بشارات اور خوشخبریاں ذکر فرمائی تھیں جو ان آخری ایّام پر منطبق ہوتی ہیں اور حضرت عثمانؓ کے کردار کی صداقت و دیانت پر دلالت کرتی ہیں۔اور حضرت عثمانؓ کی حمایت کرنے والے گروہ کی حقانیت کو ثابت کرتی ہیں۔ان میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

بشارات و اشارات

(۱) ——— موسیٰ بن عقبہ نے ابو حبیبہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ جس وقت محصُور تھے۔میں اس وقت حضرت زبیرؓ کا ایک رقعہ لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس آیا۔جس وقت میں نے رقعہ پیش کیا تو اُس وقت حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھے۔ابو ہریرہؓ فرمانے لگے، میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا تھا۔آپ نے فرمایا کہ میرے بعد فتنے اور حوادث ہوں گے . . . . ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ان فتن و حوادث سے نجات کہاں ملے گی؟ تو حضور علیہ السلام نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس امانت دار شخص اور

اس کی پارٹی کے ساتھ رہنا باعثِ نجات ہوگا یعنی اس دور کے مسائل میں عثمان غنیؓ اُمت کے امین ہیں اور ان کا گروہ حق پر ہے اور ان کی حمایت میں نجات و فلاح ہے۔

—— وذکر موسیٰ بن عقبۃ عن ابی حبیبۃ قال اتیت عثمانؓ[2] برسالۃ الزبیر وھو محصور فلما ادیتھا وعندہ ابوھریرۃ قام ابوھریرۃ فقال اشھد سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول تکون بعدی فتن و احداث ... قال قلنا فاین المنجا منھا یارسُول اللہ؟ قال الی الامین وحزبہ و اشار الی عثمانؓ "

(۱) —— کتاب نسب قریش، ص ۱۰۳ تحت ولد ابی العاص

(۲) —— البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۰۹ ۔بحوالہ احمد۔
تحت روایات فضائلِ عثمانی۔

(۲) —— ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور علیہ السّلام ایک مقام میں تشریف فرما تھے۔ ..... ایک شخص نے آکر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو حضور علیہ السّلام نے ابو موسیٰ الاشعریؓ کو فرمایا کہ اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی خوشخبری سنا دو۔ لیکن ایک آزمائش اور مصیبت پیش آئے گی۔ اس پر یہ جنت کی خوشخبری ہے (دروازہ کھولا گیا تو وہ عثمانؓ بن عفان تھے۔ ان کو حضور علیہ السّلام کے فرمان (بشارتِ جنت،) کی اطلاع دی گئی) پس انہوں نے خدا کی حمد و ثنا کی اور پھر کہا کہ اللہ ہی سے مدد لی گئی ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے۔"

" ..... استفتح رجل فقال لی افتح لہ وبشّرہ بالجنۃ علیٰ بلویٰ تصیبہ فاذا عثمانؓ فاخبرتہ بما قال رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فحمد اللہ ثم قال اللہ المستعان "

(۱)۔ ــــ بخاری شریف، ج ۱۔ص ۵۲۲، مناقب عمرؓ بن الخطابؓ۔

(۲)ــــ مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۳ بحوالہ بخاری و مسلم باب مناقب ھٰؤلاء الثلاثۃ۔ الفصل الاول۔

(۳)ــــ مسلم شریف، ص ۲۷۷-۲۷۸، ج ۲۔باب من فضائل عثمان، طبع نور محمد دہلی۔

(۴)ــــ البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۰۱۔تحت احادیث فضائل عثمانؓ بحوالہ البخاری و احمد۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کو پیش گوئی کے طور پر فرمایا کہ اے عثمانؓ! امید ہے کہ تجھے اللہ ایک قمیص (یعنی قمیص خلافت) پہنائیں گے۔اگر لوگ اس قمیص کو تجھ سے اتارنا چاہیں تو ان کے کہنے پر قمیص نہ اُتارنا۔"

ــــ عن عائشۃ ان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال یا عثمانؓ انہ لعل اللہ یقمصك قمیصاً فان ارادوك علیٰ خلعہ فلا تخلعہ لھم۔رواہ الترمذی و ابن ماجۃ "

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۲۔باب مناقب عثمانؓ۔ الفصل الثانی۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۷، ص ۲۰۵۔تحت احادیث فضائل عثمانیؓ بحوالہ احمد۔

ان روایات کے ذریعہ یہ چیز عیاں ہو گئی کہ :۔

ــــ حوادث اور فتنے حضرت عثمانؓ کے دور میں پیش آئیں گے۔ابتلاء کی چیزوں سے حضرت عثمانؓ کا سامنا ہو گا جس سے مفر نہیں ہے۔

پھر ان بلیات میں حق کس جانب ہوگا؟ اور کون سی جماعت صحیح ہوگی، تو بفرمانِ نبوی حضرت عثمانؓ کو ہی معیارِ حق قرار دیا گیا۔ اور ان کی حمایت کرنے والے ہی صحیح کردار کے مالک ٹھہرائے گئے۔

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کرنے والے اور ان پر طعن اٹھانے والے غلطی پر تھے اور ان کا موقف غلط تھا۔ اور انہوں نے جو معاندانہ قصے کھڑے کیے تھے وہ جھوٹے تھے۔ وہ مبنی بر حسد و عناد تھے۔

—— اور حضرت عثمانؓ اپنا امتحانی دَور گزار کر اہل الجنۃ میں سے ہیں۔ مصائب پر صبر کرنے سے ان کو جنّت ملی ہے۔ خدا کی اس نعمت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور حضرت عثمانؓ جیسے صادق و امین و دیانتدار شخص کو جن لوگوں نے مطعون قرار دیا اور کئی قسم کی خیانتیں ان کی طرف منسوب کیں اور حضرت عثمانؓ کے لیے بے شمار مصائب پیدا کر دیئے وہ اپنے کردار کے موافق انجام کو پائیں گے اور اپنے بُرے مقاصد کے مطابق نتائج سے بہرہ اندوز ہوں گے۔

—— اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمانؓ کو قمیص خلافت عنایت فرمایا۔ انہوں نے اپنی جان تو قربان کر دی لیکن حسبِ ارشادِ نبوی قمیص خلافت اتارا نہیں اور ساتھ ساتھ کسی مسلمان کے ایک قطرہ خون بہانے کو روا نہیں رکھا۔ اگر وہ جان بچانے کے لیے مسلمانوں کی خون ریزی کراتے تو سینکڑوں مسلمان قربانی پیش کرتے۔ لیکن انہوں نے اُمّت کی خون ریزی کرانے کی بجائے اپنا خون پیش کر دیا اور قوم کے خون کو بچا لیا۔ ایسا جذبۂ ایثار دید و شنید میں نہیں آیا۔

فرحمہ اللہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن

کل الصحابۃ اجمعین

الاختتام بالصواب

کتاب کے مضامین پر اجمالاً نظر کرنے سے واضح ہو رہا ہے کہ اقربا نوازی کے مسئلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حق سے منحرف نہیں ہوتے اور نہ ہی حدِ جواز سے متجاوز ہوئے۔ ان کا کردار ان کی خلافت کے دوران معیارِ عدل سے نہیں ہٹا۔

اور حضرت عثمانؓ کے خاندان کی ملی خدمات اسلام کے لیے نہایت سُود مند اور فائدہ بخش ثابت ہوئیں (جیسا کہ تاریخ کے اوراق سے اس کو پیش کیا گیا ہے)۔

—— ان حقائق کے پیش نظر حضرت عثمانؓ کے خلاف اس پروپیگنڈا کی کوئی حقیقت نہیں کہ اپنے اقرباء کے حق میں ان کی غلط پالیسی کی وجہ سے اس دور میں قبائلی عصبیت پیدا ہوئی جس کے نتائج میں یہ تمام فتنہ اور فساد برپا ہُوا۔

—— اس نظریہ کے خلاف واقعہ ہونے پر ہم نے سابقہ مباحث میں تاریخی مواد پیش کر دیا ہے اس کو ملاحظہ فرما کر منصف طبائع اور حقائق پسند حضرات اطمینان حاصل کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور اتفاق و اتحاد کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ اور تمام صحابۂ کرامؓ اور خاندانِ نبوتؐ کے ساتھ حسنِ عقیدت اور ان کی اتباع کی توفیق بخشے اور خاتمہ بالایمان نصیب فرما کر ان کی اخروی معیت سے بہرہ ور فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد خلقہٖ خاتم النبیّین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وصلحاء امّتہٖ وسائر اتباعہٖ باحسانٍ الیٰ یوم الدّین اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

ناچیز دعا جو محمد نافع عفا اللہ عنہ۔ جامعہ محمدی ضلع جھنگ (پاکستان)
شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ —— جولائی ۱۹۸۰ء

کتب مراجع برائے کتاب "مسئلہ اقربا نوازی"

نمبر شمار	نام کتاب	سن وفات
	قرآن مجید و فرقانِ حمید	
(۱)	مؤطا امام مالکؒ	سنہ ۱۷۹ھ
(۲)	کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ	سنہ ۱۸۲ھ
(۳)	المصنّف للحافظ الکبیر ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی ۱۱ جلد	سنہ ۲۱۱ھ
(۴)	سیرت ابن ہشام	سنہ ۲۱۳ھ / ۲۱۸
(۵)	کتاب السنن لسعید بن منصور (مجلس علمی کراچی)	سنہ ۲۲۷ھ
(۶)	طبقات محمد بن سعد۔ ۸ جلد طبع لیڈن	سنہ ۲۳۵ھ / ۲۳۰
(۷)	المصنّف لابی بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبۃ الکوفی (قلمی)	سنہ ۲۳۵ھ
(۸)	کتاب نسب قریش لمصعب زبیری	سنہ ۲۳۶ھ
(۹)	---- تاریخ خلیفہ بن خیّاط	سنہ ۲۴۰ھ
(۱۰)	مسند احمد لامام احمد بن حنبل الشیبانی معہ منتخب کنز العمال ۶ جلد	سنہ ۲۴۱ھ
(۱۱)	کتاب السنۃ لامام احمد بن حنبل الشیبانی	سنہ ۲۴۱ھ
(۱۲)	کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی (محمد بن حبیب)	سنہ ۲۴۵ھ
(۱۳)	الصحیح البخاری (محمد بن اسماعیل) ۲ جلد	سنہ ۲۵۶ھ

(۱۴)	التاریخ الکبیر لامام محمد بن اسمٰعیل بخاری ۔ ۸ جلد	سنہ ۲۵۶ھ
(۱۵)	التاریخ الصغیر (محمد بن اسماعیل)	〃
(۱۶)	صحیح مسلم لامام مسلم بن حجاج القشیری	سنہ ۲۶۰ھ / ۲۶۱
(۱۷)	سُنن ابن ماجہ (ابوعبداللہ محمد بن یزید ماجہ	سنہ ۲۷۳ھ / ۲۷۵
(۱۸)	ترمذی شریف (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی)	سنہ ۲۷۵ھ / ۲۷۹
(۱۹)	ابوداؤد شریف (ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	سنہ ۲۷۵ھ
(۲۰)	انساب الاشراف للبلاذری	سنہ ۲۷۷ھ / ۲۷۹
(۲۱)	فتوح البلدان احمد بن یحییٰ بلاذری	〃
(۲۲)	تفسیر لابن جریر الطبری	سنہ ۳۱۰ھ
(۲۳)	کتاب الکُنیٰ والاسماء للشیخ ابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی ۔ } دو جلد	سنہ ۳۱۰ھ
(۲۴)	تاریخ الامم والملوک محمد ابن جریر طبری	سنہ ۳۱۰ھ
(۲۵)	المنتخب ذیل المذیل 〃	〃
(۲۶)	کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم رازی	سنہ ۳۲۷ھ
(۲۷)	کتاب المجتبیٰ لابی بکر محمد بن الحسن بن درید الازدی ۔	سنہ ۳۲۱ھ
(۲۸)	کتاب المجروحین لابن حبان ابوحاتم محمد بن حبان البستی	سنہ ۳۵۴ھ
(۲۹)	المستدرک للحاکم نیشاپوری	سنہ ۴۰۵ھ
(۳۰)	لطائف المعارف لابی منصور الثعالبی	سنہ ۴۲۹ھ
(۳۱)	جمہرۃ الانساب لابن حزم	سنہ ۴۵۶ھ

(۳۲) کشف المحجوب للشیخ علی ہجویریؒ لاہوری ۔ ۴۵۶ھ

(۳۳) جوامع السیرۃ لابن حزم ۔ ۴۵۶ھ

(۳۴) السنن الکبریٰ للبیہقی ۔ ۴۵۸ھ

(۳۵) الاستیعاب لابن عبدالبر اندلسی مع اصابہ ۔ ۴ جلد ۔ ۴۶۳ھ

(۳۶) تاریخ بغداد للخطیب البغدادی (ابی بکر احمد بن علی) ۔ ۴۶۳ھ

(۳۷) کتاب التمہید لابی شکور سالمی (ابو شکور محمد بن عبد سعید بن شعیب الکبشی السالمی الحنفی) معاصر شیخ علی ہجویریؒ ۔ ۴۶۵ھ

(۳۸) تفسیر بغوی (ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی) ۔ ۵۱۶ھ

(۳۹) العواصم من القواصم للقاضی ابی بکر بن العربی اندلسی ۔ ۵۴۳ھ

(۴۰) غنیتہ الطالبین للشیخ عبدالقادر جیلانی ۔ ۵۶۰ھ

(۴۱) تلخیص ابن عساکر ۔ ۵۷۱ھ

(۴۲) تاریخ ابن عساکر کامل ۔ ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبتہ اللہ المعروف بابن عساکر } جلد اوّل ۔ ۵۷۱ھ

(۴۳) تفسیر کبیر للرازی (محمد بن عمر رازی فخرالدین بن ضیاء الدین) ۔ ۶۰۶ھ

(۴۴) اسدالغابہ لابن اثیر جزری ۔ ۶۳۰ھ

(۴۵) تجرید اسماء الصحابہ للجزری الجامع لاحکام القرآن ۔ ۶۳۰ھ

(۴۶) تفسیر قرطبی ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی الجامع الاحکام القرآن ۔ ۶۷۱ھ

(۴۷) تہذیب الاسماء واللغات لامام نووی ابی زکریا محی الدین بن شرف نووی ۔ ۶۷۶ھ

(۴۸) شرح المہذب للنووی

(۴۹) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی ابی الفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی اندلسی من علماء القرن السادس

(۵۰) تفسیر خازن علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی المعروف خازن — سنہ ۷۲۵ھ

(۵۱) مشکوٰۃ المصابیح — سن تالیف سنہ ۷۳۷ھ

(۵۲) کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمانؓ (محمد بن یحییٰ بن ابی بکر اندلسی) — سنہ ۷۴۱ھ

(۵۳) تذکرۃ الحفاظ للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۴) المغنی للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۵) المنتقیٰ للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۶) کتاب دول الاسلام للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۷) میزان الاعتدال للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۸) سیر اعلام النبلاء للذہبی — سنہ ۷۴۸ھ

(۵۹) منہاج السنّۃ لابن تیمیہؒ — سنہ ۷۲۸ء

(۶۰) مدارج السالکین لابن قیّم شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر الحنبلی الدمشقی المعروف بابن قیّم الجوزیہ — سنہ ۵۱-۷۵۶ھ

(۶۱) اعلام الموقعین لابن قیّم — سنہ ۷۵۶ھ

(۶۲) زاد المعاد لابن قیّم — سنہ ۷۵۶ھ

(۶۳) نصب الرایہ للزیلعی جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی — سنہ ۷۶۲ھ

(۶۴) تفسیر ابن کثیر عماد الدین الدمشقی — سنہ ۷۵-۷۷۴ھ

(۶۵) البدایہ والنہایہ لابن کثیر (عماد الدین ابی الفداء الدمشقی)

(۶۶) السیرۃ النبویہ لابن کثیر

(۶۷) تاریخ ابن خلدون — سنہ ۷۷۹ھ

(۶۸) شرح مقاصد سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ التفتازانی — سنہ ۷۹۱ھ

(۶۹) مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی (۱۰ جلد) — سنہ ۸۰۷ھ

(۷۰) موارد الظمآن لنور الدین الہیثمی — سنہ ۸۰۷ھ

(۷۱) شرح مواقف سید شریف علی بن محمد الجرجانی — سنہ ۸۱۶ھ

(۷۲) الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر۔ ۴ جلد معہ استیعاب — سنہ ۸۵۲ھ

(۷۳) کتاب المدلسین لابن حجر — سنہ ۸۵۲ھ

(۷۴) تہذیب التہذیب لابن حجر۔ ۱۲ جلد — سنہ ۸۵۲ھ

(۷۵) لسان المیزان لابن حجر۔ ۶ جلد — ″

(۷۶) عمدۃ القاری شرح بخاری — سنہ ۸۵۵ھ

(۷۷) فتح القدیر شرح ہدایہ لشیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف لابن ہمام۔ — سنہ ۸۶۱ھ

(۷۸) انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیۃ لعلی بن برہان الدین الحلبی الشافعی — سنہ ۹۰۰ھ

(۷۹) فتح المغیث للسخاوی — سنہ ۹۰۲ھ

(۸۰) المسامرۃ فی شرح المسائرۃ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن شریف المقدسی — سنہ ۹۰۵ھ

(۸۱) وفاء الوفاء للسمہودی — سنہ ۹۱۱ھ

(۸۲) ذیل اللآلی المصنوعہ للسیوطی — سنہ ۹۱۱ھ

(۸۳) تطہیر الجنان واللسان لابن حجر المکی — سنہ ۹۷۵-۷۳ھ

(۸۴) کنز العمال ۔ ۸ جلد، طبع اوّل — سنہ ۹۷۵ھ

(۸۵) نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض احمد شہاب الدین الخفاجی المصری۔ — سنہ ۱۰۶۹ھ

(۸۶) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۱۱۷۶ھ

(۸۷) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ″ ″ ″

(۸۸) تحفہ اثنا عشریہ، شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ۱۲۳۹ھ

(۸۹) الفتح الربانی لترتیب مسند احمد عبد الرحمان البنّا الساعاتی ۱۳۵۱ھ

(۹۰) المنار المنیف لابن قیمؒ



شیعہ کتب مراجع

(۱) تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب الکاتب العباسی ۲۵۷ھ

(۲) کتاب البُلدان للیعقوبی (″ ″ ″ ″) ″

(۳) الاخبار الطوال للدینوری (احمد بن داؤد ابی حنیفہ) ۲۸۲ھ

(۴) فرق الشیعہ لابی محمد حسن بن موسیٰ نوبختی (من عُلماء قرن الثالث)

(۵) رسالہ قرب الاسناد لعبد اللہ بن جعفر الحمیری (من عُلماء قرن الثالث)

(۶) مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصبہانی۔ سن وفات ۳۵۶ھ، تالیف ۳۱۳ھ

(۷) فروع کافی محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ

(۸) مروج الذہب للمسعودی ۳۴۶ھ

(۹) رجال کشی (الکشی من علماء قرن الرابع)

(۱۰) نہج البلاغہ ۴۰۴ھ

(۱۱) [illegible] شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی) — سنہ ۴۶۰ھ

(۱۲) احتجاج طبرسی — سنہ ۵۴۸ھ

(۱۳) شرح نہج البلاغہ للحدیدی۔ سن تالیف ۶۴۹ھ سن وفات ۶۵۶ھ

(۱۴) منہاج الکرامہ فی اثبات الامامۃ
لابن المطہر الحلی — سنہ ۷۲۶ھ

(۱۵) عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب سید جمال الدین ابن عنبۃ — سنہ ۸۲۸ھ

(۱۶) شرح نہج البلاغہ، کمال الدین میثم بن علی
بن میثم البحرانی۔ — سنہ ۶۷۹ھ

(۱۷) بحار الانوار لملا باقر مجلسی — سنہ ۱۱۱۱ھ

(۱۸) جلاء العیون " " — "

(۱۹) درۃ نجفیہ شرح نہج البلاغہ از شیخ ابراہیم
بن حاجی حسین دنبلی — سنہ ۱۲۹۱ھ

(۲۰) ناسخ التواریخ لمرزا محمد تقی لسان الملک — سنہ ۱۲۹۷ھ

(۲۱) تنقیح المقال للشیخ عبداللہ مامقانی — سنہ ۱۳۰۰ھ

(۲۲) منتہی الآمال از شیخ عباس قمی — سنہ ۱۳۵۹ھ

(۲۳) تحفۃ [illegible] ب للشیخ عباس قمی — سنہ ۱۳۵۹ھ

الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الاسلامیہ از محمد بن علی بن طباطبا المعروف ابن الطقطقی تالیف سنہ ۷۰۱ھ۔

